# اجنبی اسلام

## فرقہ پرستی اور دین اسلام کا تقابلی جائزہ


تالیف

عمر خیام

# پیش لفظ

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(اے رسول ﷺ) آپ ایک (اللہ کی) طرف رخ کرتے ہوئے اپنے چہرے کو دین (اسلام) کے لیے سیدھا رکھیے، (یہ) اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے (تمام) لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ کی فطرت میں تبدیلی نہیں ہوتی، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (اور اے ایمان والو) اسی کی طرف رجوع کرو، نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ (یعنی) ان لوگوں میں سے (نہ ہو جاؤ) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے، تمام فرقے جو (فرقہ وارانہ مذہب) ان کے پاس ہے اسی میں مگن ہیں۔''

(الروم:32-30)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهودانه او ينصرانه او يمجسانه"

ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے (پھر) اس کے ماں باپ اسے یہودی یا عیسائی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(صحیح بخاری، رقم 1359)

اللہ رب العزت ہمارا واحد و یکتا الہ ہے۔ اسی نے تمام عالم کی بھلائی کے لیے اسلام کو دین فطرت بنایا اور اقوام عالم کو اتحاد و یگانگت کے ساتھ اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کی۔ اسی مقصد کے لیے اس نے وقتاً فوقتاً انبیاء کو بھیجنے کا سلسلہ شروع کیا جن کی دعوت صرف دین اسلام کی دعوت تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان انبیاء کی دی گئی تعلیمات میں تحریف ہو جاتی اور لوگ مختلف گروہ بندیوں کا شکار ہو جاتے۔ بنی اسرائیل کی طرف اللہ نے متعدد انبیاء کرام کو معبوث فرمایا لیکن اس کے باوجود وہ فرقہ بندی کے عذاب میں گرفتار ہوئے۔ کم و بیش یہی حال نصاریٰ کا بھی ہوا جنہوں نے اپنے دین میں حد درجہ غلو اختیار کیا اور توحید کی جڑوں کو اُکھاڑ پھینکا۔ اللہ کے آخری نبی محمد ﷺ نے بھی اسی دین اسلام کی تعلیم دی جو کہ اللہ کا بنایا ہوا دین فطرت ہے اور مسلمین کو یہود و نصاریٰ کی روش سے گریز کرنے کی شدید تلقین کی۔ تاہم مرور ایام کے ساتھ اور رسول ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق امت مسلمہ بھی یہود و نصاریٰ کے قدم بہ قدم اختلاف و فرقہ بندی کا شکار ہو گئی۔

اس کتاب میں یہود و نصاریٰ کے بڑے بڑے فرقوں کا احاطہ کیا گیا ہے اور ان کے باہمی اختلاف کی وجوہ اور عقائد کو بیان کیا گیا ہے۔ وہ محرکات بھی بیان کی گئی ہیں جو اس فرقہ بندی کا موجب ہیں نیز مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی کے آغاز اور اس کے محرکات کا جائزہ بھی لیا گیا ہے اور اسلام کے مشہور و معروف فرقوں کے متعلق سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔ مزید برآں ان فرقوں کے وضع کردہ قوانین و مسائل کا موازنہ قرآن و حدیث

سے کر کے یہ باور کرانے کے کوشش کی گئی ہے کہ ہر فرقے کی دعوت اور دین اسلام میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔

اس کتاب کا محور یہ فکر انگیز نظریہ ہے کہ اسلام کا وہ بیج جو کہ عرب کے تپتے صحرا میں چند سادہ و غیور لوگوں کے دلوں میں بویا گیا تھا جو بعد میں ایسا تناور درخت بنا جسکی نظیر تاریخ انسانی میں ایک منفرد مقام کی حامل ہے؛ وہ کس طرح اپنی شان و شوکت کھو کر بالکل مرجھا چکا ہے۔ اس وقت دنیا میں ڈیڑھ ارب سے زائد مسلمان ہر قسم کے مصائب کا شکار ہیں اور صیہونی و صلیبی طاقتوں کی امداد پر منحصر ہیں۔ جب امت مسلمہ نے اللہ کی رسی کو چھوڑ کر فرقہ بندی اختیار کی تو ان کی تنزلی کا دور شروع ہو گیا جس نے آج اس کو شدید کسمپرسی کی حالت کا شکار کر دیا ہے۔ اللہ کے نازل کردہ دین خالص کو چھوڑ کر علماء کی فتویٰ سازی کو اس جراءت سے دین کا حصہ بنا دیا گیا ہے کہ مسلمان علماء پرستی اور آبا پرستی میں مبتلا ہو کر اصلی دین کو پس پشت ڈال چکے ہیں۔ ان حالات میں اسلام ویسا ہی اجنبی ہو چکا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ابتدا میں پیش فرمایا تھا۔ اسی خالص اور اجنبی اسلام کا تعارف پیش کر کے قارئین کرام کو دعوت دی گئی ہے کہ وہ تقلید پرستی کی پٹی اتار کر ایک اسلام میں ضم ہو جائیں تا کہ مسلمان اپنی کھوئی ہوئی شان و شوکت دوبارہ حاصل کر سکیں۔

میں اس کتاب کو اپنے والد محترم اور والدہ محترمہ کو معنون کرتا ہوں جنکے احسانات اور دعاؤں کے مقابلے میں یہ پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتی۔ میری اہلیہ محترمہ خصوصی تحسین کے لائق ہیں جن کے حوصلے کے بغیر اس کتاب کی تکمیل ناممکن تھی۔ اس کتاب کے کمپوزر ذیشان امجد صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں جنہوں نے شدید جانفشانی سے اسے پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے۔ اس کتاب کی طباعت میں مالی تعاون کے لیے میں عثمان الطاف صاحب، شفقت اقبال صاحب اور جاوید اقبال نجمی صاحب کا بھی بے حد مشکور ہوں۔

اس کتاب کے تراجم اور احادیث کے تمام حوالہ جات اسلام 360 موبائل ایپلیکیشن سے لیے گئے ہیں، نیز کسی بھی ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کیا گیا۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ اگر وہ کہیں ضعیف حدیث پائیں تو اس کی نشان دہی فرمائیں تا کہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو امت مسلمہ کے اتحاد کا ذریعہ بنائے اور فرقہ بندی کی بیخ کنی کا آلہ کار بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عمر خیام

مراد آباد، ہری پور

22 دسمبر 2020

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"اسلام جب آیا تھا تو اجنبی تھا اور عنقریب پھر (ویسا ہی) اجنبی ہو جائے گا (جیسا کہ ابتداء میں تھا)، تو ایسے اجنبیوں کے لیے بشارت ہے۔"

(صحیح مسلم، 372)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"تم ضرور بہ ضرور ان کی پیروی کرو گے، قدم بہ قدم، ہاتھ بہ ہاتھ، حتیٰ کہ وہ کسی سانڈھے کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول ﷺ کیا اس سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اور کون (مراد ہو سکتا ہے)۔"

(صحیح بخاری، 3456)

# فہرست

# حرف آغاز

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پہلے تمام لوگ ایک ہی امت تھے (ان میں کوئی فرقہ نہیں تھا) پھر جب انہوں نے اختلاف کیا (اور فرقے بنا لیے تو) اللہ نے نبیوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان نبیوں کے ساتھ حق کے ساتھ کتاب نازل کی تا کہ وہ کتاب ان لوگوں کے درمیان ان باتوں میں فیصلہ کر دے جن میں وہ اختلاف کرتے تھے اور یہ اختلاف بھی محض آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی میں آ کر ان لوگوں نے کیا تھا جن کو کتاب دی گئی تھی اور ایسی حالت میں کیا تھا کہ ان کے پاس کھلے دلائل پہنچ چکے تھے، پھر جو لوگ (ان دلائل پر) ایمان لے آئے، اللہ نے ان کو اپنے حکم سے اس امر حق میں جس میں وہ اختلاف کرتے تھے راہ حق دکھا دی اور اللہ جس کو چاہتا ہے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کر دیتا ہے (یعنی جو خلوص کے ساتھ راہ حق کا طلبگار ہوتا ہے، اللہ اس کو راہ حق دکھا دیتا ہے)۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 213)

اللہ رب العزت واحد و یکتا الہٰ ہے اور اپنے بندوں کو بھی ایک امت کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے اور اختلاف وافتراق کا قلع قمع کرنا چاہتا ہے۔ اپنے بندوں کو ایک امت بنانے کیلئے اس نے اپنی طرف سے ہدایت بھیجنے کا انتظام فرمایا اور لوگوں کو اس ہدایت پر عمل پیرا ہو کر ابدی کامیابی کا مژدہ سنایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے (آدم اور حوا) کو کہا کہ تم سب یہاں سے اتر کر (زمین پر چلے) جاؤ، پھر جب کبھی تمھارے پاس میری طرف سے ہدایت آئے تو جو اسکی پیروی کرے گا اسے (روز محشر) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ غم''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 38)

اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچانے کیلئے اس نے انبیا علیہم السلام کا سلسلہ شروع کیا جو وقتاً فوقتاً اللہ کی دی ہوئی ہدایت کو لیکر مختلف قوموں کی طرف مبعوث کیے جاتے تھے۔ان کی اطاعت بھی صرف اس وجہ سے کی جاتی تھی کہ وہ من وعن اللہ کا پیغام پہنچاتے تھے اور اللہ کے حکم سے مبعوث ہوتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے ہر رسول کو صرف اس لیے بھیجا تا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُسکی اطاعت کی جائے''۔ (سورۃ النسآء، آیت 64)

گویا کہ ہر نبی بھی اللہ کے حکم سے ہی واجب الاطاعت ہوتا ہے۔تمام انبیا علیہم السلام نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جو کہ اللہ کا منتخب کردہ دین ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک دین (حق) تو اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہے''۔(سورۃ اٰل عمران، آیت 19)

ابراہیم اور یعقوبؑ (اسرائیلؑ) اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اے میرے بیٹو، یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے دین (اسلام) کو پسند فرمایا ہے لہٰذا تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلم ہو''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 132)

یوسف علیہ السلام دعا فرماتے ہیں:

''(اے میرے رب) تو ہی دنیا اور آخرت میں میرا مددگار ہے، مجھے اس حال میں موت دینا کہ میں مسلم ہوں اور مجھے نیک لوگوں میں شامل کردے''۔ (سورۃ یوسف، آیت 101)

اللہ کا نازل کردہ دین اسلام ہے، اسکے بھیجے گئے انبیاء علیہم السلام سب کے سب مسلم تھے اور ان کے پیروکار بھی مسلم تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور جب میں نے (عیسیٰؑ کے) حواریوں کو حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان

لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم (یقیناً) مسلم ہیں''۔

(سورۃ المآئدہ، آیت 111)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اللہ کے بھیجے ہوئے دین میں اختلافات شروع ہو جاتے اور امت مسلمہ مختلف گروہوں میں بٹ جاتی۔ قرآن مجید میں ان اختلافات کی مختلف وجوہ بیان کی گئی ہیں جن میں ضد اور ہٹ دھرمی، علماء ومشائخ کی اندھی تقلید، آباؤ اجداد کی اندھی تقلید اور بے علمی شامل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے بنی اسرائیل کی دو جماعتوں یہود اور نصاریٰ کو کتاب دی گئی تھی اور ان سے عہد لیا گیا تھا کہ اس کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا اور اختلاف نہ کرنا لیکن وہ ان احکامات پر عمل پیرا نہ ہو سکے۔ ذیل میں چند آیات بینات کی روشنی میں ان کے اس طرز عمل کی وضاحت ملتی ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''یقیناً ہم نے توریت کو نازل کیا تھا جس میں ہدایت تھی اور نور تھا، اسی کے مطابق انبیاء جنہوں نے اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر رکھا تھا، یہودیوں کے مابین فیصلے کیا کرتے تھے''۔

(سورۃ المآئدہ، آیت 44)

یہود سے اس پر پختہ عمل کا وعدہ بھی لیا گیا تھا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور جب ہم نے تم سے پختہ عہد لیا تھا ایسی حالت میں کہ ہم نے تمھارے اوپر کوہ طور کو بلند کر دیا تھا (اور تم سے کہا تھا) کہ جو ہم نے تمہیں دیا ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور جو ہدایات اس میں (لکھی ہوئی ہیں) انہیں یاد رکھو تا کہ تم متقی بن جاؤ''۔ (سورۃ البقرہ، آیت 63)

لیکن اتنی واضح ہدایت اور روشن کتاب کی موجودگی میں بھی بنی اسرائیل نے آپس میں اختلاف کیا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی تھی انہوں نے اختلاف نہیں کیا مگر اس حالت میں کہ ان

کے پاس کھلے دلائل پہنچ چکے تھے"۔ (سورۃ لم یکن الذین کفروا، آیت 4)

اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اتنا بلند درجہ دے دیا تھا کہ ان کی بات کو آخری سند سمجھتے تھے۔ ان کے حلال وحرام اور دیگر فتووں پر بغیر دلیل کے عمل کرتے تھے۔ گویا کہ ان کے علماء ان کے شریعت ساز ہیں حالانکہ شریعت سازی صرف اور صرف اللہ کا حق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کے لیے دین کا راستہ وضع کرتے ہیں جسکی اللہ نے اجازت نہیں دی؟" (سورۃ الشوریٰ، آیت 21)

اہل کتاب کی اس روش کو اللہ تعالیٰ نے شرک قرار دیا اور ان کی اپنے علماء کی اندھی تقلید کو ان کا علماء کو اپنا رب بنانا قرار دیا۔ عقیدتاً تو اہل کتاب اللہ کو ہی حاکم اعلیٰ اور دین کا نازل کرنے والا سمجھتے تھے لیکن عملاً وہ علماء کی شریعت سازی کو جائز سمجھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اہل کتاب نے اپنے علماء اور مشائخ کو اللہ کے علاوہ اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریمؑ کو بھی"۔ (سورۃ التوبۃ، آیت 31)

گویا کہ علماء کی شریعت سازی کو تسلیم کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسیٰؑ کو اللہ کا بیٹا ماننا، اسی لیے ان دونوں باتوں کو اللہ نے ایک ہی زمرے میں بیان کیا۔ ان کے علماء اور مشائخ اللہ کے نازل کردہ دین کے ساتھ کیا برتاؤ کرتے تھے، اس کی ایک مختصر جھلک دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"(اے رسول) یہودیوں میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو (کتاب کی) باتوں کو ان کی جگہ سے بدل دیتے ہیں۔" (سورۃ النسآء، آیت 46)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے شریعت کی باتیں لکھتے ہیں پھر کہتے

ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں"۔ (سورۃ البقرہ، آیت 79)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

"بلا شبہ ان میں ایک گروہ ہے جو کتاب (توریت کو) پڑھتے ہوئے زبان کو اس طرح موڑتا ہے تا کہ تم سمجھو کہ جو کچھ وہ پڑھ رہا ہے وہ کتاب میں موجود ہے حالانکہ وہ کتاب میں نہیں ہوتا اور وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہوتا"۔

(سورۃ ال عمران، آیت 78)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

"بے شک جو لوگ واضح دلیلوں اور ہدایت کی ان باتوں کو چھپاتے ہیں جن کو ہم نے نازل کیا ہے بعد اس کے کہ ہم نے ان کو لوگوں کے لیے کتاب میں کھول کر بیان کر دیا ہے، ایسے لوگوں پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں"۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 159)

ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک یہودی مرد اور ایک یہودی عورت کو لایا گیا جنھوں نے زنا کیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا، تمھاری کتاب تورات میں زنا کی کیا سزا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے اسکی سزا چہرے کو سیاہ کرنا اور گدھے پر الٹا سوار کرنا تجویز کی ہوئی ہے۔ اس پر عبداللہ بن سلامؓ (یہودی عالم جو مسلم ہو گئے تھے) نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ ان سے توریت منگوایئے۔ جب تورات منگوائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم والی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اور اس سے آگے اور پیچھے والی آیتیں پڑھنے لگا۔ عبداللہ بن سلامؓ نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ ہٹاؤ، (جب اس نے اپنا ہاتھ ہٹایا تو) رجم کی آیت اس کے ہاتھ کے نیچے تھی۔ نبی کریمؐ نے ان دونوں کے متعلق حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا"۔ (صحیح بخاری، حدیث نمبر 6819)

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ کس طرح یہود کے علماء اللہ کے نازل کردہ دین کو اصلی حالت میں پیش نہ کرنے کے بہانے بناتے تھے، اسی وجہ سے ان علماء کی اندھی تقلید کرنے کو ان کو اپنا رب بنانے سے تشبیہہ دی گئی ہے۔ گویا کہ بنی اسرائیل کے آپس کے اختلاف کی ایک وجہ دنیا

پرست علماء تھے جو دنیاوی فائدے کے لیے اللہ کی کتاب کے واضح احکامات میں اپنی من مانی تشریحات سے اختلاف پیدا کرتے تھے۔ یہود خود بھی اتنا ہٹ دھرم ہو گئے تھے کہ اللہ کے نازل کردہ بعض احکامات پر عمل کرتے اور بعض کو پس پشت ڈال دیتے تھے۔ اوران کے دل اتنے سخت ہو گئے تھے کہ ایسا کرنے سے انہیں کوئی رنج وغم بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جن لوگوں کو پہلے کتاب دی گئی تھی جب ان پر لمبی مدت گزر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور (اب) ان میں سے اکثریت نافرمان ہیں''۔ (سورۃ الحدید، آیت 16)

اسی روش کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ ایک اور جگہ ارشاد فرماتا ہے:

''اور جب ہم نے تم سے مضبوط عہد لیا کہ آپس میں ایک دوسرے کا خون نہ بہانا اور نہ ایک دوسرے کو اس کے ملک سے نکالنا تو تم نے ان باتوں کا اقرار کیا تھا اور تم اس بات پر گواہ بھی ہو۔ اور (اے بنی اسرائیل) پھر تم ہی ہو کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرتے ہو اور اپنے میں سے بہت سے لوگوں کو ان کے وطن سے نکال دیتے ہو، ان کے مقابلہ میں گناہ اور ظلم کے ساتھ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہو اور اگر وہ تمھارے پاس قید ہو کر آتے ہیں تو انہیں فدیہ دے کر چھڑا لیتے ہو (تم سمجھتے ہو کہ فدیہ دے کر نہ چھڑانا حرام ہے) حالانکہ ان کو (ان کے ملک سے) نکالنا بھی تو تم پر حرام تھا۔ (ایک حرام کام سے بچتے ہو اور دوسرے حرام کام کو بے دھڑک کر گزرتے ہو) تو کیا تم کتاب الٰہی کے بعض (احکام) پر تو ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو؟''

(سورۃ البقرۃ، آیات 85-84)

گویا بنی اسرائیل بھی اپنے سے کمزور لوگوں پر ظلم کرتے تھے اور ان کو مسلم بھائی نہیں سمجھتے تھے۔ اسطرح طبقاتی فرقہ بندی کا بھی شکار تھے، کم وبیش یہی حال نصاریٰ کا بھی ہوا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں، پھر جو نصیحت

انہیں کی گئی تھی اس کا ایک حصہ وہ بھول گئے''۔ (سورۃ المآئدہ، آیت 14)

اہل کتاب کی فرقہ بندی کی سب سے بڑی وجہ ان کی ضد اور ہٹ دھرمی تھی۔ اس وجہ کا ذکر اللہ رب العزت نے متعدد آیات میں کیا ہے۔ جب بھی ان کے اختلافی مسئلے پر انہیں اللہ کی کتاب سے ٹھوس دلائل مل جاتے، یہ لوگ اپنی فرقہ پرست انا اور اپنی ہٹ دھرمی کی وجہ سے ان ٹھوس دلائل کا انکار کر دیتے اور یقینی علم جو اللہ کی طرف سے ان کو مل چکا ہوتا تھا اس کو پس پشت ڈال دیتے اور اپنے عقیدے پر جمے رہتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (اے رسول) لوگوں نے فرقے نہیں بنائے مگر اس حالت میں کہ ان کے پاس یقینی علم آ چکا تھا اور یہ اختلاف بھی انہوں نے آپس کی ضد میں آ کر کیا''۔ (سورۃ الشوریٰ، آیت 14)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے ان کو امر دین کے سلسلے میں کھلی دلیلیں عطا کی تھیں لیکن وہ آپس کی ضد میں علم آ جانے کے بعد بھی اختلاف پر جمے رہے۔'' (سورة الجاثية، آیت 17)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور ہو گئے فرقے فرقے، ہر گروہ اسی میں مگن ہے جو اس کے پاس ہے''۔ (سورۃ الروم، آیت 32)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر اہل کتاب کے فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا تو ان لوگوں نے جنہوں نے کفر کیا ان کو بڑے دن حاضر ہونے کی جگہ تباہی و بربادی ہے۔'' (سورۃ مریم، آیت 37)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر انہوں نے حکم (دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے۔ ہر فرقے کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے''۔ (سورۃ المومنون، آیت 53)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر فرقوں نے آپس میں اختلاف کیا (اور ظلم کیا) سو ایک بڑے دردناک دن کے عذاب سے ان لوگوں کی تباہی ہے جنہوں نے ظلم کیا''۔ (سورۃ الزخرف، آیت 65)

قارئین کرام، قرآن مجید کی کئی آیات ان کی فرقہ بندی کی غمازی کرتی ہیں جن میں سے چند کو مندرجہ بالا حوالاجات میں نقل کیا گیا ہے۔غور طلب بات ہے کہ اللہ رب العزت نے اتنی زیادہ آیات فرقہ بندی کے متعلق کیوں اتاری ہیں؟ کیا ان کو دیکھ کر ہم بھی وہی بات کہیں گے جو اگلے زمانے کے فاسقین نے کہی تھی۔

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا نازل کیا ہے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ یہ تو بس اگلے لوگوں کی کہانیاں ہیں''۔ (سورۃ النحل، آیت 24)

کیا اللہ پاک نہیں فرماتا کہ:

''تو (آخر) یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے۔ کیا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں''؟ (سورۃ محمد، آیت 24)

یقیناً اسکی ایک بہت بڑی وجہ ہے اور یہ وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک انتہائی اہم اور قابل غور پیشن گوئی کی شکل میں موجود ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''سنو! تم سے پہلے جو اہل کتاب تھے وہ بہتر فرقوں میں بٹ گئے تھے اور یہ امت 73 فرقوں میں بٹ جائے گی۔72 فرقے جہنم میں ہوں گے اور ایک جنت میں، اور یہی ''الجماعت'' ہوگی'' (سنن ابوداؤد، حدیث نمبر 4597، وسندہ صحیح)

یہ تحریر یہودیوں اور عیسائیوں کے ماضی اور حال میں پائے جانے والے فرقوں کو بیان کرے گی۔ان کے بنانے والے لوگوں، ان کے عقائد و اعمال اور ان کی تعداد کے متعلق مختصر تعارف کروایا جائے گا۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اہل کتاب کے فرقوں کے متعلق پڑھتے

ہوئے اس بات پر غور فرمائیں کہ ان کی فرقہ بندیاں کتنی باریک باتوں کی بنا پر ظہور پذیر ہوئی تھیں اور یہ باتیں اسلام کے فرقوں میں بھی بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔ اہل کتاب کے فرقوں کے بعد اس تحریر میں اسلام کے فرقوں کے بارے میں بھی مختصراً لکھا جائے گا اور ان کی اپنی تحریروں سے ان کا تقابل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے کیا جائے گا۔ آخر میں امت مسلمہ کی فرقہ بندی سے جو کہ اللہ کا عذاب ہے، چھٹکارا پانے کی راہ بھی متعین کی جائے گی۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''(اے رسول) آپ کہہ دیجیے کہ اللہ اس چیز پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیجے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر کے آپس کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ آپ دیکھیں کہ ہم کس کس طرح الفاظ بدل بدل کر اپنی آیتوں کو بیان کرتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ جائیں''۔ (سورۃ الانعام، آیت 65)

اب ہم اپنی تحریر کی ابتدا کرتے ہیں اور اللہ رب العزت سے اسکے امت مسلمہ کیلئے فائدہ مند ہونے کی دعا کرتے ہیں۔

# بنی اسرائیل اور ان کی فرقہ بندی

اس سے پہلے کہ ہم بنی اسرائیل کی فرقہ بندی کے متعلق لکھیں، قرآن مجید کی آیات بینات کی روشنی میں بنی اسرائیل کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

## بنی اسرائیل کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک ہم نے تمام جہانوں میں سے آدم کو، نوحؑ کو، آل ابراہیمؑ کو اور آل عمرانؑ کو منتخب فرمایا تھا''۔ (سورۃ آل عمران، آیت 33)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق اور یعقوب عطا فرمائے، ہر ایک کو ہم نے ہدایت دی، اور اس سے پہلے ہم نے نوح کو بھی ہدایت دی تھی، اور ان کی نسل میں سے داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف اور موسیٰ کو اور ہارون کو بھی ہدایت دی تھی، اور ہم نیک لوگوں کو اسی طرح ہدایت دیا کرتے ہیں''(سورۃ الانعام، آیت 84)

''اور ابراہیم کی بیوی (جو پاس کھڑی تھیں فرشتوں کی بات سن کر) ہنس پڑیں، تو ہم نے انہیں اسحٰقؑ اور اسحٰقؑ کے بعد یعقوبؑ کی خوشخبری سنائی''۔ (سورۃ ھود، آیت 71)

---

یہودیوں کے مختلف مکاتب فکر اور فرقوں کے متعلق کثیر مواد انٹرنیٹ پر دستیاب ہے۔ ہر بڑے فرقے کی اپنی ویب سائٹ ہے جس پر اس نے اپنے نظریات کو بیان کیا ہے۔ تاہم ان کے تمام فرقوں کو یکجا دیکھنا ہو تو مندرجہ ذیل لنک پر سیر حاصل مواد موجود ہے۔

https://en.m.wikipedia.org/wiki/jewish_religious_movements

اس مضمون میں دی گئی معلومات جن کتابوں سے اخذ کی گئی ہیں وہ تمام کتب بھی درج ہیں۔ اس کے علاوہ ذیل میں یہودی فرقوں کے متعلق چند ویب سائٹس حوالہ کے طور پر درج کی جا رہی ہیں۔

myjewishlearning.com

https://religionmediacentre.org.uk/factsheets/branches-of-judaism

گویا بنی اسرائیل ابراہیمؑ کی نسل میں سے ہیں۔ اللہ نے ان کو اسحٰقؑ عطا فرمائے اور اسحٰقؑ کو یعقوبؑ عطا فرمائے۔ یعقوبؑ کو اسرائیل بھی کہتے ہیں۔ اسی نسبت سے ان کی اولاد کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے، جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت سے ثابت ہے۔

''تمام کھانے کی چیزیں بنی اسرائیل کے لیے حلال تھیں سوائے ان کے جو اسرائیلؑ (یعقوبؑ) نے خود اپنے اوپر حرام کر لی تھیں''۔ (سورۃ ال عمران، آیت 93)

یعقوبؑ کو اللہ نے یوسفؑ عطا فرمائے اور ان کے علاوہ دس بیٹے اور عطا فرمائے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''جب یوسفؑ نے اپنے والد سے کہا: اے میرے ابا جان! بلا شبہ میں نے (خواب میں) دیکھا ہے کہ گیارہ ستارے اور سورج و چاند مجھے سجدہ کر رہے ہیں''۔ (سورۃ یوسف، آیت 4)

یعقوبؑ کو یوسفؑ اور ان کے بھائی سے بہت زیادہ محبت تھی۔ یہ بات ان کے باقی بیٹوں کو ناگوار گزرتی تھی۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''یوسفؑ کے بھائیوں نے کہا کہ یوسف اور ان کا بھائی دونوں ہمارے والد کو (ہم سے) زیادہ پیارے ہیں''۔ (سورۃ یوسف، آیت 8)

انہوں نے آپس میں طے کیا کہ وہ یوسفؑ کو اندھے کنویں میں ڈال دیں گے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ اگر تمھیں یہ کام کرنا ہی ہے تو یوسف کو قتل نہ کرو بلکہ کسی گہرے کنویں میں ڈال دو تا کہ اگر کوئی قافلہ (ادھر سے گزرے تو) انہیں نکال کر کہیں اور لے جائے''۔ (سورۃ یوسف، آیت 10)

الغرض انہوں نے یوسفؑ کو کنویں میں ڈال دیا۔ یہاں سے ایک قافلے والوں نے انہیں نکالا اور مصر کے بازار میں فروخت کر دیا۔ وہ عزیز مصر کے گھر میں قیام پذیر ہوئے لیکن وہاں

وہ قید کر دیے گئے۔ اس دوران بادشاہ کو ایک خواب آیا جسکی تعبیر یوسفؑ نے دوران قید بتائی۔ انہیں رہائی ملی اور بادشاہ نے مقربین میں شامل کر لیا اور انہیں زمین کے خزانوں کا وزیر بنا دیا گیا۔ اس اقتدار کے بعد انہوں نے اپنے والدین اور دیگر بھائیوں کو مصر بلا لیا۔

(سورۃ یوسف، آیات 19 تا 56)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر جب وہ (یعقوبؑ اور آل یعقوبؑ) سب یوسف کے پاس پہنچے تو انہوں نے اپنے والدین کو اپنے پاس ہی جگہ دی اور ان سے کہا کہ مصر میں داخل ہو جاؤ اور اگر اللہ نے چاہا تو آپ یہاں امن وسکون سے رہیں گے'' (سورۃ یوسف، آیت 99)

اسطرح بنی اسرائیل مصر میں آباد ہو گئے۔ پھر کچھ ایسا ہوا کہ بنی اسرائیل مصر میں محکوم ہو گئے اور فرعون نے انہیں سخت عذاب میں مبتلا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہیں آل فرعون سے نجات دی، وہ تمہیں سخت عذاب میں مبتلا کرتے تھے، تمہارے بیٹوں کو ذبح کر دیتے تھے اور بیٹیوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے''

(سورۃ البقرۃ، آیت 49)

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو فرعون کی طرف بھیجا تا کہ وہ بنی اسرائیل کو اسکے عذاب سے نجات دلوائیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر ہم نے موسیٰؑ اور ہارونؑ کو فرعون اور اسکے سرداروں کی طرف اپنی نشانیاں دے کر بھیجا'' (سورۃ یونس، آیت 75)

پھر اللہ تعالیٰ نے موسیٰ اور بنی اسرائیل کی مدد کی اور ان کو فرعون سے نجات دلائی، ان کے لیے سمندر کو پھاڑ دیا، بنی اسرائیل تو گزر گئے لیکن فرعون اور اسکی فوج کو غرق کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے تمہارے لیے سمندر کو پھاڑ دیا اور تمہیں نجات دی اور ہم نے آل فرعون کو غرق کر دیا اور تم دیکھ رہے تھے (یہ سب تمہاری آنکھوں کے سامنے ہوا)''

(سورۃ البقرۃ، آیت 50)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے، اُس سرزمین کے مشرق اور مغرب کا مالک بنا دیا جس کو ہم نے برکت دی تھی اور اسطرح (اے رسول) آپ کے رب کا وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں پورا ہوا اس لیے کہ وہ ثابت قدم رہے'' (سورۃ الاعراف، آیت 137)

اسطرح اللہ رب العزت نے بنی اسرائیل کو مسجد اقصیٰ اور اس کے آس پاس کے علاقے میں آباد کر دیا جہاں وہ بغیر کسی خوف کے اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر عمل کر سکتے تھے۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو تورات عطا فرمائی تاکہ بنی اسرائیل اس پر عمل کر کے ہدایت یاب ہو سکیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ کو کتاب اور حق و باطل میں تمیز کرنے والی چیز عطا فرمائی تاکہ تم ہدایت حاصل کرو'' (سورۃ البقرۃ، آیت 53)

موسیٰ کے بعد اللہ نے طالوت کو بنی اسرائیل کا سپہ سالار بنایا جن کی قیادت میں انہوں نے جالوت کے خلاف فتح حاصل کی۔ اس جنگ میں اہم کردار داؤد علیہ السلام کا تھا جنہوں نے اکیلے جالوت کو قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر مومنین نے (کافروں سے جنگ کی اور) اللہ کے حکم سے انہیں (جالوت کے لشکر) کو شکست دی اور داؤدؑ نے جالوت کو قتل کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے داؤدؑ کو بادشاہت اور حکمت عطا کی اور جو چاہا انہیں علم سکھایا'' (سورۃ البقرۃ، آیت 251)

داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے حکمران بنے اور اسرائیلی سلطنت کو مضبوط کیا۔ ان کے جانشین سلیمان علیہ السلام ہوئے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور داؤد علیہ السلام کے وارث سلیمانؑ ہوئے''۔ (سورۃ النمل، آیت 16)

سلیمانؑ کو اللہ نے عظیم الشان سلطنت عطا فرمائی، ہواؤں اور جنوں اور پرندوں کو ان کے تابع کر دیا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور (ہم نے) سلیمانؑ کے لیے ہوا کو (تابع کر دیا تھا) وہ صبح وشام ایک مہینہ کی مسافت سے چلتی تھی اور ہم نے ان کے لیے پگھلے ہوئے تانبے کا چشمہ جاری کر دیا تھا اور ان کے رب کے حکم سے جنات ان کے سامنے (مختلف) کام کیا کرتے تھے''۔ (سورۃ سبا، آیت 12)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''وہ جنات، جو کچھ سلیمانؑ بنوانا چاہتے، ان کے لیے بناتے تھے، (مثلاً) محرابیں، نقشے، (اتنے بڑے بڑے) لگن جیسے حوض اور (اتنی بڑی بڑی) دیگیں جو اپنی جگہ سے نہ ہلیں''۔

(سورۃ سبا، آیت 13)

سلیمان علیہ السلام نے جو عظیم الشان محل بنوایا، اسے یہودی مذہب کی تاریخ میں ہیکل سلیمانی یا پہلا ہیکل (Temple of Solomon) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہودی مذہب کی تفصیل کے لیے ان محلات کا تعارف نہایت ضروری ہے۔ الغرض سلیمان علیہ السلام کا دور مبارک بنی اسرائیل کی تاریخ کا عظیم ترین دور تھا جس میں بنی اسرائیلی سلطنت دنیا کی طاقتور ترین سلطنت تھی۔ اس بات کا اندازہ اس چیز سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ملکہ سبا اپنی طاقتور فوج کے ہوتے ہوئے بھی مرعوب ہو کر سلیمان علیہ السلام کے دربار میں پہنچیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ملکہ سبا سے کہا گیا کہ محل میں داخل ہو جاؤ۔ جب انہوں نے نیچے (فرش کو) دیکھا تو اسے گہرا پانی خیال کیا اور اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔ سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ یہ ایک محل ہے جو شیشوں سے بنایا گیا ہے۔ ملکہ نے کہا: اے میرے رب! میں نے اب تک اپنے نفس پر بہت ظلم کیا (اب میں اس سے توبہ کرتی ہوں) اور سلیمان علیہ السلام کے ساتھ اللہ رب العٰلمین کے لیے اسلام قبول کرتی ہوں'' (سورۃ النمل، آیت 44)

یہاں پہنچ کر بنی اسرائیل کا تعارف ختم ہو جاتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کے دور مبارک کے بعد بنی اسرائیل طرح طرح کے فتنوں میں مبتلا ہوئے اور فرقہ بندی کی بدولت اپنی عظیم الشان سلطنت سے بھی محروم کر دیے گئے۔ ان ادوار میں ان کی فرقہ بندی کیسے پروان چڑھی، اس کا ذکر اگلے حصے میں تفصیل سے بیان کیا جاتا ہے۔

## بنی اسرائیل کے اختلافات ، فرقہ بندی اور تنزل

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے کتاب (تورات) میں بنی اسرائیل کیلئے فیصلہ لکھ دیا تھا کہ تم دو مرتبہ زمین میں فساد مچاؤ گے اور بہت شدید سرکشی کرو گے'' (سورۃ بنی اسرآئیل، آیت 4)

ان کے فساد اور نافرمانیوں کا ذکر قرآن مجید میں کثرت سے ملتا ہے۔ انہوں نے اللہ کی آیات میں شدد تحریف کی اور اللہ کے احکامات کو بدل دیا، کمزور لوگوں پر ظلم کیا، اللہ کے احکامات کی نافرمانی کی اور انبیا علیہم السلام کو ناحق قتل کیا۔ ان میں سے کچھ کا ذکر تو تمہید میں گزر چکا ہے اور کچھ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا کہ تم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں سے احسان کرنا اور لوگوں سے اچھی بات کہنا اور نماز ادا کرنا اور زکوۃ ادا کرنا، پھر تم میں سے چند لوگوں کے علاوہ سب اس عہد سے پھر گئے اور ابھی تک تم

اعراض کرر ہے ہو“　(سورۃ البقرۃ،آیت 83)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا اوران کی جانب بہت سے رسول بھیجے تھے لیکن جب بھی کوئی رسول ان کے پاس وہ چیز لیکرآیا جوان کے دل نہیں چاہتے تھے تو ان میں سے ایک جماعت کوانہوں نے جھٹلایا اورایک جماعت کوقتل کردیا“　(سورۃ المآئدہ،آیت 70)

اپنی ان ریشہ دوانیوں اورفساد کی وجہ سے بنی اسرائیل اللہ کے غضب میں گرفتار ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”ان پر ذلت اورمحتاجی مسلط کردی گئی اوروہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوگئے، یہ اس لیے ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے تھے اورنبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے اوراس لیے بھی ہوا کہ وہ بار بار (اللہ کے احکامات) کی نافرمانی کرتے تھے اورحد سے بڑھ جایا کرتے تھے“

(سورۃ البقرۃ،آیت 61)

ان نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ کا مذکورہ بالا وعدہ پورا ہوا کہ بنی اسرائیل زمین میں فساد مچائیں گے۔پہلی مرتبہ فساد مچانے کی پاداش میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شدید پکڑ کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”پھر جب ان دونوں (فسادوں) میں سے پہلے (فساد کا) وقت موعود آیا (اورتم سرکشی میں حد سے بڑھ گئے) تو ہم نے اپنے سخت جنگجو بندوں کوتم پر مسلط کردیا، وہ فساد مچاتے ہوئے (تمام) شہروں میں پھیل گئے اوراللہ کا وعدہ پورا ہو کررہا“　(سورۃ بنی اسرآئیل،آیت 5)

بابل کے بادشاہ نے 586 قبل مسیح میں اسرائیلی سلطنت پر حملہ کیا اور بنی اسرائیل کو شکست فاش دیکر اپنا غلام بنا لیا اور بابل لے گیا۔اس حملے میں سلیمان علیہ السلام کا بنایا ہوا ہیکل بھی تباہ و برباد ہوگیا اوراسکا سارا مال واسباب لٹ گیا۔بنی اسرائیل کی باہمی عداوت کی وجہ سے ان کا تابناک ماضی اورانکی عظمت رفتہ خاک میں مل گئی۔بنی اسرائیل تقریباً نصف صدی بابل میں

رہے اوراپنے اعمال کا مزہ چکھا۔ یہاں تک کہ اللہ رب العزت کوان کی حالت زار پر رحم آ گیا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''پھر ہم نے دوبارہ تم کوان پر غلبہ دیا اورتم کوخوب مال اوراولاد عطا کی اورتمہیں کثیر جماعت بنادیا'' (سورۃ بنی اسرآئیل،آیت 6)

اللہ کے حکم سے بابل کی سلطنت زوال پذیر ہوئی اور بادشاہ سائرس نے ہیکل سلیمانی کی جگہ پردوسرا ہیکل تعمیر کیا۔اسکی تعمیر بنی اسرائیل کی تاریخ میں بہت اہمیت کی حامل ہے اوراسکا تعلق ان کے عقائد کے ساتھ ہے۔اس ہیکل کو بنی اسرائیل کی تاریخ میں دوسرا ہیکل (Second Temple) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ دور بنی اسرائیل کی ترقی اورخوشحالی کا دور تھا جواللہ کی رحمت سے ممکن ہوا۔تاہم اللہ نے انہیں متنبہ کرتے ہوئے فرمایا:

''(اس عیش اورغلبہ کے وقت ہم نے تم سے پھر کہہ دیا تھا کہ) اگرتم نے نیکی کی تو اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا اوراگرتم نے برائی کی تو اسکا وبال بھی تم پر ہوگا۔''(سورۃ بنی اسرآئیل،آیت 7)

اس دورکو یہودی ''دوسرے ہیکل کا دور'' کے نام سے یادکرتے ہیں،تاہم خوشحالی کے بعد یہ لوگ دوبارہ فرقہ بندی کا شکار ہو گئے ۔ یہودیوں کا مشہور مؤرخ جوسیفس (Josephus) لکھتا ہے کہ دوسرے ہیکل کے دور میں بنی اسرائیل چار (4) بڑے فرقوں میں تقسیم ہوئے۔

1۔ رسم پرست یہودی/فاریسی یہودی (Pharisees)

2۔ اجارہ داریہودی/سدیوسی یہودی (Seducees)

3۔ تارک دنیایہودی/ایسینیز یہودی (Esenees)

4۔ تشدد پسند یہودی/زیالوٹس یہودی (Zealots)

اس کے علاوہ ان کا ایک قدیم فرقہ جواپنے عقائداوررسومات کی وجہ سے باقی یہودیوں سے الگ تھلگ ہے،اسے السامریون/سامری(Samaritans) کہتے ہیں۔اس مقام پراس فرقے کا ذکرکر دینا بھی بہتر ہے۔

☆ ان کی کل آبادی 800 افراد پر مشتمل ہے۔

☆ یہ لوگ اپنا شجرہ نسب یوسف علیہ السلام کے دو بیٹوں کے ساتھ جوڑتے ہیں۔

☆ ان کے پاس ان کی اپنی توریت ہے جسے سمارتی توریت کہتے ہیں۔ان کے مطابق جو توریت یہودیوں کے پاس ہے اس میں شدید تحریف ہوچکی ہے اور وہ اللہ کے احکامات کو پوری طرح بیان نہیں کرتی۔

☆ باقی یہودی فرقے مسجد اقصیٰ کے مقام کو (جہاں دونوں ہیکل کی تعمیر ہوئی تھی) مقدس ترین مقام سمجھتے ہیں جبکہ سمارتی فرقہ جبل طور کو مقدس ترین مقام سمجھتا ہے۔

## عقائد :

☆ اللہ کو واحد الہ مانتے ہیں۔

☆ باقی یہودیوں کے مطابق جو کتابیں اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہیں، ان میں توریت کے علاوہ زبور اور باقی انبیا کی کتابیں بھی ہیں جن کو مجموعی طور پر تنخ (Tanakh) کہتے ہیں۔اسی طرح جو احکامات زبانی طور پر پہنچے اور ان کو بعد میں قلمبند کیا گیا، ان احکامات کی کتابی صورت کے مجموعے کو تلمود (Talmud) کہا جاتا ہے۔قدامت پرست یہودی تنخ اور تلمود دونوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اس کے ساتھ قدیم مذہبی رہنماؤں کی تشریحات کو ملا کر یہودیوں نے اپنا مذہبی قانون بنایا ہے جسے ہلاکہ یا ہلاچہ (Halakah/Hakacha) کہتے ہیں جو اس وقت اسرائیل میں رائج ہے اور اسے یہودیوں کو یکجا کرنے کی طاقت سمجھا جاتا ہے۔ چونکہ سمارتی یہودی موسیٰ کی توریت کو مانتے ہیں اور صرف اسی کو دین کا ماخذ خیال کرتے ہیں اس لیے یہ باقی یہودیوں کی نسبت تنخ اور تلمود کو نہیں مانتے اور نہ ہی ہلاکہ کو قانون مانتے ہیں۔

☆ ان کے مطابق جبل طور جہاں توریت نازل ہوئی تھی وہ سب سے مقدس مقام ہے۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ آخرالزمان میں تاہب (Taheb) نامی شخصیت آئے گی جو زمین پر

چالیس سال تک حکومت کرے گی جو سب یہودیوں کو اکھٹا کرے گی۔ جب وہ شخصیت فوت ہوگی تو اسے یوسفؑ کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ اس کے بعد قیامت قائم ہوگی۔ باقی یہودیوں کا اس ہستی کے بارے میں عقیدہ مختلف نوعیت کا حامل ہے۔

اسرائیلی حکومت ان کو یہودیوں کا ایک فرقہ مانتی ہے، تاہم اسرائیلی قانون کے مطابق ان کو مکمل یہودی کہلوانے کے لیے ہلاکہ کو تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اپنا آبائی مذہب چھوڑنا پڑتا ہے۔

## 1- فاریسی یہودی/رسم پرست یہودی (PHARISEES)

☆ یہ فرقہ دوسرے ہیکل کے زمانے میں ظہور پذیر ہوا۔ اس وقت ہیکل دوم اور اس سے جڑی تمام رسومات کا انتظام ایک دوسرے فرقے سدیوسی یہودیوں کے پاس تھا جو کہ اونچا طبقہ تھا اور باقی فرقوں پر اسکی اجارہ داری تھی۔

☆ اس زمانے میں اسکندر اعظم کی فتوحات کا ڈنکہ بج رہا تھا اور یونانی تہذیب دنیا پر اپنا رنگ چھوڑ رہی تھی، اس رنگ کا اثر یہودیوں کی سلطنت پر بھی ہوا۔ فاریسی یہودی اس کو اپنانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔

☆ فاریسی یہودی دوسرے ہیکل کی خودساختہ رسومات اور باطل عقائد کو ماننے کی بجائے موسیٰؑ کے احکامات پر عمل پیرا ہونے کو اہمیت دیتے تھے۔

☆ یہ لوگ ان دینی احکامات پر ایمان رکھتے تھے جو توریت کے علاوہ زبانی طور پر بھی پہنچے تھے۔ ان احکامات میں اپنی تشریحات شامل کر کے بعدازاں ان کے مربیوں (مذہبی رہنماؤں) نے انہیں تلمود کی شکل میں اکھٹا کیا۔

☆ یہ فرقہ 170 قبل مسیح میں ظہور پذیر ہوا اور 73 بعداز مسیح میں ہیکل دوم کی تباہی (جسکی تفصیل آگے آئے گی) کے بعد مربیانہ یہودیت میں تبدیل ہوگیا۔

☆ یہ لوگ موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے تھے۔

☆ وحدانیت پر یقین رکھتے تھے۔

☆ ان کا عقیدہ تھا کہ انسان کو نیکی اور بدی کا اختیار حاصل ہے تاہم اللہ کو اپنے علم کی بدولت پہلے سے معلوم ہے کہ وہ کونسا راستہ اختیار کرے گا۔

## 2- سدیوسی یہودی/اجارہ دار یہودی (SEDUCEES)

☆ یہ فرقہ بھی 167 قبل مسیح میں ظہور پذیر ہوا اور 73 بعد از مسیح میں ختم ہو گیا۔

☆ ان کے پاس دوسرے ہیکل کا انتظام تھا اور یہ خوشحال طبقہ تھا۔اسی خوشحالی نے ان کو گمراہ کر دیا تھا اور ان کے ہاں من مانے عقائد اور رسومات کا دور دورہ تھا۔

☆ یہ لوگ تقدیر پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

☆ ان کے مطابق انسان کو نیکی اور بدی کا مکمل اختیار ہے اور اس کیلئے اسے کسی مافوق الفطرت طاقت کی مدد کی ضرورت نہیں۔

☆ یہ لوگ روح کو فانی خیال کرتے تھے گویا موت کے بعد کی زندگی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

☆ نہ ہی موت کے بعد سزا و جزا پر یقین رکھتے تھے۔

☆ فاریسی یہودیوں کے ساتھ ان کے تنازعات مختلف نوعیت کے تھے۔عقائد کے اختلاف کے ساتھ پاکی اور ناپاکی کے مسائل پر ان کے خیالات مختلف تھے۔

☆ فاریسیوں کے مطابق اگر مرنے والے کی ایک بیٹی ہو تو اسکی جائیداد میں اسکی بیٹی کے ساتھ اس کے بھائی بھی حصہ دار ہونگے۔سدیوسیوں کے مطابق ساری جائیداد بیٹی کی وراثت ہے۔

☆ سدیوسیوں کے مطابق خادم کے کیے گئے نقصان کا ازالہ مالک کرے گا۔فاریسیوں کے مطابق اسطرح تو غلام جان بوجھ کر نقصان کریں گے تاکہ مالک کو تکلیف ہو۔

☆ فاریسیوں کے مطابق جھوٹی گواہی کی سزا قتل ہے چاہے اس گواہی کی بنا پر فریقین کو سزا مل چکی ہو یا نہیں۔سدیوسیوں کے مطابق جھوٹی گواہی کی سزا صرف اس وقت ملے گی جب فریقین کو اس کی بنا پر سزا مل چکی ہو۔

**3- ایسینیز یہودی/ تارک دنیا یہودی (ESENEES)**

☆ یہ فرقہ دوسری صدی قبل مسیح سے پہلی صدی بعداز مسیح تک ظہور پذیر ہوا۔

☆ ان کا طرز زندگی دنیا سے الگ تھلگ رہنے کا تھا۔

☆ خود تراشیدہ غریبی میں رہتے، کثرت سے صدقہ کرتے، پرانی لکھی ہوئی کتابیں پڑھتے، غصے سے پرہیز کرتے اور درویشانہ زندگی بسر کرتے۔

**4- زیالوٹس یہودی/ تشدد پسند یہودی (ZEALOTS)**

☆ یہ فرقہ 6 قبل مسیح سے 73 بعداز مسیح تک رہا۔

☆ اس وقت تمام بیت المقدس رومیوں کے اقتدار میں چلا گیا تھا۔

☆ رومی حکومت کے خلاف اس فرقے نے جہاد شروع کیا جسکی مخالفت اس وقت کے علماء اور مذہبی رہنماؤں نے کی۔

☆ رومی اس وقت جنگی حکمت عملی اور فوجی طاقت کے اعتبار سے دنیا کی سب سے بڑی سلطنت تھی۔

☆ اس فرقے کے لوگوں کی تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی اور انہوں نے مختلف محاذوں پر بغاوت کا آغاز کیا اور رومی فوج کو خاطرخواہ نقصان پہنچایا۔

☆ 66 بعداز مسیح سے 73 بعداز مسیح تک ان کی رومی افواج سے 3 جنگیں ہوئیں۔

☆ رومیوں نے ان کے خلاف بھرپور قوت کا استعمال کیا جسکے نتیجے میں تقریباً پانچ لاکھ اسی ہزار یہودی مارے گئے۔

☆ اس بغاوت نے پوری یہودی آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور سارا ملک فساد کی لپیٹ میں آ گیا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

”الغرض جب دوسرے (فساد) کا وقت موعود آیا (تو ہم نے اپنے دوسرے جنگجو بندے

تم پر مسلط کر دیے) تا کہ وہ مار مار کر تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور مسجد (اقصیٰ) میں اس طرح داخل ہو جائیں جس طرح پہلی مرتبہ داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر غلبہ حاصل کریں اسے تباہ وبرباد کر ڈالیں'' (سورۃ17،آیت7)

☆ الغرض رومیوں نے یہودیوں کو بری طرح قتل کیا، 73 عیسوی میں دوسرے ہیکل کو بھی تباہ کر دیا اور یہودیوں کے اسرائیل/یروشلم میں داخلے پر پابندی لگا دی۔

☆ اس طرح یہودی اللہ کے وعدہ کے مطابق دوسری بار جلاوطن ہوئے اور انہوں نے بھاگ کر دنیا کے مختلف ممالک میں پناہ لی۔

☆ یہ لوگ مغربی یورپ، ہسپانیہ، پرتگال اور مشرق وسطی میں آباد ہوئے اور مقامی ثقافت کے رنگ میں رنگ گئے۔ثقافتی تقسیم کے لحاظ سے جو فرقے وجود میں آئے ان کی تفصیل آگے آرہی ہے۔اس تقسیم کے سائے تلے مزید فرقہ بندی کا ایک لامتناہی سلسلہ پروان چڑھا جو آج تک جاری ہے۔

## بنی اسرائیل کی ثقافتی تقسیم اور فرقے:

دوسرے ہیکل کی تباہی کے بعد کی جلاوطنی اور نقل مکانی کے نتیجے میں مندرجہ ذیل ثقافتی تقسیم ظہور پذیر ہوئی۔

### -1 مشرقی یورپ کے یہودی/اشکنازی یہودی (ASHKENAZI JEWS)

☆ یہ لوگ مغربی یورپ اور روم میں آباد ہوئے اور وہاں کی ثقافت کا رنگ ان پر غالب آیا۔

☆ بعدازاں یہ لوگ دنیا بھر میں پھیلے لیکن وہ ثقافتی رنگ آج بھی نمایاں ہے۔

☆ ان کی تعداد 10 سے 11.2 ملین کے لگ بھگ ہے۔

### -2 ہسپانیہ/پرتگال کے یہودی/سفرادی یہودی (SEPHARDI JEWS)

☆ یہ یہودی ہجرت کے بعد ہسپانیہ اور پرتگال میں آباد ہوئے۔

☆ ان کی آبادی 2.2 ملین ہے۔

## 3- مشرق وسطیٰ کے رہنے والے/مزراہی یہودی (MIZRAHI JEWS)

☆ یہ یہودی جلاوطنی کے بعد مشرق وسطی میں آباد ہوئے۔

☆ ان کی کل تعداد تقریباً 3.5 ملین ہے۔

## مندرجہ بالا فرقوں کے باھمی اختلافات:

☆ ثقافتی تقسیم کی وجہ سے ان یہودیوں کے طور طریقے اور رسم و رواج میں اختلاف ظہور پذیر ہوا جو وقت کے ساتھ شدت اختیار کرتا چلا گیا۔ چند اختلافات ذیل میں درج ہیں۔

☆ جس دن یہودیوں کو فرعون سے نجات ملی ، اس دن کو سمندر پار کرنے کا دن یا پاس اوور (Pass Over) کہتے ہیں ۔اس دن کی خوشی میں یہودی خصوصی دعوت کا اہتمام کرتے ہیں اور خوب دعا کرتے ہیں۔ یورپی یہودی اس دن چاول اور دال کھانے سے اجتناب کرتے ہیں اور اسے جائز نہیں سمجھتے جبکہ پرتگال کے یہودی چاول اور دالیں شوق سے کھاتے ہیں۔

☆ یورپی یہودی دودھ اور مچھلی کو اکھٹا کھالیتے جبکہ پرتگالی یہودی اسے جائز نہیں سمجھتے۔

☆ یورپی یہودی خواتین جوکہ شادی شدہ ہوں یا بیوہ ہوں وہ اپنے اصلی بالوں پر نقلی بال چڑھالیتی ہیں تاکہ اصلی بال دکھائی نہ دیں جسکو حرام سمجھا جاتا ہے۔ پرتگالی یہودیوں کے ہاں ایسی کوئی قید نہیں۔

☆ جانور کے جسم کے کچھ حصہ کی چربی یورپی یہودیوں کے ہاں حلال ہے جبکہ پرتگالی یہودی اسے حرام سمجھتے ہیں۔

☆ یورپی یہودی اپنے نومولود بچوں کے نام اپنے خاندان کے مرے ہوئے لوگوں کے ناموں پر رکھتے ہیں جبکہ پرتگالی یہودی یہ نام زندہ لوگوں کے ناموں پر بھی رکھ لیتے ہیں۔

☆ نماز کے وقت ایک سیاہ رنگ کی چادر اوڑھی جاتی ہے جو کہ یورپی یہودی شادی کے بعد پہنتے ہیں جبکہ پرتگالی یہودی اسے بچپن سے پہنتے ہیں۔

## یورپی یھودیوں کی فرقہ بندی:

یورپی یہودی یا اشکنازی یہودی پوری دنیا میں پھیلے اور آج یہ تمام یہودی آبادی کا تقریباً 75% ہیں۔

ان کے درمیان مزید فرقوں نے جنم لیا جسکی مختصر تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

**1-** **ہاسدی یہودیت / صیہونی یہودیت** (HASIDIC JUDAISM)

☆ یہ فرقہ اٹھارویں صدی میں یوکرائن (Ukraine) سے اٹھا اور پھر مشرقی یورپ تک پھیل گیا۔ آج کل اس کے ماننے والے زیادہ تر امریکہ اور اسرائیل میں رہتے ہیں۔

☆ اس کا بانی پولینڈ (Poland) سے تعلق رکھنے والا یہودی مذہبی رہنما اسرائیل بن الیزر تھا جسے عرف عام میں بال شیم ٹوو کہتے ہیں۔

☆ یہ لوگ قدیم یہودی روایات پر عمل کرتے ہیں، خاص قسم کا لباس پہنتے ہیں اور نویں صدی عیسوی کی زبان بولتے ہیں۔

☆ اس فرقے کی مذہبی رسومات کا ماخذ کبالہ (Kabala) ہے جس میں علم الاعداد اور مختلف قسم کی اشکالات کا استعمال ہوتا ہے اور اس میں جادو کا بھی بڑا عمل دخل ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

"(اہل کتاب کو چاہیے تو یہ تھا کہ اللہ کی کتاب کی پیروی کرتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ جادو ٹونے کے) ان (خرافات) کے پیچھے لگ گئے جو (خرافات) کہ شیاطین، سلیمانؑ کے عہد حکومت کی طرف منسوب کر کے تلاوت کیا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمانؑ نے کبھی (جادو جیسے) کفر کا ارتکاب نہیں کیا، یہ تو شیاطین ہی تھے (جنہوں نے جادو کر کے خود بھی) کفر کیا (اور اس کفر کو فروغ بھی دیا اور وہ اسطرح کہ) انسانوں کو (بھی) جادو سکھانے لگے (مزید براں اہل کتاب اس علم سحر کے پیچھے بھی لگ گئے) جو بابل میں ہاروت اور ماروت دو فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا۔ یہ دونوں فرشتے کسی کو بھی جادو نہیں سکھاتے تھے جب تک اس سے یہ نہ کہتے کہ ہم تو

(تمہارے لیے) آزمائش ہیں اس لیے (جادو سیکھ کر) کفر نہ کرو۔ (لیکن اہل کتاب) ان سے وہ باتیں سیکھتے جن سے شوہر اور بیوی کے درمیان تفریق پیدا کر دیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو (ذرا سا بھی) نقصان نہیں پہنچا سکتے، بہر حال یہ ان دونوں فرشتوں سے ایسی باتیں سیکھتے جو انہیں نقصان پہنچائیں اور فائدہ کچھ نہ پہنچائیں اور وہ یہ بات اچھی طرح جانتے تھے کہ جو جادو کا خریدار ہوگا اسکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اسکے باوجود جادو کے کاروبار میں مشغول تھے)''۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 102)

☆ یہ لوگ کبالہ کی بنیاد پر مختلف قسم کی شعبدہ بازی کے مظاہرے کرتے اور کرشمے دکھاتے ہیں اور باطن کے تزکیہ پر زور دیتے ہیں۔

☆ یہ چھوٹی چھوٹی آبادیوں میں رہتے ہیں اور ایک مذہبی رہنما کی اطاعت کرتے ہیں۔ ہر شخص کو اس رہنما کے بتائے ہوئے طریقوں پر سختی سے عمل کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اسے اللہ کے قریب پہنچا دے۔

☆ اس فرقے کے ماننے والے خاندانوں کی تعداد 130,000 ہے جو یہودی آبادی کا 5% بنتے ہیں۔

☆ یہ لوگ خود کو باقی لوگوں سے پاکیزہ خیال کرتے ہیں اور خود کو اللہ کا مقرب مانتے ہیں، اور نمازوں/دعاؤں سے پہلے مراقبہ کرتے ہیں۔

☆ 1812 عیسوی میں ان کے درمیان بڑا اختلاف رونما ہوا جب ان کے ایک ذیلی فرقے نے لوگوں کو اپنی طرف بلانے کی غرض سے پیسوں کا لالچ دینا شروع کیا۔

☆ انیسویں صدی کے آخر میں ان کے درمیان اور بہت سے فرقوں نے جنم لیا جن کے اعمال میں باہم اختلاف تھا۔ کچھ کے مطابق مراقبہ اللہ کی قربت کا ذریعہ ہے، کچھ کے خیال میں ہنسنا اور خوش رہنا قرب الٰہی کا ذریعہ ہے جبکہ کچھ تو کافی آگے چلے گئے ہیں جو کہتے ہیں کہ جب انسان قرب الٰہی کی منازل طے کرتے ہوئے بلند مقام تک پہنچ جاتا ہے تو اسے قدرت کی طرف سے گناہ کی ترغیب ملتی ہے جو کہ عام لوگوں کی سمجھ سے

بالاتر ہوتی ہے۔اس گناہ کے بعد معافی مانگنے سے درجات کی بلندی میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہےلیکن اس کو وہ لوگ سمجھ سکتے ہیں جو کہ قرب الٰہی میں بلند مقام رکھتے ہیں۔

## -2 روشن خیال فرقہ (HASKALAH MOVEMENT)

☆ یہ فرقہ 1770 میں موسیٰ منڈیلسن (Moses Mendelson) نے شروع کیا اور 1881 تک اسے دنیا بھر سے مختلف یہودی رہنماؤں کی پشت پناہی حاصل ہوئی۔

☆ اس کا مقصد یہ تھا کہ یہودی ثقافت کو زندہ کیا جائے اور تمام یہودی ایک رنگ میں رنگ جائیں۔

☆ اس تحریک نے یہودیوں کو ابھارا کہ وہ تمام دنیا کے کاروبار میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

☆ تاہم اس فرقے کے نظریات مذہب سے ہٹ کر لادینی کی طرف تھے اور بہت سے یہودیوں نے اس میں شمولیت اختیار کی۔

## -3 صیہونی تحریک (ZIONIST MOVEMENT)

☆ صیہون (Zion) یروشلم (بیت المقدس) میں ایک پہاڑی کا نام ہے جس پر ہیکل سلیمانی اور مسجد اقصیٰ تعمیر ہوئے۔ چونکہ یہ تحریک یروشلم کو حاصل کرنے کیلئے شروع کی گئی اس وجہ سے اسے صیہونی تحریک (Zionist Movement) کہتے ہیں۔

☆ یہ تحریک 1896 میں تھیوڈور ہرزل (Theodore Herzl) نے شروع کی۔

☆ اس تحریک کا مقصد یہ تھا کہ یہودیوں کیلئے ایک علیحدہ ریاست قائم کی جائے۔

☆ کچھ یہودیوں نے اس کی مخالفت کی اور کچھ نے حمایت کی۔اس کشمکش میں یہودی تین بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے جسکی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

### -3.1 قدامت پرست / کٹر یہودی (ORTHODOX JUDAISM)

☆ یہ لوگ پرانے یہودی نظریات اور تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔

☆ تنخ، تلمود اور ہلاکہ پر عمل پیرا ہونے پر زور دیتے ہیں۔

☆ حلال خوراک، پاکدامنی اور اخلاق پر زور دیتے ہیں۔

☆ ان کے عقائد میں مردوں کا دوبارہ زندہ ہونا، موت کے بعد سزا اور جزا، اسرائیل کا اللہ کی منتخب کردہ اور محبوب مخلوق ہونا، اور مسیح موعود کے آنے کے بعد تیسرے ہیکل کی تعمیر شامل ہیں۔

☆ ان کے اس عقیدے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اے رسول یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں۔ ان سے پوچھیے کہ پھر اللہ تمھیں عذاب میں کیوں مبتلا کرتا ہے؟'' (سورۃ آل عمران، آیت 18)

☆ اس فرقے کے مزید دو ذیلی فرقے وجود میں آئے۔ ایک فرقہ پرانی روایات پر عمل پیرا ہونے میں بہت کٹر ہے جبکہ دوسرا قدرے لچکدار ہے۔

☆ کٹر یہودی دوسرے ملکوں کی ثقافت کے رنگ میں نہیں رنگتے بلکہ اپنی الگ پہچان قائم رکھتے ہیں جبکہ لچکدار یہودی دوسرے لوگوں کی ثقافت کو اپنانے میں حرج محسوس نہیں کرتے۔

☆ کٹر یہودی داڑھیاں رکھتے ہیں اور ان کو سفید چھوڑتے ہیں، خاص لباس اور ٹوپی پہنتے ہیں اور ان کی عورتیں بھی پردہ کرتی ہیں۔ جبکہ لچکدار یہودی اپنی حالت اور حلیہ سے باقی لوگوں سے ممتاز نہیں کیے جاسکتے۔

☆ دوسرے تمام یہودی جو کہ ہلاکہ پر عمل پیرا نہیں ہوتے، یہ فرقہ ان یہودیوں کو گمراہ قرار دیتا ہے۔

☆ دوسرے مذہب کے لوگوں سے شادی کی اجازت نہیں دیتے۔

☆ ان کے عبادت خانوں کی رسومات صرف مرد مذہبی رہنما سرانجام دیتے ہیں اور ان رسومات میں صرف مرد ہی شرکت کرتے ہیں۔

☆ اس فرقے کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً 2 ملین ہے۔

## 3.2- اصلاحی یہودیت (REFORM JUDAISM)

☆ اس فرقے کو انیسویں صدی میں ایک مذہبی رہنما ابراہام گیگر (Abraham Gieger) نے شروع کیا۔

☆ یہ لوگ اس عقیدے پر یقین نہیں رکھتے کہ یہودی مذہب کی تعلیمات بس وہی ہیں جو کوہ طور پر موسیٰؑ پر نازل ہوئی تھیں۔ ان کے مطابق توریت بھی اور اسکی تشریحات بھی لوگوں نے ہی لکھی تھیں جنہیں الہامی رہنمائی حاصل تھی۔ آج بھی الہامی رہنمائی کی روشنی میں توریت کی جدید تشریحات کی جا سکتی ہیں۔

☆ ان کے پیروکاروں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہ ایک اللہ کی وحدانیت کو کامل طور پر تسلیم نہیں کرتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ مسیح اللہ کے بیٹے ہیں۔ یہ ان کے مونہوں کی باتیں ہیں اور یہ ان لوگوں کی مشابہت کرتے ہیں جنہوں نے پہلے کفر کیا''۔ (سورۃ التوبۃ، آیت 30)

☆ ان کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً 1.5 ملین کے قریب ہے۔

☆ ان کے مطابق کوئی بھی یہودی توریت کی تشریح کر سکتا ہے، اس کیلئے صرف مذہبی رہنماؤں کو خاص فوقیت حاصل نہیں۔

☆ یہ فرقہ ہلاکہ کو تسلیم نہیں کرتا اور نہ ہی اس پر عمل پیرا ہوتا ہے۔

☆ باقی یہودیوں کے برعکس یہ فرقہ آخری مسیحا کے آنے کے عقیدہ کو نہیں مانتا۔

☆ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں۔

☆ ان کے مطابق روح فانی ہے اور موت کے بعد کوئی سزا و جزا کا عمل نہیں۔

☆ ان لوگوں نے نماز کو تبدیل کیا ہے اوراس میں ان آیات کو حذف کیا ہے جو موت اوراسکے بعد کی زندگی سے متعلق ہیں۔

☆ یہ فرقہ بہت روشن خیال ہے،ان کے مذہبی رہنما صرف مرد ہی نہیں بلکہ عورتیں بھی ہوتی ہیں جو خطبہ دیتی ہیں۔

☆ ہم جنس پرستی کو تسلیم کرتے ہیں اوران کی آپس میں شادیوں کو برا نہیں سمجھتے۔

☆ اگر دو بالغ لوگ اپنی مرضی سے جسمانی تعلقات بنانا چاہئیں تو اسکو قابل تادیب نہیں سمجھتے۔

☆ دوسرے مذاہب کے لوگوں سے شادی اصولاً منع ہے تاہم اس فرقے کے 80 فیصد لوگوں کی شادی بین المذاہب ہی ہوئی ہے۔

☆ یہ اس بچے کو یہودی مانتے ہیں جسکی ماں یا باپ میں سے کم از کم ایک یہودی ہو۔

☆ واضح رہے کہ دنیا میں ہم جنس پرستوں کا سب سے مشہور اور محفوظ ترین شہر اسرائیل کا دارلحکومت تل ابیب (Tel Aviv) ہے۔

### 3.3- اعتدال پسند/محتاط یہودی (CONSERVATIVE JUDAISM)

☆ یہ فرقہ انتہائی کٹر یہودیوں اور انتہائی روشن خیال یہودیوں سے ہٹ کر ایک درمیانی راستہ اختیار کرنے پر زور دیتا ہے۔

☆ یہ لوگ ہلاکہ کو مانتے ہیں اور اسے یہودیوں کے اتحاد کی علامت قرار دیتے ہیں تاہم اس قانون کو جامد نہیں سمجھتے۔مثلاً کٹر یہودی ہفتے کے دن گاڑی کا استعمال نہیں کرتے کیونکہ ہلاکہ میں اس کی ممانعت ہے تاہم اس فرقے کے لوگ ہفتے کو گاڑی چلا کر ہی عبادت خانے آتے ہیں۔

☆ ان کے مطابق تلمود ساری کی ساری الہامی نہیں ہے بلکہ اس میں کثرت سے اقوال الرجال شامل ہیں۔

☆ کٹر یہودیوں کے برعکس ان کے مذہبی اجتماعات میں خواتین کو شرکت کی عام

اجازت ہے۔

☆ ہم جنس پرستوں کو تسلیم کرتے ہیں اور انہیں مذہبی رہنما بنانے کی بھی اجازت ہے۔

☆ بین المذاہب شادیوں کی اجازت نہیں دیتے اور اگر کسی جوڑے کا شوہر یا بیوی یہودی نہیں ہے تو اسے مذہبی رسومات میں شامل ہونے کی اجازت نہیں دیتے۔

- ان تین فرقوں کے خیالات صہیونی تحریک کی وجہ سے مختلف نوعیت کے حامل ہیں۔
- کٹر یہودیوں کے مطابق یہودی ریاست کا قیام صرف آخری مسیحا ہی سرانجام دے سکتا ہے۔خود سے ریاست بنانا الہامی منصوبے کے خلاف ہے۔
- روشن خیال یہودیوں کے مطابق یہودی جس ملک میں آباد ہیں انہیں اس جگہ کے قانون کے مطابق زندگی بسر کرنی چاہیے چہ جائیکہ علیحدہ ریاست کا مطالبہ کریں۔
- اعتدال پسندوں کے مطابق اسرائیل کا قیام ٹھیک ہے تاہم یہ ایک لادینی ریاست ہونی چاہیے۔
- تاہم دوسری جنگ عظیم میں جب ہٹلر نے یورپ میں یہودیوں کا قتل عام شروع کیا تو یہ متضاد نظریات دم توڑ گئے اور سب فرقے ایک ریاست کے قیام پر متفق ہو گئے۔

## 4- قرآتی یہودی (QARAITE JUDAISM)

☆ انیسویں صدی میں ایک اور مشہور فرقہ ظہور پذیر ہوا جسے قرآتی یہودی کہتے ہیں۔

☆ یہ فرقہ صرف تنخ پر ایمان رکھتا ہے اور تلمود کا انکار کرتا ہے۔

☆ ہلاکہ کو بھی قانون نہیں سمجھتا۔

☆ ایک الہ کی واحدنیت کو تسلیم کرتے ہیں۔

☆ ان کی تعداد 35000 سے 50,000 کے درمیان ہے۔

☆ ان کو تلمود پر شدید تحفظات ہیں مثلاً:

- تلمود میں بہت سی متضاد آراء ہیں اور تلمود یہ بتانے سے قاصر ہے کہ کونسی رائے درست ہے اور کونسی غلط، بلکہ وہ مختلف آراء بیان کر کے خاموش ہو جاتی ہے۔
- جو توریت موسیٰؑ کو کوہ طور پر ملی تھی اس میں زبانی احکامات کا ذکر نہیں ملتا۔ جب انہیں کوہ طور پر بلایا گیا تو ان سے کہا گیا ''تم میرے پاس اوپر پہاڑ پر آؤ اور وہاں رہو، میں تمہیں احکامات دوں گا جو میں نے پتھر کی تختیوں پر لکھے ہیں'' (جلاوطنی 24:12)۔اس حکم میں لکھی ہوئی چیز کا ذکر ہے اور زبانی چیز کی کوئی صراحت نہیں ملتی۔
- الغرض تلمود تمام تر انسانی تصنیف ہے اور اسکا الہامی ہونا ثابت نہیں۔

☆ کٹر یہودی اس فرقے کو یہودی نہیں مانتے اور گمراہ قرار دیتے ہیں۔

## 5- بیسویں صدی کے فرقے

جب بھی کوئی قوم اصلی تعلیمات سے ہٹ کر فرقہ بندی اختیار کرتی ہے تو پھر اس فرقہ بندی کے سیلاب کو روکنا ناممکن ہو جاتا ہے اور ہر شخص اپنی ڈھائی اینٹ کی مسجد بنالیتا ہے۔ یہی حال یہودی قوم کے ساتھ ہے کہ فرقہ بندی کا سلسلہ تھمنے کا نام نہیں لیتا۔ انیسویں صدی کی طرح بیسویں صدی میں بھی بہت سے فرقے وجود میں آئے جن میں سے نامور مندرجہ ذیل ہیں۔

### 5.1- یہودیت کی تنظیم نو: (RECONSTRUCTIONIST JUDAISM)

☆ یہ فرقہ ابتدا میں اعتدال پسند یہودیوں کے ساتھ تھا تاہم 1967 میں انہوں نے اپنا علیحدہ مکتبہ فکر بنالیا۔

☆ یہ فرقہ ہلاکہ پر عمل کرنے کو انفرادی پسند خیال کرتا ہے۔

☆ یہودی مذہب کو الہامی دین خیال نہیں کرتے بلکہ یہ سمجھتے ہیں کہ انسانوں کی ارتقائی منازل طے کرنے سے یہ وجود میں آیا۔

☆ صیہونیت کوفروغ دیتے ہیں۔

☆ ان کے فرقے کا ہر شخص مذہبی فیصلے کرسکتا ہے، اسکا عالم ہونا ضروری نہیں۔

☆ ان کے مطابق توریت بھی الہامی کتاب نہیں بلکہ انسانی سوچ کی ترقی اور ارتقا کا ایک کرشمہ ہے۔

☆ ایک الہ کونہیں مانتے ،ان کے مطابق قدرت کی مختلف طاقتیں انسان کو اسکی ضروریات فراہم کرتی ہیں۔

☆ اس بات کوبھی تسلیم نہیں کرتے کہ یہودی اللہ کی پسندیدہ قوم ہے اور نہ ہی وحی کو مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور یہودیوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ قدر کرنے کا حق تھا جبکہ انہوں نے یہ کہا کہ اللہ نے کسی انسان پر کبھی بھی کوئی کتاب نازل نہیں کی ،(اے رسول آپ ان سے ) پوچھیے کہ وہ کتاب کس نے اتاری تھی جو موسیٰؑ لیکرآئے تھے؟'' (سورۃ الانعام،آیت 91)

☆ موت کے بعد کی زندگی کے منکر ہیں۔

☆ ہم جنس پرستوں کوتسلیم کرتے ہیں۔

☆ جس بچے کی ماں یاباپ یہودی ہواسے یہودی مانتے ہیں۔

## 5.2- انسان پرست یہودیت (HUMANISTIC JUDAISM)

☆ یہ یہودیوں کاایک لادینی فرقہ ہے۔

☆ اس فرقہ کےلوگ واحدالہ اورالہامی دین پردلی یقین نہیں رکھتے۔

☆ ان کے مطابق یہودیت بنی اسرائیل کی قدیم ثقافت ہے اور مذہب اسکا ایک جزو ہے۔

☆ انسانوں کے پاس طاقت ہے اور اسکی ذمہ داری بھی ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اپنی مرضی کے مطابق گزار سکیں اور اس میں کسی مافوق الفطرت طاقت کا کوئی عمل دخل نہیں۔

☆ توریت، انجیل اور دیگر قدیم نسخے انسانی کاوشوں سے وجود میں آئے۔

☆ بین المذاہب شادیوں کا رواج عام ہے۔

☆ ہم جنس پرستوں کو تسلیم کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ انکے مذہبی رہنما بھی بن سکتے ہیں۔

## 5.3- جدت کار یہودیت (NEOLOG JUDAISM)

☆ یہ فرقہ یورپی ملک ہنگری میں شروع ہوا۔

☆ ابتداء میں یہ اعتدال پسندوں میں ہی شامل تھا تاہم بعد میں علیحدہ حیثیت اختیار کر گیا۔

☆ یہ لوگ اسرائیل کے قیام کے مخالفین میں سے تھے اور چاہتے تھے کہ یہودی اپنے ملکوں میں اپنے فرائض سرانجام دیں تاوقتیکہ آخری مسیح آ جائے۔

☆ ہنگری میں ان کی اپنی یہودی کونسل ہے۔

## 5.4- یہودیت کی ازسرنو تجدید کرنے والے (JEWISH RENEWAL)

☆ یہ ایک جدید فرقہ ہے جو قدیم یہودی روایات کو موسیقی، روحانیت، قصہ گوئی اور کہانت کے امتزاج کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

## 5.5- یہودی سائنس (JEWISH SCIENCE)

☆ یہ فرقہ امریکہ میں ظہور پذیر ہوا۔

☆ یہ فرقہ ایک خاص قسم کی عبادت کرتا ہے جسے مقبول عبادت کہتے ہیں۔

☆ اس عبادت میں ایک بیمار شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ہے، اسطرح اسے الہامی قوت نصیب ہوتی ہے جس سے وہ بہتر محسوس کرنے لگتا ہے۔

### 5.6- مخلوط تنظیمیں (Trans-denominational Movements)

یہودیوں کی کچھ تنظیمیں ہیں جو تمام فرقوں کو اکھٹا لیکر چلتی ہیں اور کسی ایک فرقے کی طرف جھکاؤ نہیں رکھتیں۔ان میں نامور تنظیمیں مندرجہ ذیل ہیں۔

1- یہودی سکول

2- یہودی مذہب کی اکیڈمی

3- عبرانی کالج

4- یہودی مذہبی رہنماؤں کی عالمی تنظیم

## 6- جھوٹے مسیح (FALSE MASSIEH)

☆ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ آخرالزمان میں داؤد علیہ السلام کی نسل سے ایک بادشاہ آئے گا جوان کا مسیحا ہوگا۔وہ یہودیوں کو ایک ریاست میں جمع کرے گا اور تیسرے ہیکل کی تعمیر کرے گا۔یہ لوگ عیسیٰؑ کو آخری مسیح نہیں مانتے۔

☆ یہودی ہر نماز میں اپنے مسیحا کی آمد کی خصوصی دعا کرتے ہیں۔

☆ تاہم یہودیوں میں ایسے لوگ بھی گزرے ہیں جنہوں نے جھوٹا مسیح ہونے کا دعوی کیا اور بہت سے یہودی ان سے مل گئے ۔ایسے دعویداروں نے بھی یہودی اتحاد کو سخت نقصان پہنچایا۔ایسے دعویداروں میں دو اشخاص قابل ذکر ہیں۔

### 6.1- سباتی زیوی (SABBATAI ZEVI)

☆ یہ شخص سلطنت عثمانیہ میں نمودار ہوا۔

☆ اس کا دور 1626 سے 1676 کا ہے۔

☆ اس نے مسیح موجود ہونے کا دعوی کیا اور بہت سے یہودی اس کے ساتھ مل گئے۔

☆ سلطنت عثمانیہ کے خلفاء کے خوف سے یہ شخص بظاہر مسلم ہو گیا لیکن پس پردہ یہودیوں سے بیعت لیتا رہا۔

☆ اس نے تنہائی کی حالت میں وفات پائی۔

6.2- جیکب فرانک (JACOB FRANK)

☆ یہ شخص پولینڈ (Poland) میں پیدا ہوا۔

☆ اس کا دور 1726 سے 1791 کا ہے۔

☆ پہلے اس نے خود کو مسیح موعود ظاہر کیا، پھر عیسائیوں کا عقیدہ اپنا کر خود کو تثلیث کی ایک اکائی قرار دیا۔

☆ اسطرح اس نے یہودیت اور عیسائیت کے امتزاج سے ایک نیا مذہب فرانکزم ایجاد کیا۔

☆ ایک وقت میں اس کے ماننے والوں کی تعداد 50,000 تک پہنچ گئی تھی۔

☆ اسکی وفات کے بعد اس کی بیٹی نے اس کے مذہب کا انتظام سنبھالا اور اسکو ماننے والے اسے الوہیت کی تثلیث کی نازک صنف قرار دیتے ہیں۔

مندرجہ بالا فرقوں کے مختصر تعارف سے یہ امر بالکل واضح ہے کہ قران مجید کے بیان کے عین مطابق یہودی کتنے ہی فرقوں میں بٹ گئے اور اللہ کے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ان معروف فرقوں کے علاوہ اور کتنے ہی ذیلی فرقے ہونگے جن کا علم اللہ کو ہے۔علماء پرستی، انا پرستی، آبا پرستی، نفس پرستی اور لاعلمی نے انہیں اس حال تک پہنچا دیا کہ لادینیت اور کفر تک جا پہنچے پھر بھی دعوی ہے کہ، ''ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے محبوب ہیں'' (سورۃ المائدۃ، آیت 18)

''جنت میں کوئی شخص داخل نہیں ہوسکتا سوائے یہودیوں اور عیسائیوں کے'' ۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 111)

''یہودی یا عیسائی ہوجاؤ تو فلاح پاؤ گئے'' (سورۃ البقرۃ، آیت 135)

جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اسی روش کی بدولت ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے اور انہیں مغضوب قوم قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بنی اسرائیل میں سے ان پر جنہوں نے کفر کیا داؤد علیہ السلام اور عیسی ابن مریم علیہ السلام کی زبان سے لعنت کی گئی ہے''۔ (سورۃ المائدۃ، آیت 78)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی ہے اور وہ اللہ کے غضب میں گرفتار ہوئے''۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 61)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا آپ نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جنہوں نے ان لوگوں کو دوست بنایا جن پر اللہ کا غضب ہوا''۔ (سورۃ المجادلۃ، آیت 14)

یہاں پہنچ کر قارئین کرام کے ذہن میں یہ سوال نہ ابھرے کہ یہ مغضوب اور لعنت زدہ قوم کس طرح آج اسرائیل جیسی مضبوط ریاست پر حکومت کرتی ہے اور مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کو ناکوں چنے چبوا چکی ہے۔ کیا یہ غلبہ اللہ کے وعدے کے خلاف تو نہیں؟ یقیناً یہ برتری بھی اللہ رب العزت کی پیشن گوئی کے عین مطابق ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یہ لوگ (بنی اسرائیل) جہاں کہیں بھی پائے جائیں گے، اسی ذلت میں گرفتار ہونگے سوائے اسکے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجائیں یا لوگوں کی پناہ میں آجائیں''۔

(سورۃ ال عمران، آیت 112)

مندرجہ بالا آیت میں خط کشیدہ عبارت قابل غور ہے۔ دوسرے ہیکل کی تباہی اور جلاوطنی کے بعد یہ لوگ دنیا کے مختلف حصوں میں آباد ہوئے۔ 1896 میں صیہونی تحریک شروع ہوئی اور یہود کے اکابرین نے (جو کہ مختلف عہدوں تک پہنچ گئے تھے) اسرائیلی ریاست کے قیام کی داغ بیل ڈالی۔ یہ تحریک اس وقت کامیابی سے ہمکنار ہوئی جب سلطنت برطانیہ نے یہودیوں کی

سرپرستی کرتے ہوئے ایک مشہور اعلامیہ جاری کیا جسے بلفور ڈیکلریشن (Balfour Declaration) کہتے ہیں۔

1917 کی پہلی جنگ عظیم میں جب سلطنت عثمانیہ نے جرمنی کا ساتھ دیا تو ہارنے کے بعداس پر برطانیہ کا غلبہ ہوگیا۔ برطانیہ کے وزیر داخلہ نے (جن کا نام بالفور تھا) ایک اعلامیہ جاری کیا جس میں یہودیوں کے قومی وطن یا قومی گھر کا منصوبہ پیش کیا گیا۔

پوری دنیا سے یہودی وہاں آ کر آباد ہونا شروع ہوئے اور برطانیہ اور امریکہ کی پشت پنائی سے اتنے مضبوط ہوئے گئے کہ 1948 میں عربوں سے جنگ آزادی میں فتح حاصل کی، 1967 کی چھ دن کی جنگ میں شام سے گولان کی پہاڑیاں اور مصر سے مکمل سائنائی صوبہ چھین لیا اور 1973 کی جنگ میں تمام عربوں کے دانت کھٹے کیے۔

آج بھی امریکی پشت پنائی سے اسرائیل دنیا میں سب سے زیادہ ایٹم بم رکھنے والا ملک ہے۔

اللہ رب العزت کے حکم کے مطابق اسرائیل کو یہ برتری ملی جسکا پیغام ایک اور جگہ بھی ملتا ہے۔تاہم برتری کی خوشخبری کے ساتھ فساد سے بچنے کا انتباہ بھی ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

’’ہوسکتا ہے کہ تمہارا رب تم پر رحم فرمائے (اور تمہیں پہلے جیسی شان و شوکت عطا فرمائے) لیکن اگر تم نے پھر وہی کام کیے (جو پہلے کیا کرتے تھے) تو ہم بھی پھر وہی کریں گے (جو ہم نے پہلے کیا تھا اور تمہیں سخت سزا دیں گے)‘‘ (سورۃ بنی اسرآئیل، آیت 8)

آج یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اس غلبے کے دور میں انہوں نے پوری دنیا خصوصاً عرب ممالک کو اپنے فسادی منصوبوں میں الجھا رکھا ہے۔عنقریب اللہ ان کو قہر مذلت میں گرفتار کرے گا جسکی پیشن گوئی متفق الیہ حدیث میں موجود ہے۔

# نصرانیت اوراسکی فرقہ بندیاں

رسول اللہ ﷺ کے فرمانِ عالیشان کے مطابق عیسائی بھی فرقہ بندی کا شکار ہوئے۔قبل اسکے کہ ان کے ماضی اور حال کے فرقوں کے متعلق لکھا جائے،عیسائیوں کا مختصر تعارف چند آیات بینات کی روشنی میں درج ذیل ہے۔

## عیسائیوں کا مختصر تعارف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’بے شک اللہ نے تمام جہانوں میں سے آدمؑ کو،نوحؑ کو،آل ابراہیمؑ کواور آل عمران کو منتخب فرمایا‘‘۔ (سورۃ ال عمران،آیت 33)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اور وہ وقت یاد کرو)جب عمران کی بیوی نے کہا’’اے میرے رب جو(بچہ)میرے پیٹ میں ہے،اس کو تیری نذر کرتی ہوں،وہ تیرے لیے وقف ہوگا،(اے میرے رب اس نذر کو)میری طرف سے قبول فرمالے،بے شک تو بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے‘‘۔

(سورۃ ال عمران،آیت 35)

’’پھر جب(وضع حمل کا وقت آیا تو)ان کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی،کہنے لگیں اے میرے

---

عیسائیت کے فرقوں کے متعلق کثیر مواد انٹرنیٹ پر بآسانی دستیاب ہے۔عیسائیوں کے تقریباً تمام مشہور فرقوں نے اپنی اپنی ویب سائٹس بنا رکھی ہیں جن میں ان کے نظریات کو بیان کیا گیا ہے۔تاہم تمام فرقوں کا اجمالی جائزہ مندرجہ ذیل لنک سے حاصل کیا جاسکتا ہے جس میں نہ صرف تمام تر تفصیل درج ہے بلکہ وہ تمام کتب بھی درج ہیں جن سے ان معلومات کو اخذ کیا گیا ہے۔
https://en.m.wikipedia.org/wiki/christian_denomination

چنداور ویب سائٹس جن سے استفادہ حاصل کیا گیا وہ بھی ذیل میں درج کی جارہی ہیں۔
https://hobart.k12.in.us/ksms/worldreligions/christian/denominations.htm
http://www.mesacc.edu/~thoqh49081/handouts/denominations.html

رب میرے ہاں تو لڑکی پیدا ہوئی ہے.................. میں نے اسکا نام مریم رکھ دیا ہے اور میں اسکو اور اسکی اولاد کو شیطان مردود (کے فتنے) سے (بچانے کیلئے) تیری پناہ میں دیتی ہوں''۔

(سورۃ ال عمران، آیت 36)

''الغرض مریم کے رب نے انہیں قبول فرمالیا''۔ (سورۃ ال عمران، آیت 37)

''(اور وہ وقت یاد کرو) جب فرشتوں نے (مریم سے کہا) ''اے مریم اللہ آپ کو اپنی طرف سے ایک کلمہ کی شہادت دیتا ہے جسکا نام مسیح عیسی ابن مریم ہوگا اور وہ دنیا اور آخرت میں باعزت اور (اللہ کے) مقرب بندوں میں سے ہوگا''۔ (سورۃ ال عمران، آیت 45)

''اور اللہ عیسی کو کتاب وحکمت اور توریت اور انجیل کی تعلیم دے گا اور انہیں بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا''۔ (سورۃ ال عمران، آیت 49-48)

ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ عیسی علیہ السلام، مریم سلام اللہ علیہا کی اولاد ہیں اور عمران ان کے نانا ہیں۔ عیسیؑ کو اللہ نے بنی اسرائیل کی طرف معبوث کیا اور انہیں انجیل عطا فرمائی۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''پھر ہم نے ان نبیوں کے بعد انہی کے قدموں کے نشانوں پر عیسیٰ بن مریمؑ کو بھیجا جو اس سے پہلے تورات کی تصدیق کرنے والے تھے اور ہم نے انہیں انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی اور جو اپنے سے پہلے (آنیوالی کتاب) تورات کی تصدیق کرنے والی تھی اور متقی لوگوں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی''۔ (سورۃ المائدۃ، آیت 46)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور ہم نے عیسی بن مریمؑ کو واضح نشانیاں دیں اور روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) کے ساتھ ان کی مدد کی''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 253)

عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو تبلیغ شروع کی لیکن جیسا کہ یہودیوں کے فرقہ وارانہ تعصب کا ذکر پچھلے باب میں کیا گیا ہے، اسکی بدولت انہوں نے عیسیؑ کی تکذیب کی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’جب عیسیٰ بن مریمؑ نے کہا: ’’اے بنی اسرائیل یقیناً میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو مجھ سے پہلے اتری تھی اور تمہیں ایک رسول کی بشارت دیتا ہوں جو میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہوگا، چنانچہ جب عیسی علیہ السلام ان کے پاس کھلی نشانیاں لیکرآئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے‘‘۔ (سورۃ الصّف، آیت 6)

چند خوش نصیب لوگ جو اللہ کی رحمت سے عیسی علیہ السلام پر ایمان لائے وہ ان کے حواری کہلائے۔عیسائی ان لوگوں کو عیسیٰ کے پیغمبر (Apostles) کہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’پھر بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لے آیا اور ایک گروہ نے کفر کیا، تو جو لوگ ایمان لے آئے تھے ہم نے ان کے دشمن کے مقابلے میں انکی مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔‘‘

(سورۃ الصّف، آیت 14)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’پھر جب (کافر نہ ماننے اور) عیسیٰ نے محسوس کیا (کہ وہ) کفر (سے باز آنے والے نہیں ہیں) تو کہنے لگے کہ کون اللہ کے راستے میں میرا مددگار ہے، حواریوں نے کہا ہم اللہ کے (دین کے) مددگار ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم مسلم ہیں‘‘۔

(سورۃ ال عمران، آیت 52)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اور جب ہم نے حواریوں کو حکم بھیجا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ، تو انہوں نے کہا ہم ایمان لائے اور آپ گواہ رہیں کہ ہم یقیناً مسلم ہیں‘‘۔ (سورۃ المآئدہ، آیت 111)

بنی اسرائیل چونکہ اپنی خصلتوں سے مجبور تھے، وہ عیسیٰ کے مخالف ہوگئے اور ان کے قتل کا منصوبہ بنانے لگے۔اللہ رب العزت نے عیسی علیہ السلام کو اپنے حکم سے آسمان پر اٹھالیا اور ان کی

ایک شبیہہ (ہم شکل) بنادی جسکو بنی اسرائیل نے قتل کیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جب بھی کوئی رسول تمہارے پاس ایسے احکام لے کرآیا جن پرعمل کرنے کوتمہارا دل نہیں چاہتا تھا تو تم نے تکبر کیا، ایک فریق کوجھٹلایا اور ایک فریق کوقتل کردیا''۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 87)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(اے رسول وہ وقت یاد کیجیے) جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے عیسیٰ میں تمہیں پوری طرح لینے والا ہوں اور اپنی جانب اٹھانے والا ہوں اور ان لوگوں سے جنہوں نے کفر کیا تمہیں پاک کرنے والا ہوں اور ان لوگوں نے جنہوں نے تمہاری پیروی کی قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھوں گا جنہوں نے کفر کیا''۔ (سورۃ آل عمران، آیت 55)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اوران کے اس قول کی وجہ سے کہ اللہ کے رسول مسیح ابن مریم کوہم نے قتل کیا حالانکہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا نہ ہی اسے سولی پر چڑھایا بلکہ ان کے لیے اسکی شبیہہ بنادی گئی''۔

(سورۃ النسآء، آیت 157)

الغرض اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کوعرش پر اٹھالیا اور یہودیوں کے فتنہ سے محفوظ رکھا اور بنی اسرائیل اپنی ماضی کی نافرمانیوں کی طرح اس بات پر تکبر کرتے رہے کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھایا حالانکہ اللہ نے ان کی شبیہہ بنادی تھی جسکوانہوں نے قتل کیا۔عیسیٰؑ کے حواری اس دین کی تبلیغ کرتے رہے جوروزاول سے اسلام ہے حتیٰ کہ تیسری صدی عیسوی میں روم کے بادشاہ کانسٹنٹائن نے عیسایت کی سرپرستی کی اوراسے سرکاری مذہب کے طور پر رائج کیا۔کچھ عرصہ میں پورا روم عیسایت کے زیراثر آگیا اور اللہ کا وعدہ جواس نے غلبہ کا کیا تھا وہ پورا ہوکر رہا۔

تاہم عیسائی مذہب کی ترویج یہودیوں کو کہاں برداشت تھی۔انہوں نے عیسایت کی

تعلیمات کو یکسر تبدیل کرنے کی ایک گھناؤنی سازش کی اور اس میں وہ کامیاب بھی ہوئے۔انہوں نے سینٹ پال(Saint Paul) نامی یہودی کو عیسایت کا لبادہ اوڑھا کر عیسایت کی تعلیمات کو مسخ کیا، حتیٰ کہ انجیل کی ستائیس کتابوں میں سے تیرہ کتابیں سینٹ پال کی جانب منسوب ہیں۔ متقدمین محققین اس امر پر متفق ہیں کہ عقیدہ تثلیث کا بانی سینٹ پال ہی تھا اور اس قسم کی دیگر خرافات بھی اسی کی ایجاد کردہ ہیں۔علامہ ابن حزم نے بھی اسی نقطہ نظر کی تصدیق کی ہے۔دیگر مسلمان علماء جن میں سید محمد نقیب، راشد رداا ور محمد علی جوہر وغیرہ شامل ہیں، ان کی تحقیق یہی ہے کہ سینٹ پال نے ہی عیسایت کی اصل تعلیمات کو مسخ کیا اور شرکیہ عقائد کو داخل مذہب کیا۔الغرض اہل سنت کے مطابق عیسائی مذہب میں سینٹ پال کا کردار وہی ہے جو اسلام میں عبداللہ بن سبا کا ہے جس نے علیؓ کی شان میں غلو کر کے شیعہ مذہب کی بنیاد رکھی۔

(https://en.m.wikipedia.org/wiki/paul_the_apostle)

سینٹ پال کے نظریات کے زیر اثر عیسائیوں نے اس دین میں اس حد تک غلو کیا کہ عیسیٰؑ کے مقام و مرتبہ کو ان کے اصل مقام سے بلند درجہ دے دیا۔325 عیسوی میں کانسٹنٹائن نے ایک کونسل بنائی جس نے عیسایت کے بنیادی اصول وضع کیے اور اسے سرکاری مذہب کے طور پر رائج کیا۔اس کونسل کے بنیادی اصولوں کو عیسائی نائسین کریڈ(Nicene Creed) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’ہم نے ان لوگوں سے جو کہتے تھے ہم عیسائی ہیں پختہ عہد لیا تھا مگر جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اسکا ایک حصہ وہ بھول گئے‘‘۔ (سورۃ المآئدہ، آیت 14)

اس کونسل کے بنیادی اصولوں میں ایک اصول عقیدہ تثلیث ہے۔یعنی الوہیت صرف اللہ رب العزت اکیلے کی نہیں بلکہ اس کے تین حصے ہیں۔ایک اللہ جسے وہ فادر/باپ کہتے ہیں اسلیئے کہ عیسیٰؑ اسکے بیٹے ہیں، دوسرا حصہ عیسیٰؑ ہیں جن کو وہ اللہ کا بیٹا مانتے ہیں اور تیسرا حصہ مقدس

روح ہے جس نے عیسیٰؑ کی روح کو مریمؑ کی مرضی سے ان کے بطن میں پھونکا۔ان کے مطابق چونکہ مریمؑ نے ایک الہ کو جنم دیا اسلیئے وہ بہت بلند مقام رکھتی ہیں۔اسطرح یہودیوں کی ریشہ دوانیوں سے عیسائی بھی دین کی اصل تعلیم فراموش کر کے شرک کے دروازے تک جا پہنچے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور یہودیوں نے کہا کہ عزیر اللہ کے بیٹے ہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ عیسیٰؑ اللہ کے بیٹے ہیں''۔ (سورۃ التوبۃ، آیت 30)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے تجاوز نہ کرو اور اللہ پر حق کے علاوہ کچھ نہ کہو مسیح ابن مریمؑ (الہ نہیں ہیں بلکہ) اللہ کے رسول اور اسکا کلمہ ہیں جو اس نے مریمؑ کی طرف القا کر دیا تھا اور اسکی طرف سے ایک روح ہیں چنانچہ اللہ اور اسکے رسولوں پر ایمان لے آؤ، مت کہو کہ الہ تین ہیں، تم باز آ جاؤ، یہی تمہارے لیے بہتر ہے''۔ (سورۃ النسآء، آیت 171)

کانسٹنٹائن کی کونسل کے اسکے بعد کئی اجلاس ہوئے اور ان اجلاسوں میں طے ہونے والے اصولوں کے باعث شدید اختلاف ہوا اور 451 عیسوی میں ان کا ایک بڑا حصہ روم سے الگ ہو گیا۔وقت کے ساتھ اختلاف بڑھتا گیا اور 1054 عیسوی میں عیسائی بھی چار بڑے فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ہر فرقہ اپنے علماء اور اپنے مشائخ کی من مانی تشریحات وتفریحات کی پیروی کرنے لگا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان لوگوں (اہل کتاب) نے اپنے علماء اور مشائخ کو اپنا رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریمؑ کو بھی''۔ (سورۃ التوبۃ، آیت 31)

یہودی اور عیسائی دونوں دین ابراہیمؑ پر عمل کے پابند تھے لیکن آپس کی فرقہ بندیوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے وہ اصل دین سے ایسے منحرف ہو گئے کہ جیسے اسکو جانتے ہی نہ ہوں۔یہ

دونوں گروہ اپنے ماسوا کسی کو حق پر بھی نہیں سمجھتے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان لوگوں (اہل کتاب) میں سے ایک گروہ نے جنہیں کتاب دی گئی تھی، اللہ کی کتاب کو پس پشت ڈال دیا گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں (کہ پس پشت کوئی چیز پڑی ہے)''۔

(سورۃ البقرۃ، آیت 101)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یہودیوں نے کہا کہ عیسائی کسی صحیح چیز پر قائم نہیں اور عیسائیوں نے کہا کہ یہودی کسی صحیح چیز پر قائم نہیں''۔ (البقرہ:113)

313 عیسوی (جب عیسائیت کو سرکاری مذہب کا درجہ ملا) سے لیکر 1054 عیسوی (جب عیسائیت فرقہ بندی کا شکار ہوکر مکمل تقسیم ہوگئی) کے درمیان اور آج تک عیسائیوں کے کون کون سے فرقے وجود میں آئے، ان کے علیحدہ ہونے کی وجہ کیا تھی، ان کا اختلاف کس قسم کا تھا اور ان کے ماننے والے کتنی تعداد میں موجود ہیں، ان سب باتوں کا حقیقی علم تو اللہ رب العزت کو ہے، تاہم ان کے ماضی اور حال کے نامور فرقوں کا مختصر تعارف ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

## عیسائی مذہب کی فرقہ پرستی:

جیسا کہ اوپر بیان ہوا ہے کہ عیسائی مذہب کی سرپرستی 313 عیسوی میں بادشاہ کانسٹنٹائن نے کی اور روم میں ان کے کلیسا کو سب سے اہم مقام حاصل ہوا۔ روم کا کلیسا تمام عیسائیوں کے گرجا گھروں میں بلند مقام رکھتا تھا اور اسکا سربراہ جو پوپ کہلاتا تھا، وسیع اختیارات کا مالک تھا۔ تاہم 380 عیسوی میں کانسٹنٹائن نے اپنا دارالخلافہ روم سے تبدیل کر کے قسطنطینہ (موجودہ استنبول) منتقل کیا۔ دارالحکومت منتقل ہونے سے قسطنطینہ کے عیسائیوں کو تقویت ملی اور انہوں نے یہاں پر ایک عظیم الشان کلیسا بنایا جسے ہیگیا صوفیہ (Hagia Sofia) کہتے ہیں۔ اس کلیسا کے اختیارات نے روم کے پوپ کی اجارہ داری کو متزلزل کیا۔ اس اجارہ داری کی کشمکش میں 1054

عیسوی میں قسطنطنیہ اور روم کے کلیسا علیحدہ ہو گئے۔قسطنطنیہ کے کلیسا اور اس کے ماتحت کلیساؤں میں عبادات کی زبان یونانی تھی جبکہ روم اور اسکے ماتحت کلیساؤں میں رائج زبان لاطینی تھی۔ یہ تقسیم عیسایت کی سب سے بڑی تقسیم تھی جسے عیسائی 1054 کی مشرقی ومغربی تقسیم کے نام سے یاد کرتے ہیں۔اس کی مزید تفصیل مشرقی عیسایت کے بیان میں آئے گی۔روم اور اس کے ملحقہ کلیسا مغربی یورپ میں پھیلے ہیں۔ یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ 451 عیسوی میں رومی کونسل کے فیصلے پر اختلاف کے باعث ایک فرقہ پہلے ہی علیحدہ ہو چکا تھا۔

مغربی یورپ کا کلیسا بھی اپنی یکتا حیثیت نہ برقرار رکھ سکا اور سولہویں صدی عیسوی میں ان کا ایک بڑا حصہ بھی علیحدہ ہو گیا۔ان دونوں فرقوں کے بعد مزید ذیلی فرقوں نے جنم لیا اور ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ خود عیسائی بھی اسکا احاطہ کرنے سے قاصر ہیں۔

مجموعی طور پر عیسائیوں کے چار بڑے فرقے درج ذیل ہیں:

1- کلیسائے روم (Roman Cathohic Church)

2- پروٹسٹنٹ کلیسا/احتجاجی کلیسا (Protestant Church)

3- مشرقی قدامت پرست کلیسا (Eastern Orthodox Church)

4- مشرقی راسخ العقیدہ کلیسا (Oriental Orthodox Church)

## 1- کلیسائے روم (CATHOLIC CHURCH)

☆ یہ عیسائیوں کا سب سے بڑا فرقہ ہے۔

☆ ان کے ماننے والوں کی تعداد 1.2 کھرب کے لگ بھگ ہے۔

☆ یہ کلیسائے روم کو عیسیٰؑ کا اپنا بنایا ہوا، واحد اور سچا گرجا گھر سمجھتے ہیں۔

☆ ان کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ نے اپنے بارہ جانشین مقرر کیے تھے جن میں سب سے زیادہ اہم سینٹ پیٹر تھا۔موجودہ کلیسائے روم کا سربراہ جو پوپ کہلاتا ہے خود کو سینٹ پیٹر

کا جانشین قرار دیتا ہے اوراسکے نیچے کام کرنے والے کلیساؤں کے عہدیدار جنہیں بشپ کہا جاتا ہے، وہ باقی جانشینوں کے جانشین سمجھے جاتے ہیں۔

☆ عقیدہ تثلیث کو مانتے ہیں جس میں ایک الہ ہے جوکہ والد ہے، ایک الہ جوکہ بیٹا ہے اور ایک مقدس روح جس نے بیٹے کی روح مریمؑ میں پھونکی۔اسی مقدس روح نے عیسیٰؑ کے دنیا سے اٹھائے جانے کے بعد یوم الخمیس(Pentacoast) کے دن ایک پہاڑ پر اپنا ظہور کیا اور عیسیٰؑ کے بارہ سرداروں کو ان کا پیغام دنیا بھر میں پہنچانے کا حکم دیا۔اس واقعے کو عیسائی پینٹا کوسٹ(pentacoast) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ یہ مقدس روح کلیسائے روم کو ہر غلط فیصلے سے باز رکھتی ہے۔

☆ ان کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ کی تعلیمات ان بارہ جانشینوں سے ہوتی ہوئیں، من وعن محفوظ حالت میں آج کے کلیسا تک پہنچی ہیں۔

☆ اس فرقے کی سات اہم مذہبی رسومات ہیں؛ جب نومولود بچہ کلیسا لایا جاتا ہے تو اسے عیسائی نامزد کیا جاتا ہے، اس رسم کو بپتسمہ (Baptism) کہتے ہیں۔اس مرحلے کے بعد اسکے ہاتھوں پر روغن مل کر اسے پاک کیا جاتا ہے جسے پاکیز گی(purification) کہتے ہیں۔ تیسرا اور سب سے اہم تہوار آخری کھانا ایوکرسٹ(Eucharist) ہے۔ان کے مطابق عیسیٰؑ نے صلیب پر چڑھنے سے ایک رات قبل اپنے جانشینوں کو آخری کھانے پر بلایا جس میں ان کے سامنے روٹی اور انگور کی شراب رکھی گئی۔عیسیٰؑ نے ان سے کہا کہ جب تم ان دونوں چیزوں کو کھاؤ گے تو یہ میرا خون اور جسم بن جائیں گی اور میرے وجود کو تم اپنے اندر محسوس کرو گے۔اسی کھانے کی یاد عیسائی ہر سال مناتے ہیں اور کلیسائے روم کے مطابق بشپ کے کہنے پر روٹی اور شراب واقعی عیسیٰؑ کا جسم وخون بن جاتے ہیں (حالانکہ نظر نہیں آتے)۔تاہم باقی فرقوں کا اس نظریے میں شدید اختلاف ہے جسکی تفصیل آگے آئے گی۔باقی ماندہ تہواروں میں اپنے گناہوں کا اعتراف

کرنا(عیسائی بشپ کے سامنے اپنے گناہوں کی تفصیل بتاتے ہیں اور وہ رازداری کے ساتھ ان کو دعا اور گناہوں کی بخشش کا یقین دلاتا ہے۔عیسائیوں کے مطابق یہ اقرار ان کو تمام گناہوں سے خلاصی دلوا دیتا ہے) بیمار شخص کے گناہوں کا اقرار کروانا اور معافی دلوانا(جو شخص بستر مرگ پر ہو، بشپ اس سے گناہوں کا اقرار کروا کر معافی کی ضمانت دیتا ہے) پوپ کے نیچے / ماتحت کام کرنے والے بشپ کا انتخاب کرنا(تمام فرقوں میں اس انتخاب کا طریقہ کار مختلف نوعیت کا ہے)اور مرد اور عورت کی شادی کروانا شامل ہیں۔

☆ ان کے عقیدے کے مطابق نجات کا دارومدار ان کے الٰھوں کے رحم وکرم ،ان پر ایمان ،انجیل کی تعلیم اور فلاحی کاموں پر منحصر ہے۔

☆ اس فرقے کا سربراہ پوپ کہلاتا ہے جو کلیسائے روم جس کو سینٹ پیٹرز بیسلکا ( Saint Peters Basilica) کہتے ہیں جو روم کے اندرونی شہر ویٹیکن سٹی( Vatican City) میں رہائش پذیر ہوتا ہے۔اسے ساری دنیا کے کیتھولک کلیساؤں پر ہر قسم کا تسلط حاصل ہے۔

☆ ان کے عقیدہ کے مطابق مذہبی علوم دو طریقے سے حاصل ہوتے ہیں۔ پہلا ذریعہ تو انجیل ہے جسکی 27 کتابیں ہیں اور دوسرا ذریعہ وہ زبانی احکامات ہیں جو عیسیٰؑ سے ان کے پیغمبروں / حواریوں تک پہنچے اور ان کے ذریعہ آج کے کلیسا تک پہنچے ہیں۔ روم کا کلیسا ان احکامات کی آسان الفاظ میں تشریح کرتا ہے تا کہ لوگوں کو سمجھنے میں دشواری نہ ہو۔

☆ ان کے عقیدے کے مطابق موت کے بعد روح کی ایک سرسری پیشی ہوتی ہے جس میں اسکے اعمال کے مطابق اسکو مندرجہ ذیل تین مقامات میں سے کسی ایک جگہ بھیجا جاتا ہے۔

- پہلا مقام جنت ہے جہاں ابدی راحت وسکون ہے۔
- دوسرا مقام ایک خودساختہ جگہ ہے جسے پروگیٹری(Purogatory) کہتے

ہیں۔اس میں وہ روحیں ہوتی ہیں جنہوں نے جنت میں جانا ہے لیکن اس سے پہلے چند گناہوں سے پاکیزگی ضروری ہے، جسکے لیے روحوں کو تکلیف سے گزرنا پڑتا ہے۔ان کے مطابق اس مقام سے روحوں کو چھٹکارا مل سکتا ہے اگر مرے ہوئے نیک لوگوں /اولیاء(Saints) کے وسیلے سے دعا کی جائے یا کلیسا کے بڑے بشپ اس کے حق میں دعا کریں۔ایک وقت ایسا آیا کہ کلیسا نے لوگوں کے مرے ہوئے رشتہ داروں کواس مقام سے نکلوانے کیلئے دعاؤں کی مد میں پیسہ لینا شروع کر دیا۔اس حرکت کی وجہ سے اور دیگر خود ساختہ رسومات کے نتیجے میں ایک بڑا فرقہ ان سے علیحدہ ہو گیا جسے پروٹیسٹینٹ کہتے ہیں(تفصیل آگے آئے گی)۔

- ابدی تکلیف کا مقام ان روحوں کیلئے ہے جو عیسیٰؑ اور دیگر الھوں پر ایمان نہیں رکھتیں۔

☆ قیامت کے دن عیسیٰؑ ،اللہ کے ساتھ ملکر لوگوں کے ابدی مقام کا فیصلہ کریں گے اور صرف اس وقت جسم اور روح کا ملاپ ہوگا۔

☆ ان کے مطابق جو نیک لوگ مر چکے ہیں وہ اللہ کے ہاں خاص تقرب رکھتے ہیں لہذا ان سے منت مانگنے سے مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ان لوگوں نے چند نشانیاں مقرر کر رکھی ہیں جو اگر کسی پوپ کے مرنے بعد پوری ہوں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ اب یہ ولی اللہ کے درجے پر پہنچ گیا ہے اور جنت میں داخل ہو گیا ہے۔

☆ پوپ اور دیگر نیک لوگوں کے جنت میں پہنچنے والے دن خاص خوشی منائی جاتی ہے اور پوپ کی قبر کشائی کر کے اسے ولی اللہ کا درجہ ملنے کی تعظیم میں اسکے تابوت کو چوما جاتا ہے اور دیگر رسومات سرانجام دی جاتی ہیں۔

☆ اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں جب پوپ جان پال دوم نے وفات پائی تو پانچ سال

کے اندر اسکے جنت میں جانے کی خوشی منائی گئی اوراس بنیاد پر کہ دولاعلاج مریض اس سے منت مانگنے پر صحتیاب ہوگئے، اسے ولی اللہ (Saint) کا درجہ دیا گیا۔تاہم یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اسکے دور میں پوری دنیا کے کیتھولک کلیساؤں میں ایسے واقعات رونما ہوگئے جن میں وہاں کے بشپ نے اپنے اپنے کلیساؤں میں ہزاروں لڑکوں اورلڑکیوں کو جنسی تشدد کا نشانہ بنایا۔ یہ تمام لڑکے اورلڑکیاں ان کلیساؤں میں مذہبی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ یورپ کا میڈیا پوپ جان پال دوم کواس بات کا مرتکب ٹھہراتا ہے کہ اس نے بجائے ملزمان کو کیفر کردار تک پہنچانے کے، ان کی مکمل پشت پنائی کی۔حال ہی میں اسکے نہایت قابل اعتماد بشپ کو (جو کہ کلیسائے روم کے مالی معاملات کا نگران بھی تھا) ایک ملک کی عدالت نے اسی زمرے میں قید کی سزا بھی سنائی ہے۔

☆ اسی طرح مریمؑ کو بھی بہت اونچا مقام دیا جاتا ہے اوران سے منتیں مانگی جاتی ہیں اسلیئے کہ انہوں نے ایک الہ کو جنم دیا (العیاذ باللہ)۔

## 2- پروٹیسٹینٹ فرقہ /احتجاج کرنے والا (PROTESTANTS)

☆ یہ عیسائیوں کا دوسرا بڑا فرقہ ہے۔

☆ ان کے ماننے والوں کی کل تعداد 900 ملین سے زیادہ ہے جو کہ کل عیسائیت کا تقریباً 40% بنتے ہیں۔

☆ جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ عیسائی علماء نے خودساختہ روحوں کے مقام میں لوگوں کی نجات کے لیے پیسے لینا شروع کیےاوراس قسم کی دیگر زیادتیوں کے مرتکب ہوئے تو بہت سے لوگوں نے ان کے خلاف آواز اٹھائی۔تاہم ان لوگوں میں سے کامیابی جرمنی سے تعلق رکھنے والے ایک بشپ مارٹن لوتھر کو ملی جب اس نے اپنا 95 نکاتی احتجاجی مراسلہ چرچ کے صدر دروازے پر چسپاں کیا۔

☆ یہ فرقہ کلیسائے روم اور پاپائے روم کی اجارہ داری کو تسلیم نہیں کرتا۔

☆ کلیسائے روم کی اکثر رسومات کے منکر ہیں جبکہ آخری کھانا(Eucharist) کو بہت شدومد سے مناتے ہیں لیکن اس فرقے کے چند ذیلی فرقے اس رسم میں شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ جس طرح کلیسائے روم آخری کھانے کی روٹی اور شراب کو عیسیٰؑ کا جسم اور خون سمجھ کر کھاتا ہے، اسکے برعکس پروٹسٹنٹ فرقہ یہ خیال کرتا ہے کہ عیسیٰؑ کا جسم اورخون اس روٹی اور شراب کے اوپر، نیچے اور اندر ہوتا ہے اور وہ کھانا خودان کے جسم اورخون میں تبدیل نہیں ہوتا۔ جبکہ چنداور ذیلی فرقوں کا ماننا ہے کہ خون اور جسم ایک علامت ہے جو عیسیٰؑ کے تعلق کی یاددلاتی ہے جسکا حقیقیت سے تعلق نہیں۔ چند مزید فرقوں کا عقیدہ ہے کہ جسم اورخون کا کوئی عمل دخل نہیں، اصل میں یہ تہوار سب کے جمع ہونے کا ذریعہ ہے تاکہ لوگ باہم ایک دوسرے سے مل سکیں، مسائل سن سکیں اور ایک دوسرے کی مدد کر سکیں۔ الغرض ایک خودساختہ تہوار کے نتیجے میں کتنے ہی مکاتب فکر معرض وجود میں آئے ہیں۔

☆ اس فرقے کے مطابق ہر شخص انجیل پڑھ سکتا ہے، اسکو سمجھانے کیلئے خصوصی پادریوں کو کوئی فوقیت نہیں۔

☆ ایمان ہی کو نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور فلاحی کاموں کو بخشش کیلئے ضروری نہیں سمجھتے۔

☆ انجیل کو تمام چیزوں سے افضل اور مذہبی علوم کا ماخذ قرار دیتے ہیں اور کلیسائے روم کے برعکس زبانی احکامات کا انکار کرتے ہیں۔

☆ یہ فرقہ بھی عقیدہ تثلیث پر یقین رکھتا ہے اور عیسیٰؑ کو الوہیت میں ایک درجہ دیتے ہیں۔ مریمؑ کو بھی بلند مرتبہ دیتے ہیں اسلیئے کہ انہوں نے عیسیٰؑ کو جنم دیا۔

☆ کلیسائے روم کے برعکس جو خود کو عیسیٰؑ کا بنایا ہوا گرجا گھر تسلیم کرتے ہیں، پروٹیسٹینٹ کے پاس کوئی مرکزی قیادت نہیں۔ ان لوگوں نے مادی وجود سے ماورا ایک کل کائناتی کلیسا کی اصطلاح بنائی ہے اور ہر پروٹیسٹینٹ شخص اسکا رکن سمجھا جاتا ہے۔

☆ یہ فرقہ عقائد اور رسومات کے اختلاف کی وجہ سے بہت متفرق ہے اور اسکے ذیلی فرقوں کی تعداد بے شمار ہے۔ چند اہم فرقوں کی تفصیل ذیل میں درج ہے۔

عیسایت کے باقی تین فرقوں کی بہ نسبت پروٹیسٹینٹ فرقہ شدید اختلافات کا شکار رہا ہے اور اسکے ذیلی فرقوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ عیسائی خود اسکا برملا اظہار کرتے نظر آتے ہیں۔ چند فرقوں کا مختصر حال ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

2.1- ایڈوینٹزم/(آمدِ مسیح کا عقیدہ رکھنے والے) (ADVENTISM)

☆ اس فرقے کو ولیم ملّر (William Miller) نے 1830 میں قائم کیا اور اسکے ماننے والوں کو اسی کے نام سے ملرائیٹس (Millerites) کہا جاتا ہے۔

☆ ان کا اختلاف موت اور دوبارہ اٹھائے جانے کے درمیان کی زندگی (برزخ) کے متعلق ہے۔

☆ یہ فرقہ اس چیز سے پریشان ہے کہ آیا برزخ کی زندگی میں انسان ہوش میں ہوتا ہے یا بے ہوشی کی نیند میں ہوتا ہے۔

☆ کیا جو لوگ گنہگار ہیں ان کا انجام ابدی تکلیف ہے یا ان کے وجود کو یکسر ختم کر دیا جائے گا۔

☆ روح کی حیثیت میں بھی انکا اختلاف ہے کہ وہ فانی ہے یا غیر فانی۔

☆ یہ فرقہ انجیل کا تنقیدی مطالعہ کرتا ہے جسکے نتیجے میں ان کا ایک اور ذیلی فرقہ سامنے آیا ہے جسکو ''ساتویں دن کا کلیسا'' کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے یہودیوں کی پیروی کرتے ہوئے ہفتے کے دن کو مقدس سمجھ لیا ہے اور ان کی طرح یہ لوگ بھی مختلف کاموں سے اجتناب کرتے ہیں۔

☆ 2010 میں انہوں نے دعوی کیا کہ ان کی تعداد 22 ملین تک پہنچ چکی ہے جو دنیا کے مختلف گرجا گھروں سے منسلک ہیں۔ تاہم اس دعوے کے اعداد و شمار کی تفصیل مہیا نہیں کی گئی۔

## 2.2- اینابیپٹیسٹ / باز اصطباعی / بپتسمہ کی تجدید کرنے والے (ANABAPTIST)

☆ کلیسائے روم کے پیروکار نومولود بچے کا بپتسمہ کر کے اسے عیسائی بناتے ہیں جبکہ اس فرقے کا ماننا ہے کہ بپتسمہ صرف اس صورت میں ہوتا ہے کہ جو شخص عیسایت کا دعوی کر رہا ہے وہ مکمل حواس میں ہو لہٰذا بپتسمہ صرف بالغ آدمی کا ہو سکتا ہے۔

☆ ان کے نام کو لیکر ان کے اپنے فرقے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ان کے اکابرین کا خیال ہے کہ جب نومولود کا بپتسمہ کالعدم ہے تو پھر ''بپتسمہ کی تجدید'' والے نام کی کیا حیثیت ہے جبکہ بپتسمہ تو ہوتا ہی بلوغت کے وقت ہے۔ تاہم یہ مسئلہ ابھی تک حل طلب ہے۔

☆ ان کے مطابق پینٹا کوسٹ (جسکا ذکر پیچھے گزر چکا ہے) کے مقام پر جب مقدس روح نے عیسیؑ کی شکل میں خطبہ دیا تھا اور 12 جانشینوں کو ان کا پیغام دنیا بھر میں پہنچانے کا حکم دیا تھا، اس خطبے کے الفاظ کی تشریح جائز نہیں ہے بلکہ من وعن ان الفاظ پر عمل ہوگا۔ اس عقیدے کے مطابق یہ لوگ سرکاری عہدوں کو قبول نہیں کرتے اور نہ ہی فوجی کاروائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس بات پر بھی اختلاف رونما ہو گیا اور اس فرقے کے کچھ لوگ اب سرکاری ملازمت بھی اختیار کرتے ہیں۔

☆ مزید اندرونی اختلافات کے باعث اس فرقے کے کئی اور ذیلی فرقے وجود میں آئے جن میں امش، ہیٹرائٹس، مینونائٹس وغیرہ شامل ہیں جنکی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

## 2.3- کلیسائے انگلستان (ANGLICANISM)

☆ سولھویں صدی میں جب انگلستان کے بادشاہ ہنری ہشتم (Henry VIII)

کی شادیوں کی تعداد چھ کو جا پہنچی تو روم کے پوپ نے اسکی شادیوں کے اس اضافے کو کالعدم قرار دے دیا۔

☆ اس فیصلے پر بادشاہ نے انگلستان کے تمام پادریوں کو اکٹھا کیا جنہوں نے فتوی دیا کہ بادشاہ ہی عیسایت کی بھاگ دوڑ کا اصل جانشین ہے۔اس فتوے کی بنیاد پر بادشاہ نے برطانیہ کے کلیسا کو کلیسائے روم سے علیحدہ کر لیا اور خود اسکا سربراہ بن بیٹھا۔

☆ آجکل اس فرقے کے سربراہ کو" آرچ بشپ آف کنٹربری" کہتے ہیں اور انگلستان کے بہت سے خودمختار کلیسا اسکی پیروی کرتے ہیں۔

☆ اس فرقے نے عبادت کی ایک کتاب لکھی ہے جو تقریباً تمام انگریزی گرجا گھروں میں قابل استعمال ہے۔تاہم مختلف گرجا گھروں نے اپنی اپنی عبادات کی علیحدہ علیحدہ کتابیں بھی بنا رکھی ہیں۔

☆ ان کے ماننے والوں کی تعداد تقریباً 85 ملین کے لگ بھگ ہے۔

## 2.4- بپتسمہ کرنے والے (BAPTISTS)

☆ اس فرقے کا عقیدہ بھی یہ ہے کہ بپتسمہ صرف بالغ افراد کا کیا جا سکتا ہے تاہم ان کا اختلاف بپتسمہ کرنے کے طریقے پر ہے۔

☆ دیگر فرقے بپتسمہ کیلئے ہاتھوں پر پانی چھڑکنا کافی سمجھتے ہیں جبکہ اس فرقے کے مطابق بپتسمہ کیلئے ضروری ہے کہ پورا جسم پانی میں اتارا جائے۔

☆ اس فرقے کو 1609 عیسوی میں جان سمتھ (John Smith) نے قائم کیا تھا۔ تاہم اس وقت سے اس فرقے کے لوگوں کے عقائد، عبادات کے طریقوں اور دوسرے عیسائی فرقوں سے تعلقات میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے جو کہ ان کے مختلف کلیساؤں میں دیکھا جا سکتا ہے۔

☆ پوری دنیا میں تقریباً ان کی 150 سے زائد چھوٹی چھوٹی جماعتیں ہیں۔

### 2.5- کالونیت/ کیلونزم (CALVANISM)

☆ اس تحریک کو فرانس سے تعلق رکھنے والے جان کیلون (John Calvin) نے سولھویں صدی میں شروع کیا۔

☆ اس فرقے کی تقریباً 211 شاخیں ہیں جو چھوٹے بڑے اختلافات کے ساتھ پوری دنیا میں پھیلی ہیں۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰؑ نے پھانسی پر چڑھ کر تمام عیسائیوں کی نجات کا سامان کیا ہے چاہے وہ عیسائی اس نجات کو حاصل کرنے کیلئے نیک عمل کریں یا نہ کریں۔

### 2.6- لوتھریت/لوتھرنزم (LUTHERANISM)

☆ مارٹن لوتھر جرمنی سے تعلق رکھنے والا پاردی تھا جس نے پروٹیسٹینٹ / احتجاجی تحریک شروع کی تھی۔ اس تحریک میں بے شمار فرقوں کے ظہور کے بعد اس کے پیروکاروں کو لوتھیرین کہا جاتا ہے۔

☆ آج بھی یہ احتجاجی عیسایت (protestants) کا سب سے بڑا فرقہ ہے اور اسکے ماننے والوں کی تعداد تقریباً 80 ملین کے قریب ہے۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ انسان نیکی اور بدی کا اختیار رکھتے ہیں لیکن فطرتاً وہ گناہ کی طرف مائل ہوتے ہیں، اسلیے صرف ان کے اعمال انہیں نجات نہیں دلواسکتے۔ چونکہ عیسیٰؑ نے جان کی قربانی دیکر عیسائیوں کی بخشش کا سامان کیا ہے اسلیے ان پر ایمان لاکر ہی نجات حاصل کی جاسکتی ہے۔

☆ یہودیوں کی طرح یہ لوگ بھی خود کو اللہ کی منتخب کردہ قوم سمجھتے ہیں۔

### 2.7- طریقت کو ماننے والے عیسائی (METHODISM)

☆ یہ ذیلی فرقہ کلیسائے انگلستان کے اندر ہی جان ویسلے (John Wesley) نے اٹھارہویں صدی میں شروع کیا جو اسکی موت کے بعد علیحدہ فرقہ کی حیثیت

اختیار کر گیا۔

☆ یہ فرقہ کالونیت / کالونزم سے اسطرح مختلف ہے کہ ان کا عقیدہ بھی وہی ہے کہ عیسیٰ نے پھانسی پر چڑھ کر عیسائیوں کی نجات کا انتظام کیا تاہم عیسائیوں کا اس نجات کے حصول کیلئے نیک اعمال کو سرانجام دینا لازمی ہے۔

☆ ان کے مطابق صرف اعمال ہی بخشش کیلئے کافی نہیں بلکہ مختلف اذکار و عبادات سے عیسیٰ علیہ السلام کی خوشنودی نہایت ضروری ہے۔

☆ یہ فرقہ اپنے اعمال و عبادات میں موسیقی کا خاطر خواہ استعمال کرتا ہے جو اس کی پہچان ہے۔

☆ وجد و سرور کا بھی کافی عمل دخل پایا جاتا ہے۔

2.8- یوم الخمیس والے عیسائی / پینٹا کوسٹلزم (PENTACOASTALISM)

☆ یہ فرقہ شخصی بیعت پر یقین نہیں رکھتا۔

☆ ان کے مطابق بپتسمہ صرف مقدس روح کے ساتھ کیا جا سکتا ہے، کسی بشپ کے ساتھ نہیں۔

☆ جیسا کہ پنٹا کوسٹ کے واقعہ میں عیسیٰ کے حواریوں نے مقدس روح کو سامنے دیکھا۔ اسی طرح مقدس روح کے ساتھ بپتسمہ کر کے یہ لوگ خود کو اسی دین پر سمجھتے ہیں جس پر وہ 12 حواری تھے۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ مقدس روح سے بپتسمہ کی وجہ سے انہیں خاص روحانی طاقتیں ملتی ہیں جن میں بیماری دور کرنے کی طاقت، غیب کی چیزوں کی معلومات، اور شیاطین پر تسلط شامل ہیں۔

☆ ان کے اندر چھوٹے چھوٹے اختلافات کی وجہ سے مختلف گروہ بندیاں ہوئی ہیں۔

☆ ان کی صوفیانہ رسومات کا اثر عیسایت کے باقی فرقوں میں بھی نظر آتا ہے اور بیماریوں سے نجات حاصل کرنے کی غرض سے اکثر وہ عیسائی بھی انکی محفلوں میں شامل ہوجاتے ہیں جو خود کو کلیسائے روم کا رکن کہتے ہیں۔

2.9- دیگر احتجاجی فرقے / دیگر پروٹیسٹینٹ (OTHER PROTESTANTS)

☆ کچھ فرقے ایسے ہیں جو خود کو تمام فرقوں سے علیحدہ تصور کرتے ہیں تاہم ان کے بنیادی عقائد پروٹیسٹینٹ / احتجاجی عیسایت والے ہی ہیں۔

☆ ان میں کچھ اہم فرقے ''انجیل کی تعلیم عام کرنے والے / Evangelical'' جان ہس (1820) کے پیروکار، ''پلائی ماؤتھ بھائی بند'' اور ''کیوکرز'' شامل ہیں۔

2.9.1- انجیل کی تعلیم عام کرنے والے / ایونجیلیکلزم (EVANGELICALISM)

☆ یہ ایک جدید اور مقبول فرقہ ہے۔

☆ ان کے مطابق یہ ان کا دینی اور اخلاقی فریضہ ہے کہ انجیل کی تعلیمات کا پرچار کریں۔

☆ بہت سے عیسائی ان کی دعوت سے متاثر ہیں اور ان کا دعوی ہے کہ عیسائی آبادی کا 13% حصہ ان کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔

2.9.2- کرشماتی فرقہ (CHARISMATIC MOVEMENT)

☆ ان کا نظریہ بھی یوم الخمیس والے عیسائیوں سے ملتا ہے اور یہ بھی مقدس روح سے بپتسمہ کر کے روحانی خزائن حاصل کرتے ہیں تاہم عبادات واذکار کے طریقوں میں اختلاف ہے۔

2.10- ماضی کے مشہور عیسائی فرقے

ماضی میں چند ایسے فرقے نمودار ہوئے جن کے ماننے والے کثیر تعداد میں تھے۔ یہ

فرقے یا تو جدید فرقوں میں تقسیم ہوگئے یا مٹ گئے۔ان میں قابل ذکر درج ذیل ہیں۔

2.10.1- آرمینیزم/ آرمینیس کے ماننے والے (ARMENIANISM)

☆ اس فرقے کو جیکب آرمینیس (Jacob Armenis) نے شروع کیا۔ اسکا دور 1560 عیسوی سے 1609 عیسوی کے درمیان رہا۔

2.10.2- تقویٰ شعار فرقہ (PIETISM)

☆ یہ فرقہ مارٹن لوتھر کے ماننے والوں سے جدا ہوا۔ اسکی تعلیمات روحانیت، طریقت اور کرشمہ سازی پر مشتمل تھیں۔

2.10.3- اصلاحی فرقہ (PURITANS)

☆ یہ فرقہ الزبتھ اول (انگلستان کی ملکہ) کے دور حکومت میں شروع ہوا جو کہ کلیسائے انگلستان میں کی گئی اصلاحات کو ناکافی سمجھتا تھا۔

## 3- مشرقی قدامت پرست عیسایت (EASTERN ORTHODOX CHURCH)

☆ یہ عیسایت کا تیسرا بڑا فرقہ ہے جسکے ماننے والے تقریباً 200 سے 260 ملین کے لگ بھگ ہیں۔

☆ اس فرقے کی آدھی تعداد روس میں آباد ہے۔

☆ یہ کلیسا 1054 عیسوی تک کلیسائے روم کے ماتحت تھا حتیٰ کہ مشرقی مغربی فرقہ بندی کا آغاز ہوا۔ جیسا کہ عیسائیوں کے تعارف میں لکھا جا چکا ہے کہ رومی بادشاہ کانسٹنٹائن نے 311 عیسوی میں عیسایت کو سرکاری مذہب کا درجہ دیا اور کلیسائے روم اور پاپائے روم کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی۔ جب 381 عیسوی میں دارلخلافہ روم سے تبدیل ہوکر قسطنطنیہ ہوا تو وہاں ایک بڑا گرجا گھر تعمیر ہوا جسے ہیگیا صوفیہ (Hagia Sofia) کہتے ہیں۔ بادشاہ کی سرپرستی میں اس کلیسا کو بھی عروج حاصل ہوا۔ اسی دور سے رومی اور

قسطنطنیہ کے کلیساؤں میں برتری کی سرد جنگ کا آغاز ہوا۔کلیسائے روم کے مطابق آخری کھانے کی رسم میں جو روٹی استعمال ہوئی تھی اس میں خمیر استعمال نہیں ہوا تھا جبکہ اس فرقے کے مطابق خمیر استعمال ہوا تھا۔ الغرض اس قسم کے کئی اختلافات نے جنم لیا جسکی وجہ سے ان دوفرقوں میں دوریاں بڑھتی گئیں۔کلیسائے روم نے روم کے اندر موجود یونانی زبان کے کلیسا بند کرادیے اسلیئے کہ وہ قسطنطنیہ کے کلیسا کے مطابق کام کرتے تھے جسکی عبادات کی زبان بھی یونانی تھی۔نتیجتاً قسطنطنیہ نے بھی وہاں موجود لاطینی زبان کے کلیساؤں پر پابندی لگادی۔ 1054 عیسوی میں پاپائے روم نے اپنا وفد قسطنطنیہ بھیجا تاکہ وہاں کے پادری کوکلیسائے روم کی اجارہ داری تسلیم کرنے کو کہا جائے جس کا اس نے انکار کیا اور یوں باقاعدہ طور پر مشرقی اور مغربی کلیساؤں کے درمیان خلیج حائل ہوگئی۔

☆ اس فرقے کے ماننے والے جنوب مشرقی اور مشرقی یورپ، سائپرس، جیارجیا، سائبیریا اور روس میں پائے جاتے ہیں۔

☆ اس فرقے کا کوئی مرکزی تسلط نہیں ہے تاہم قسطنطنیہ کا پادری باقی پادریوں پر فوقیت رکھتا ہے۔

☆ یہ فرقہ بھی عقیدہ تثلیث پر یقین رکھتا ہے۔

☆ یہ فرقہ بھی کلیسائے روم کی طرح خود کو عیسیٰؑ کا قائم شدہ اکلوتا کلیسا کہلواتا ہے اور اپنے پادریوں کو عیسیٰؑ کے حواریوں کے جانشین سمجھتا ہے۔ یہ مسئلہ حل طلب ہے کہ دونوں دعویداروں میں سے کونسا صحیح ہے۔

☆ اس فرقے کے مطابق ان کے پاس اصلی عیسائی مذہب ہے جو انجیل اور عیسیٰؑ کے حواریوں کے توسط سے ان تک پہنچا ہے۔

☆ مریمؑ کو بہت بلند مرتبہ دیا جاتا ہے اسلیئے کہ ان کے مطابق انہوں نے انکے الہ کو اپنے پیٹ میں پالا۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ آدمؑ اور حوّاؑ نے اللہ کی نافرمانی کی اور گناہ کے مرتکب ہوئے۔ یہ گناہ ہر آنے والے انسان کے ساتھ منسوب ہوگیا۔ انسان خود گنہگار پیدا نہیں ہوا مگر اسکی فطرت گناہ کی طرف مائل ہے، اسی وجہ سے ایک شخص جو جنت سے گرا ہو، وہ گرے ہوئے شخص کو ہی جنم دے سکتا ہے۔ اسلیئے انسان اپنے گناہوں کے شر سے نہیں بچ سکتا جسکی نجات کا انتظام اللہ نے عیسیٰؑ کی شکل میں کیا۔ چونکہ عیسیٰؑ بیک وقت انسان بھی تھے اور الٰہ بھی تھے، انہوں نے اپنی ناانصافی پر مبنی پھانسی کی خود اجازت دی اور مرنے کے بعد روحوں کے مقام میں منتقل ہوئے جسے ہیڈیز کہتے ہیں۔ جتنے لوگ شروع دنیا سے فوت ہوئے ہیں وہ سب اس مقام میں معلق تھے۔ اس مقام میں اتنی طاقت نہیں تھی کہ وہ ایک الٰہ کو وہاں قید کر سکے اسلیئے عیسیٰؑ نے ہیڈیز کے دروازوں کو توڑا اور خود اللہ کے پاس آ گئے۔ دروازے ٹوٹنے کے سبب سے جو لوگ پہلے سے قید تھے، ان کی روحیں بھی آزاد ہو گئیں۔ اس طرح عیسیٰؑ تمام انسانیت کے نجات دہندہ ہیں اور جو بھی ان پر ایمان لائے وہ ابدی راحت کا مزہ اٹھا سکتا ہے اور اُخروی سزا سے بچ سکتا ہے۔ جس دن عیسیٰؑ ہیڈیز کے مقام سے نکل کر اللہ کے پاس پہنچے، اس دن کو عیسائی ایسٹر (Easter) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

☆ یہ فرقہ اپنے مشائخ اور اولیاء کو بلند مقام دیتا ہے اور مریمؑ کو بھی اونچا رتبہ دیتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ یہ فوت شدہ نیک ہستیاں زندہ لوگوں کی بخشش کا ذریعہ ہیں، اسلیئے ان سے بہت سی منتیں مانی جاتی ہیں۔

☆ کیتھولک فرقے کے برعکس یہ لوگ پیروگیٹری کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ ان کا ماننا ہے کہ مرنے کے بعد یا تو روح جنت میں جاتی ہے یا ہیڈیز میں۔ صرف قیامت کے دن ہی روح کا جسم سے ملاپ ممکن ہے۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ ہیڈیز کے مقام پر مردے کی روح کو اس زمین پر بسنے والے نیک

انسانوں کی دعاؤں سے سکون ملتا ہے اسلیئے یہ فرقہ مرنے کے بعد اس مردہ کی سوئم، چہلم اور سال کی رسومات سرانجام دیتا ہے جس میں دعائیں اور دیگر مشاغل ہوتے ہیں۔

☆ ان کا عقیدہ ہے کہ انجیل اور دیگر مقدس کتابوں کو مقدس روح اور عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں کو املا کرایا اور یہ تعلیمات آج کے کلیسا تک من وعن پہنچی ہیں۔ لیکن چونکہ یہ انسانی تصنیفات ہیں اسلیئے ان میں اختلاف کی گنجائش ہے۔

☆ مشرقی قدامت پسند عیسائیوں میں رہبانیت کا رواج عام ہے۔ ان کے راہب مرد اور خواتین دونوں ہوتے ہیں جو خود کو دنیاوی خواہشات سے کنارہ کش رکھتے ہیں۔ ان راہبوں کی تین اقسام ہوتی ہیں۔

- وہ راہب جو ایک ہی خانقاہ میں رہتے ہیں۔
- وہ راہب جو کسی بڑی خانقاہ سے دور کسی مقام پر رہتے ہیں۔
- وہ راہب جو کسی دور دراز بستی میں رہتے ہیں اور صرف مذہبی تہواروں کے موقع پر کلیسا میں جمع ہوتے ہیں۔

☆ ان راہبوں کو بہت زیادہ عزت دی جاتی ہے اور انہی میں سے چرچ کے بشپ منتخب کیے جاتے ہیں۔

## 4- مشرقی راسخ الاعتقاد/ کٹر عیسائی (ORIENTAL ORTHODOX CHURCH)

☆ یہ عیسائیوں کا چوتھا بڑا فرقہ ہے جسکے پیروکاروں کی تعداد تقریباً 76 ملین ہے۔

☆ اس فرقے کا ذکر اسلیئے بھی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کے تحت حبشہ کا وہ تاریخی کلیسا بھی آتا ہے جس نے نجاشی کی سربراہی میں مسلم مہاجرین کو پناہ دی۔

☆ اس فرقے کے ماننے والے زیادہ تر مصر، ایتھوپیا، حبشہ، آرمینیا، شام اور بھارت میں رہتے ہیں۔

☆ ان کا سربراہ مصر کے شہر اسکندریہ میں ہوتا ہے اور کلیسائے روم کے علاوہ یہ واحد سربراہ

ہے جوخود کو پوپ کہلواتا ہے۔

☆ یہ فرقہ بھی اپنے چرچ کو عیسیٰؑ کا بنایا ہوا واحد اور اصلی کلیسا مانتا ہے۔ اسطرح کلیسائے روم، کلیسائے قسطنطنیہ اور یہ کلیسا تینوں ایک ہی دعوی کرنے والے الگ الگ فرقے بن جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کوئی ایک ہی اس دعوی میں سچا ہوسکتا ہے۔

☆ یہ فرقہ کلیسائے روم سے 451 عیسوی میں اس وقت علیحدہ ہوا جب روم نے یہ اعلان کیا کہ عیسیٰؑ الہ بھی ہیں اور انسان بھی اور یہ دونوں خصوصیات ان کی شخصیت میں علیحدہ علیحدہ پائی جاتی ہیں۔ جبکہ اس فرقہ کا ماننا ہے کہ الہ اور انسان دو علیحدہ نہیں بلکہ دونوں ملکر ایک ہی حیثیت بن جاتے ہیں۔ اس اختلاف کی بنیاد پر اس کلیسا نے اپنا علیحدہ راستہ اختیار کر لیا۔

☆ ان کے اندر مزید اختلافات پیدا ہوئے جنکے نتیجے میں آرمینیا، اتھیوپیا اور بھارت میں ذیلی فرقے وجود میں آئے۔

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہود کی طرح عیسائی بھی امت کی یکتا حیثیت کو برقرار نہ رکھ سکے اور آپس کے اختلافات میں الجھ کر رہ گئے۔ اپنے من مانے عقائد و رسومات سے اللہ کے بھیجے ہوئے دین کو مسخ کر دیا اور بدعات کو فروغ دیا۔ دین میں ایسی باتوں کا اضافہ کیا جسکی اجازت اللہ نے نہیں دی تھی اور پھر ان بدعات کو بھی صحیح معنوں میں پروان نہ چڑھا سکے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور رہبانیت کو انہوں نے خود ایجاد کیا، ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی رضا کی طلب میں (انہوں نے اسے اختیار کیا) پھر انہوں نے اسکا لحاظ بھی نہ رکھا جیسا کہ اسکا لحاظ رکھنے کا حق تھا تو ان میں سے جو ایمان لے آئے ہم نے انکا اجر ان کو عطا کیا اور ان میں سے اکثر نافرمان ہیں''۔ (سورۃ الحدید، آیت 27)

نافرمانی کی انتہا کو پہنچے ہوئے ان لوگوں نے الوہیت کے بھی تین حصے کر لیے اور عیسیٰؑ کو اور اپنے علما و مشائخ کو اپنا رب بنالیا۔ان نافرمانیوں کے عوض اللہ رب العزت نے ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے بغض پیدا کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور ہم نے ان لوگوں سے بھی پختہ عہد لیا تھا، جنہوں نے کہا کہ ہم عیسائی ہیں، پھر جو نصیحت انہیں کی گئی تھی اسکا ایک حصہ وہ بھول گئے تو ہم نے قیامت تک کیلئے ان کے درمیان بغض وعداوت بھڑکا دی ہے اور عنقریب اللہ انہیں خبر دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے''۔

(سورۃ 5، آیت 14)

اس بغض وعداوت کی واضح جھلک روس وامریکہ کی سرد جنگ ہے جسکے نتیجے میں دنیا کئی بار ایٹمی جنگ کے دہانے تک پہنچ آئی۔مغربی یورپ کی عیسایت پر صیہونی رنگ غالب ہے اور وہ ساری دنیا کو اپنے تسلط کے نیچے دیکھنا چاہتے ہیں۔اسی وجہ سے انہوں نے دنیا بھر میں فتنہ وفساد کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ان کی بہ نسبت مشرقی قدامت پرست عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں مسلمین کی مدد کی تھی، انہی کیلئے اللہ رب العزت فرماتا ہے۔

''(اے رسول) مومنین کے ساتھ دشمنی میں آپ سب سے سخت یہود کو پائیں گے اور ان لوگوں کو جنہوں نے شرک کیا اور مومنین کے ساتھ دوستی میں زیادہ قریب ان کو پائیں گے جو خود کو نصاریٰ کہتے ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں اللہ پرست علماء ہیں اور تارک الدنیا مشائخ ہیں اور اس وجہ سے بھی کہ یہ لوگ تکبر نہیں کرتے''۔ (سورۃ المآئدہ، آیت 82)

واللہ اعلم کہ قرب قیامت میں جب اسلامی خلافت قائم ہو تو وہ انہی مشرقی عیسائیوں سے صلح کرے جسکا اشارہ سنن ابوداؤد حدیث 4292 میں ملتا ہے۔ بہر حال مسلمین کو ان دونوں جماعتوں کے نقشِ قدم پر چلنے سے منع فرمایا گیا ہے اسلیئے کہ یہ لوگ تب ہی راضی ہوں گے جب مسلمین اسلام کو چھوڑ دیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یہودی اور عیسائی آپ سے ہرگز راضی نہیں ہونگے یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کی پیروی نہ کریں''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 120)

# اسلام اوراسکی فرقہ بندیاں

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ بیت اللہ کی دیواریں اٹھارہے تھے تو انہوں نے اسطرح دعا کی: اے ہمارے رب ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے، بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ اے ہمارے رب ہمیں اپنا مسلم بنائے رکھ اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک ایسی امت پیدا فرما جو تیری مسلم ہو اور ہمیں ہماری عبادت (حج) کے طریقے بتادے اور ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔ اور اے ہمارے رب! ان لوگوں میں انہی میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو انہیں تیری آیات پڑھ کر سنائے، انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے اور ان (کے دلوں) کو پاک کرے، یقیناً تو غالب، حکمت والا ہے''۔ (سورۃ البقرہ، آیت 129,128,127)

اللہ رب العزت نے ابراہیم علیہ السلام کی دعا کو شرف قبولیت بخشا اور انہی الفاظ مبارکہ میں جو کہ ابراہیم علیہ السلام کی زبان مبارک سے ادا ہوئے تھے، رسول اللہ ﷺ کی بعثت کی خوشخبری دی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت اسکا مومنین پر احسان عظیم ہے جسکا ذکر اللہ نے کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنین پر (بہت بڑا) احسان فرمایا کہ انہی میں سے ایک رسول ان میں مبعوث فرمایا جو انہیں اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا ہے، اور ان کے (دلوں کو) پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ ان سے پہلے وہ یقیناً کھلی گمراہی میں تھے''۔

(سورۃ ال عمران، آیت 164)

رسول اللہ ﷺ مسلمین کیلئے بے حد دردمند، رحیم اور ان کی بھلائی کے حریص تھے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اے لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آ گئے ہیں، (جن کی خیرخواہی اور شفقت کا حال یہ ہے کہ) تمہاری تکلیف ان پر بڑی بار گزرتی ہے اور وہ تمہاری فلاح و بہود کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں اور مومینن پر تو وہ (خصوصیت کے ساتھ) بہت (ہی) مہربان اور بہت (ہی) رحم کرنے والے ہیں‘‘۔ (سورۃ التوبۃ، آیت 128)

رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے عربوں کی کایا پلٹ گئی۔ان میں رونما ہونے والی تبدیلی کا ذکر مندرجہ ذیل واقعہ سے ملتا ہے۔

’’جبیر بن حیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ہمیں جنگ کیلئے براںگیختہ کیا اور ہم پر نعمان بن مقرن کو سپہ سالار بنایا۔ جب ہم دشمن کے ملک میں پہنچے تو کسریٰ کا عامل چالیس ہزار سپاہیوں کے ساتھ ہمارے مقابلے میں آیا۔ایک ترجمان (درمیان میں) کھڑا ہو گیا۔عامل نے کہا: تم میں سے ایک آدمی مجھ سے بات کرے۔حضرت مغیرہؓ نے کہا: پوچھ جو تو پوچھنا چاہے۔عامل نے کہا تم کون ہو؟ حضرت مغیرہؓ نے کہا: ہم عرب کے لوگ ہیں، ہم سخت بدبختی اور شدید بلا میں مبتلا تھے، بھوک میں کھالوں اور گٹھلیوں کو چوسا کرتے تھے، بالوں کا لباس پہنتے تھے، درختوں اور پتھروں کو پوجتے تھے۔ہم اسی حال میں تھے کہ آسمانوں اور زمینوں کے رب نے جسکا ذکر بلند ہے اور جسکی عظمت روشن ہے ہم میں ایک نبی مبعوث فرمایا جو ہم ہی میں سے تھا۔اس کے ماں باپ کو ہم (اچھی طرح) جانتے تھے۔ ہمارے نبی ہمارے رب کے رسولؐ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم تم سے لڑیں یہاں تک کہ تم اللہ اکیلے کی عبادت کرو یا جزیہ دو اور ہمارے نبی ﷺ نے ہمارے رب کا یہ پیغام بھی ہم تک پہنچا دیا کہ ہم میں سے جو قتل ہو گیا وہ جنت کی نعمت میں داخل ہوگا، اس جیسی (نعمت) اس نے کبھی نہیں دیکھی ہوگی اور جو ہم میں سے زندہ رہا وہ تمہاری گردنوں کا مالک ہوگا‘‘۔

(صحیح بخاری، حدیث 3159)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو لازم قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

’’میری رحمت ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ رحمت میں ان کیلئے لکھ دوں گا جو

پرہیزگاری کرتے ہیں، زکوۃ دیتے ہیں اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔یعنی (ان لوگوں کیلئے لکھ دوں گا) جو رسول (نبی امی) کی پیروی کرتے ہیں''۔

(سورۃ الاعراف،آیات 157-156)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے رسول ؐ آپ کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف کردے گا''۔ (سورۃ آل عمران،آیت 31)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہوئے برائے تنبیہہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جو لوگ رسول ؐ کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہئے کہ کہیں وہ کسی فتنہ میں مبتلا نہ ہو جائیں یا کسی دردناک عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں''۔

(سورۃ النور،آیت 63)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتاب نازل فرمائی اور ان کی امت کو قران مجید کا وارث بنادیا گویا امت محمدیہ ؐ کا اصل امتیاز کتاب الٰہیہ کی وراثت ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر ہم نے اس کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب فرمایا''۔ (سورۃ الفاطر،آیت 32)

جو لوگ رسول اللہ ؐ کے آنے سے پہلے متفرق تھے،آپس کی لڑائیوں کا شکار تھے،متحد و متفق نہیں تھے،اللہ نے ان کے دلوں میں محبت ڈال دی اور اس اختلاف کا قلع قمع کردیا جسکی وجہ سے وہ جہنم کے کنارے پہنچ چکے تھے اور ان کو آپس میں بھائی بھائی بنادیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رکھو اور فرقے فرقے نہ بنو اور اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو اس نے تم پر کیا جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اللہ نے تمہارے دلوں میں

محبت ڈال دی اور تم اسکی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے تو اس نے تمہیں بچالیا، اسطرح اللہ تمہارے لیے اپنی نشانیاں کھول کر بیان کرتا ہے تا کہ تم ہدایت پاؤ''۔ (سورۃ آل عمران، آیت 103)

مندرجہ بالا آیت میں اللہ نے اپنے احسان کا ذکر فرمایا اور اختلاف وفرقہ بندی کی ممانعت فرمائی۔ جیسا کہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ اللہ امت محمدیہ ﷺ کو واحد و یکتا دیکھنا چاہتا ہے اور اختلاف کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ یہی حکم اس نے یہود ونصاری کو بھی دیا تھا تاہم وہ اس حکم پر عمل نہ کر سکے اور گزشتہ صفحات میں بیان کردہ ان کی فرقہ بندیوں کی تفصیل اس بات کی غمازی کرتی ہے۔ قران مجید کی متعدد آیات اختلاف کی کراہت سے لبریز ہیں اور کئی آیات میں اللہ نے گزشتہ امتوں (یہود ونصاری) کی پیروی سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور یقیناً تمہاری جماعت بلاشبہ ایک ہی جماعت ہے (تم فرقہ فرقہ نہ بن جانا) اور میں تمہارا (واحد) رب ہوں لہذا مجھ سے ڈرتے رہنا''۔ (سورۃ المومنون، آیت 52)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور بلاشبہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے بس تم اس کی پیروی کرو اور دیگر راستوں کی پیروی نہ کرو ورنہ وہ تمہیں اللہ کے راستے سے الگ کر دیں گے۔ اس بات کا اللہ نے تمہیں تاکیدی حکم دیا ہے تا کہ تم بچ جاؤ''۔ (سورۃ الانعام، آیت 153)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جو فرقے فرقے ہو گئے اور واضح احکامات آنے کے بعد بھی اختلاف کیا اور یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بڑا عذاب ہے''۔

(سورۃ آل عمران، آیت 105)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اسی (رب) کی طرف رجوع کرنے والے بن جاؤ اور اسی سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ (یعنی) ان لوگوں میں سے جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے، ہر فرقہ اسی میں مگن ہے جو اسکے پاس ہے''۔

(سورۃ الروم، آیت 31-32)

فرقہ بندی اتنی قبیح چیز ہے کہ اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کا تعلق ہی تمام فرقوں سے ختم کر دیا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یقیناً جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور ہو گئے فرقے فرقے، آپ ؐ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، یقیناً ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے پھر وہ ہی ان کو بتائے گا جو وہ کیا کرتے تھے''۔ (سورۃ الانعام، آیت 159)

اختلاف اور فرقہ بندی کی ممانعت میں رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور ان کا طرز عمل ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''اختلاف نہ کرو کیونکہ تم سے پہلے لوگ اختلاف ہی کی وجہ سے تباہ ہو گئے''۔

(صحیح بخاری، 2410، عن مغیرہؓ)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذؓ اور حضرت موسیٰ اشعریؓ کو یمن (کا گورنر) بنا کر بھیجا اور اس موقع پر ہدایت فرمائی کہ آسانیاں پیدا کرنا، سختی نہ کرنا، ان کو خوش رکھنا، نفرت نہ دلانا، اتفاق رکھنا، اختلاف نہ پیدا کرنا''۔ (صحیح بخاری، 3038)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''قران مجید اس وقت تک پڑھو جب تک تمہارے دل ملے رہیں اور جب اختلاف ہو تو اُٹھ کھڑے ہو (قران مجید پڑھنا بند کردو)''۔ (صحیح بخاری، 5061)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جب تک میں تم سے یکسو رہوں تم بھی مجھے چھوڑ دو (سوالات نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلی امتیں اپنے (غیر ضروری) سوال اور انبیاء کے سامنے اختلاف کی وجہ سے تباہ ہوئیں۔ پس جب میں تمہیں کسی چیز سے روکوں تو تم بھی اس سے پرہیز کرو اور جب میں کسی بات کا حکم دوں تو جتنی تم میں استطاعت ہو، اس پر عمل کرو''۔ (صحیح بخاری، 7288)

ابومسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز میں (ہمیں برابر کھڑا کرنے کے لیے) ہمارے کندھوں کو ہاتھ لگا کر فرماتے تھے ''برابر ہو جاؤ اور الگ الگ کھڑے نہ ہو کہ اس سے تمہارے دل باہم مختلف ہو جائیں گے''۔ (صحیح مسلم، 972)

آپس کا اختلاف اتنی ہولناک اور تباہ کن چیز ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہر رات تہجد کی نماز کا آغاز اختلاف سے بچنے کی دعا سے کرتے تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب رات کو نماز کیلئے اٹھتے تو اس دعا سے آغاز فرماتے ''اے اللہ! جبرائیلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کے رب! آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے! پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے! تیرے بندے جن چیزوں میں اختلاف کرتے تھے تو ہی ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا، جن باتوں میں اختلاف کیا گیا ہے تو ہی اپنے حکم سے مجھے ان میں سے جو حق ہے اس پر چلا، بے شک تو ہی جسے چاہے صراط مستقیم پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے''۔

(صحیح مسلم، 1811)

جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریمؐ کے ساتھ تھے، آپؐ نے ایک لکیر کھینچی اور دو لکیریں اس کے دائیں جانب اور دو لکیریں اس کے بائیں جانب کھینچیں، پھر اپنا ہاتھ بیچ والی لکیر پر رکھا اور فرمایا: یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''یہی میرا سیدھا راستہ ہے، پس تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو ورنہ وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دیں گے''۔

(سنن ابن ماجہ 11، مسند احمد 326، سندہ صحیح)

عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا اور ساتھ ہی فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے۔ پھر اس کے دائیں بائیں کئی خطوط کھینچے اور فرمایا یہ جدا جدا راستے ہیں۔ ان میں سے ہر راستے پر شیطان ہے جو اپنی طرف بلاتا ہے۔

(مسند احمد، 8599، سندہ صحیح)

کیونکہ یہود و نصاری اس اختلاف سے نہیں بچ سکے اور باہم متفرق ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے متعدد بار یہود و نصاری کی پیروی سے منع فرمایا، اسلیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اختلاف سے بچنے کی تعلیم دی اور ہر بات میں یہود و نصاری کی ممانعت کی۔ آج کے پر فتن دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل ہی ہماری نجات کا ضامن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''مشرکوں کی مخالفت کرو، مونچھیں اچھی طرح تراشو اور داڑھیاں بڑھاؤ''۔

(صحیح مسلم، 602، عن ابن عمرؓ)

انسؓ فرماتے ہیں:

(نماز کے اعلان کے طریقے پر بحث کرتے ہوئے) صحابہؓ نے آگ اور ناقوس کا ذکر کیا، لیکن بعض نے کہا کہ یہ تو یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے۔ آخر بلالؓ کو حکم ہوا کہ اذان میں (کلمات) دو دو دفعہ کہیں اور اقامت میں ایک ایک دفعہ۔ (صحیح بخاری، 3457)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام بھی یہود و نصاری کی مخالفت بڑی شد و مد سے کرتے تھے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''یہود و نصاریٰ بالوں کو رنگ نہیں لگاتے، تم ان کی مخالفت کرو''۔ (صحیح مسلم، 5510)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''یہود و نصاریٰ داڑھی نہیں رنگتے، تم ان کی مخالفت کرو''۔ (صحیح بخاری، 3462)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

''یہود کی مخالفت کرو کیونکہ نہ وہ اپنے جوتوں میں نماز پڑھتے ہیں نہ اپنے موزوں میں''۔

(سنن ابوداؤد، حدیث 652، سندہ صحیح)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''دین برابر غالب رہے گا جب تک لوگ افطار میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ اس میں تاخیر کرتے تھے''۔ (سنن ابوداؤد، 2353، سندہ صحیح)

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے روزے والے دوسرے دنوں کی نسبت ہفتہ اور اتوار کا روزہ بکثرت رکھتے تھے؛ نیز آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ مشرکوں یعنی یہود و نصاریٰ کی عیدوں کے دن ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ان کی مخالفت کروں''۔

(مسند احمد 3968، سندہ حسن، صحیح ابن حبان 3646 وابن خزیمہ 2167)

عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی جنازے کے ساتھ جاتے تو جب تک جنازہ قبر میں نہ رکھ دیا جاتا، آپ ؐ بیٹھتے نہ تھے۔ ایک یہودی عالم نے آپ ؐ کے پاس آ کر کہا: اے محمد ؐ! ہم بھی ایسا ہی کرتے ہیں، تو (اس کے بعد) رسول اللہ ﷺ بیٹھنے لگ گئے اور فرمایا ''تم ان کی مخالفت کرو''۔

(جامع ترمذی 1020، ابن ماجہ 1345، البانی صاحب نے دونوں حدیثوں کو شواہد کی بنا پر حسن کہا ہے، دیکھئے ارواء الغلیل 3/193)

رسول اللہ ﷺ نے اللہ رب العزت کے یہود و نصاریٰ کی مخالفت کے حکم کی اس قدر پاسداری فرمائی کہ بالآخر یہود خود اس بات کے اقرار پر مجبور ہو گئے۔ انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں ''یہودیوں میں جب ان کی کوئی عورت حائضہ ہوتی تھی تو نہ وہ اسکے ساتھ کھانا کھاتے تھے اور نہ اس کے ساتھ گھر میں رہتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام ؓ نے نبی اکرم ﷺ سے اس بارے میں سوال پوچھا تو اللہ رب العزت نے یہ آیت نازل فرمائی ''لوگ آپ ؐ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جماع کے سوا سب کچھ کرو''۔ یہودیوں تک جب یہ بات پہنچی تو کہنے لگے ''اس شخص نے تو تہیہ کر رکھا ہے کہ ہر بات میں ہماری مخالفت کرے گا''۔

(صحیح مسلم، 694)

قارئین کرام ! ان چند آیات واحادیث میں اللہ رب العزت کے احکامات اور رسول اکرم ﷺ کا طرز عمل اس بات کا متقاضی ہے کہ یہود ونصاریٰ کی مخالفت روزمرہ چیزوں میں بھی نہایت ضروری ہے چہ جائیکہ فرقہ بندی میں ان کی موافقت کی جائے۔لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ امت مسلمہ کی موجودہ حالت، ان کا اختلاف وافتراق اوران کی فرقہ بندیاں یہود ونصاریٰ سے بھی بڑھ کر ہیں۔اسی لیے رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا:

''تم ضرور بہ ضرور ان کے نقش قدم پر چلو گے، قدم بہ قدم، ذرع بہ ذرع، یہاں تک کہ اگر وہ کسی سانڈھے کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔صحابہؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسولؐ اس سے مراد یہود ونصاری ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: پھر کون (مراد ہوسکتا ہے)''۔
(صحیح بخاری3456،صحیح مسلم 6781،عن ابی سعیدؓ)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ کے آخری وقتوں میں بھی ہمیں ان کی موافقت سے منع فرمایا۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد بنالیا''۔آپؐ یہ فرما کر اُمت کو ان کی پیروی سے ڈراتے تھے۔ (صحیح بخاری435،عن عائشہؓ وعن ابن عباسؓ)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں جس وقت رسول اللہؐ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور ہمیں بھی رکھنے کا حکم دیا تو لوگوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ، یہ ایسا دن ہے کہ اسکی تعظیم تو یہود ونصاریٰ بھی کرتے ہیں۔اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب آئندہ سال آئے گا تو ہم نویں تاریخ کا بھی روزہ رکھیں گے'' لیکن ابھی آئندہ سال آنے نہ پایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات ہوگئی۔
(صحیح مسلم،2666)

رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں مسلمین کو بہت سے فتنوں سے آگاہ کیا تھا جس میں وہ مبتلا کیے جائیں گے۔ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ایک رات رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو فرمایا کہ سبحان اللہ آج رات کیسے کیسے فتنے

اتارے گئے ہیں''۔ (صحیح بخاری 115)

## 1- جھوٹی نبوت کے دعویدار:

کچھ فتنے تو نبی کریم ﷺ کی حیات طیبہ میں ہی ظہور پذیر ہوئے لیکن ان کی شدت آپ ﷺ کی وفات کے بعد مسلمین نے محسوس کی جس نے ان کے اتحاد میں دراڑ ڈالنے کی بھرپور کوشش کی۔ ان میں سے سب سے پہلا فتنہ جس نے مسلمین کو نقصان پہنچایا اور بہت سے مرتد لوگ مسلمین کے خلاف کھڑے ہوگئے وہ جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس بارے میں تفصیل سے آگاہ کر چکے تھے اور قران مجید کی آیات اس پر شاہد تھیں، پھر بھی ایک فرقہ ان باطل دعویداروں کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''میں سویا ہوا تھا کہ میں نے (خواب میں) سونے کے دو کنگن اپنے ہاتھوں میں دیکھے، مجھے اس خواب میں بہت فکر ہوئی۔ پھر خواب میں ہی وحی کے ذریعے مجھے بتایا گیا کہ میں ان پر پھونک ماروں۔ چنانچہ جب میں نے پھونک ماری تو وہ دونوں اُڑ گئے۔ میں نے یہ تعبیر لی کہ میرے بعد جھوٹے نبی ہوں گے۔ پس ان میں ایک اسود عنسی (صنعاء یمن کا رہنے والا) اور دوسرا مسیلمہ (یمامہ کا رہنے والا)''۔ (صحیح بخاری، 3621)

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے زمانے میں مسیلمہ کذاب مدینہ منورہ آیا اور یہ کہنے لگا کہ اگر محمد ﷺ خلافت کو اپنے بعد مجھے سونپ دیں تو میں ان کی اتباع کیلئے تیار ہوں۔ مسیلمہ اپنے بہت سے پیروکاروں کو ساتھ لیکر آیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ اس کے پاس (اسے سمجھانے کیلئے) تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ساتھ ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک کھجور کی چھڑی تھی۔ آپؐ وہاں ٹھہر گئے جہاں مسیلمہ اپنے آدمیوں کے ساتھ موجود تھا۔ آپؐ نے اس سے فرمایا کہ ''اگر تو مجھ سے چھڑی بھی مانگے تو میں تجھے نہیں دے سکتا (خلافت تو بڑی چیز ہے) اور تو اللہ کی مرضی کو ٹال نہیں سکتا۔ اگر تو اسلام سے پیٹھ

پھیرے گا تو اللہ تجھ کو تباہ کرے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ تو وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے''۔
(صحیح بخاری، 3620)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نے ایک خط بھی پہنچایا اور اسکے قاصدوں نے اس کے سچا ہونے کی تصدیق کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سفیروں کو قتل کیا جاتا ہوتا تو میں ضرور تمہاری گردنیں مارتا۔
(سنن ابوداؤد، حدیث 2761، سندہ صحیح)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب نے خروج کیا اور نبوت کا دعویدار بن گیا۔
(صحیح بخاری، حدیث 4072 عن جعفر بن عمروؓ)

بہت سے لوگوں نے اسکی آواز پر لبیک کہا اور یوں ایک بڑا فرقہ مسلمین کے خلاف اکٹھا ہو گیا۔ ابی رجاء بیان کرتے ہیں۔ ''جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں ابھی کم عمر تھا اور اپنے گھر کے اونٹ چرایا کرتا تھا۔ پھر جب ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح (مکہ کی خبر سنی) تو ہم آپ کو چھوڑ کر دوزخ میں چلے گئے، یعنی مسیلمہ کذاب کے تابعدار بن گئے''۔ (صحیح بخاری، 4377)

ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں اسکے متبعین سے جنگ یمامہ ہوئی اور مسلمین کی کافی تعداد شہید ہوئی۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

''غزوہ احد میں قبیلہ انصار کے ستر آدمی شہید ہوئے، بئر معونہ میں ان کے ستر آدمی شہید ہوئے اور یمامہ کی لڑائی میں بھی ان کے ستر آدمی شہید ہوئے''۔ (صحیح بخاری، 4078)

اسی جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب کا قتل وحشی کے ہاتھوں ہوا جن کے ہاتھوں سے امیر حمزہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہوئے تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ (مسیلمہ کے قتل کے بعد) ایک لڑکی نے چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کیا کہ امیر المومنین (مسیلمہ) کو ایک کالے غلام (یعنی وحشی) نے قتل کر دیا۔ (صحیح بخاری، 4072)

اسود عنسی کو صنعاء (یمن) میں فیروز نے قتل کیا۔ (مسند امام احمد، 7845، سندہ صحیح)

## 2- خوارج

دوسرا بڑا فتنہ جس نے اسلامی اتحاد میں دراڑ ڈالی اور اسکی پیشن گوئی بھی رسول اکرم ﷺ نے فرمائی تھی، وہ خوارج کا فتنہ تھا۔

ابو سعید خدریؓ بیان فرماتے ہیں کہ علی رضی اللہ عنہ نے (یمن سے) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کچھ سونا بھیجا تو آپ ﷺ نے اسے چار آدمیوں میں تقسیم کر دیا۔ اس پر قریش اور انصار کے لوگوں کو تذبذب ہوا اور کہنے لگے کہ آپؐ نے نجد کے بڑوں کو تو دیا اور ہمیں نظر انداز کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف ان کے دل ملانے کیلئے ان کو دیتا ہوں (کیونکہ حال ہی میں یہ لوگ مسلم ہوئے ہیں) پھر ایک شخص سامنے آیا، اسکی آنکھیں دھنسی ہوئی تھیں، گلے پھولے ہوئے تھے، پیشانی بھی اٹھی ہوئی تھی، داڑھی بہت گھنی تھی اور سر منڈا ہوا تھا۔ اس نے کہا اے محمدؐ! اللہ سے ڈرو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر میں ہی اللہ کی نافرمانی کروں گا تو پھر اسکی فرمانبرداری کون کرے گا؟ اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر مجھے دیانتدار بنا کر بھیجا ہے۔ کیا تم مجھے امین نہیں سمجھتے؟ اسکی اس گستاخی پر ایک صحابی نے اسکے قتل کی اجازت چاہی، میرا خیال ہے کہ یہ خالد بن ولیدؓ تھے، لیکن آپ ﷺ نے انہیں اس سے روک دیا، پھر وہ شخص وہاں سے چلنے لگا تو آپ ﷺ نے فرمایا ''اس شخص کی نسل سے یا (آپ ﷺ نے یہ فرمایا) اس شخص کے بعد اسی کی قوم سے ایسے لوگ پیدا ہونگے جو قران مجید کی تلاوت کریں گے مگر وہ ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا، دین سے وہ اس طرح نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے نکل جاتا ہے، یہ مسلمین کو قتل کریں گے اور بت پرستوں کو چھوڑ دیں گے۔ اگر میری زندگی اس وقت تک باقی رہے تو میں ان کو اسطرح قتل کروں گا جیسے قوم عاد کا (عذاب الٰہی سے) قتل ہوا تھا کہ ایک بھی باقی نہ بچا''۔ (صحیح بخاری 3344)

زید بن وہب جہنی بیان کرتے ہیں کہ وہ اس لشکر میں شامل تھے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا (اور) خوارج کی طرف روانہ ہوا تھا۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے کہا ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے سنا ہے کہ میری امت سے کچھ لوگ نکلیں گے، وہ قران (اس طرح) پڑھیں

گے کہ تمہاری قرات ان کی قرات کے مقابلے میں کچھ نہ ہو گی اور نہ تمہاری نمازوں کی ان کی نمازوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی اور نہ ہی تمہارے روزوں کی ان کے روزوں کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہوگی۔ وہ قران پڑھیں گے اور خیال کریں گے کہ وہ ان کے حق میں ہے حالانکہ وہ ان کے خلاف ہوگا، ان کی نماز ان کی ہنسلیوں سے آگے نہیں بڑھے گی اور وہ اسطرح تیز رفتاری کے ساتھ اسلام سے نکل جائیں گے جس طرح تیر بہت تیزی سے شکار کے اندر سے نکل جاتا ہے۔ اگر وہ لشکر جوان کو جالے گا جان لے کہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ان کے بارے میں کیا فیصلہ ہوا ہے تو وہ (ہر) عمل سے (بے نیاز ہو کر صرف اسی عمل پر) بھروسہ کرلیں۔ اس (گروہ) کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ہوگا جس کا عضد (بازو، کندھے سے لیکر کہنی تک کا حصہ) ہوگا، کلائی نہیں ہوگی، اس کے بازو کا سرا پستان کی طرح ہوگا۔ تم لوگ معاویہؓ اور اہل شام کی طرف جارہے ہو اور انہیں چھوڑ رہے ہو جو تمہارے بعد تمہارے بچوں اور اموال پر آپڑیں گے، اللہ کی قسم! مجھے امید ہے کہ یہ وہی قوم ہے کیونکہ انہوں نے (مسلمین کا) حرمت والا خون بہایا ہے اور لوگوں اور مویشوں پر غارت گری کی ہے، لہٰذا اللہ کا نام لیکر ان کی طرف چلو'۔ سلمہ بن کہیل نے کہا مجھے زید بن وہب نے (ایک ایک) منزل میں اتارا (ہر منزل کی تفصیل بتائی) حتی کہ بتایا ہم ایک پل پر سے گزرے پھر جب ہمارا آمنا سامنا ہوا تو اس روز خوارج کا سپہ سالار عبداللہ بن وہب راسی تھا، اس نے ان سے کہا: اپنے نیزے پھینک دو اور اپنی تلواریں نیاموں سے نکال لو کیونکہ مجھے خطرہ ہے کہ وہ تمہارے سامنے (صلح کیلئے اللہ کا نام) پکاریں گے جس طرح انہوں نے خروراء کے دن تمہارے سامنے پکارا تھا، تو انہوں نے لوٹ کر اپنے نیزے پھینک دیے اور تلواریں سونت لیں تو لوگ انہی نیزوں کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے اور وہ (خوارج) ایک دوسرے پر قتل ہوئے (ایک کے بعد دوسرا آتا اور قتل ہو کر گرتا) اور اس روز (علی رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے والوں) میں سے دو کے علاوہ کوئی قتل نہ ہوا۔ حضرت علیؓ نے کہا: ان میں اس ادھورے ہاتھ والے کو تلاش کرو۔ لوگوں نے بہت ڈھونڈا مگر وہ نہ ملا۔ اس پر علیؓ خود اٹھے اور ان لوگوں کے پاس آئے جو قتل ہو کر ایک دوسرے کے اوپر گرے ہوئے تھے۔ آپؓ نے فرمایا کہ ان کو ہٹاؤ تو

انہوں نے اس شخص کو (لاشوں کے نیچے) زمین سے لگا ہوا پایا۔ آپؓ نے اللہ اکبر کہا اور فرمایا "اللہ نے سچ فرمایا اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (اسی طرح ہم تک) پہنچا دیا"۔

(صحیح مسلم، حدیث 2467)

علی رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ نشانیوں کے مطابق ان لوگوں کو نیست ونابود کیا۔ جھوٹے نبوت کے دعویداروں کے بعد ان لوگوں نے اسلام میں تفرقہ ڈالا اور لوگوں کو جماعت المسلمین سے الگ کر کے اپنا ایک علیحدہ فرقہ بنالیا۔

ان کے تفرقے کی قباحت اور اس سے صحابہؓ کی شدید نفرت مندرجہ ذیل واقعہ سے عیاں ہوتی ہے۔

صفوان بن سلیم سے مروی ہے کہ ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ دمشق میں داخل ہوئے تو انہوں نے حروری یعنی خارجی لوگوں کے سر لٹکے ہوئے دیکھے تو انہوں نے تین دفعہ کہا کہ "یہ لوگ جہنم کے کتے ہیں، آسمان کی چھت کے نیچے قتل ہونے والوں میں سے یہ بدترین مقتول ہیں اور انہوں نے جن لوگوں کو قتل کیا، وہ آسمان کے نیچے قتل ہونے والوں میں سے بہترین مقتول ہیں" پھر وہ رونے لگے، ایک آدمی آپ کی طرف اٹھا اور کہنے لگا، اے ابو امامہؓ، آپ ان کی طرف دیکھ کر کیوں روئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "میں اس لیے رویا ہوں کہ یہ لوگ دائرہ اسلام سے نکل گئے، یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے تفرقہ ڈالا اور دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا"۔

(مسند امام احمد، نمبر 12383، سندہ صحیح)

یہ واقعہ اس بات کی زبردست مثال ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین اللہ کے نازل کردہ دین کو کامل سمجھتے تھے اور اس میں تفرقہ ڈالنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے تھے۔

## 3- سبائیت

جس طرح سینٹ پال نے عیسائیت کی اصل شکل کو مسخ کیا، اسی طرح اسلامی وحدت کو پارہ پارہ کرنے کی کوشش بھی ایک اور یہودی شخص نے سرانجام دی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

"آپ بلاشبہ ان لوگوں کی دشمنی میں جو ایمان لائے ہیں، سب سے زیادہ سخت یہود کو پاؤ

گئے“۔ (سورۃ المائدہ، آیت 82)

اسلام کی شب وروز ترقی اور ان کا جزیرہ عرب سے یہودیوں کو نکالنا انہیں ہضم نہیں ہوا اور یہودیوں نے پس پردہ بہت سی چالیں چلیں جن میں سب سے ضرر رساں چال خلافت کے حقداروں کے بارے میں غلط فہمی پیدا کرنے کے متعلق تھی۔ عبداللہ بن سبا نامی یہودی جو کہ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر مسلمین میں داخل ہوا اور ایک پورے طبقے کو اپنے ساتھ ملا کر اسلام کے اتحاد میں رخنہ ڈالنے میں کامیاب ہوا، اس نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات گرامی میں حد سے زیادہ غلو کیا اور انہیں رسول اللہ ﷺ کا اصلی جانشین قرار دیا۔ اس گروہ نے سیاسی بنیادوں پر اختلاف شروع کیا اور رفتہ رفتہ ایک علیحدہ مذہبی حیثیت اختیار کر گیا۔

شیعہ مصنفین تواتر سے اس شخص کو یہودی مانتے آئے ہیں لیکن موجودہ زمانے اور ماضی قریب کے مصنفین نے عبداللہ بن سبا کو ایک فرضی کردار قرار دیا ہے۔ تاہم اسکی اصلی حیثیت کے بارے میں شیعہ مذہب کی اسماء الرجال کی مستند کتاب رجال الکشی سے حوالہ جات ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں۔

ابو جعفر (پانچویں امام) فرماتے ہیں ”عبداللہ بن سبا یہ دعویٰ کرتا تھا کہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ الہ ہیں اور وہ خود ایک رسول ہے۔ جب یہ خبر علیؓ تک پہنچی تو انہوں نے اسے بلایا اور اس بارے میں استفسار کیا۔ اس نے اپنے دعویٰ کو دہرایا اور کہا: آپ الہ ہیں، یہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ آپ الہ ہیں اور میں نبی ہوں۔ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تمہاری جرات کیسے ہوئی یہ کہنے کی۔ شیطان نے تمہیں ورغلایا ہے۔ جو تم نے کہا ہے اسکے لیے اللہ سے معافی مانگو۔ تمہاری ماں تمہیں روئے، اس دعویٰ سے باز آجاؤ۔ اس نے انکار کیا تو علیؓ نے اسے قید کر دیا اور اسے تین دفعہ معافی مانگنے کو کہا۔ اس نے انکار کیا تو علیؓ نے اسے زندہ جلا دیا اور کہا کہ شیطان نے اسے اپنے جال میں پھنسالیا تھا، وہ اسکے پاس آتا تھا اور یہ خیالات اس کو القاء کرتا تھا“۔

(رجال الکشی، جز اول، صفحہ 323)

رجال الکشی میں ایک اور روایت ہے" چند اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن سبا پہلے یہودی تھا پھر اسلام قبول کیا اور علی علیہ السلام سے خاص تعلق کا اظہار کیا۔ اپنی یہودیت کے زمانہ میں وہ حضرت موسیٰ کے وصی یوشع بن نون کے بارے میں غلو کرتا تھا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد وہ اسلام میں داخل ہو کر اسی قسم کا غلو حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں کرنے لگا، اور وہ پہلا آدمی ہے جس نے حضرت علی کی امامت کے عقیدے کی فرضیت کا اعلان کیا اور ان کے دشمنوں سے برأت ظاہر کی اور کھلم کھلا ان کی مخالفت کی اور انہیں کافر قرار دیا"۔ (رجال الکشی، صفحہ 71)

عبداللہ بن سبا اور اسکے پیروکاروں کے جلائے جانے کا تذکرہ صحیح بخاری میں بھی ملتا ہے۔ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ علی رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ زندیق لوگ لائے گئے تو انہوں نے انکو زندہ جلا دیا۔ (صحیح بخاری، 6922)

ایک انگریز مصنف سین انتھونی لکھتا ہے" جس سنجیدگی کے ساتھ شیعہ مصنفین کے حوالہ جات اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سبا یہودی تھا اور اسکے متعلق جتنا مواد ملتا ہے (اس مواد کو چھوڑ کر جو سنی مصنفین نے مرتب کر کے شیعہ ازم کو یہودیت کی شاخ بتایا ہے) وہ (شیعہ مواد) انتہائی متاثر کن ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن سبا کے خدوخال جو سیف بن عمر نے بیان کیے ہیں اور جو ثابت کرتے ہیں کہ وہ یہودی تھا، وہی سب سے زیادہ مشہور و معروف ہیں"۔

(Anthony Sean, 2011-11-25, The Cahiph and The Heretic: Ibn-e-Saba and Origins of Shi'ism. BRILL. p.#71, ISBN: 9789004209305)

ایک اور مستشرق لکھتا ہے" جو الزام شیعہ مصنف سیف بن عمر کے بیان پر لگاتے ہیں کہ وہ عبداللہ بن سبا کی کہانی کا بنانے والا ہے، وہی الزام اسکے ہم عصر دوسرے راویوں پر بھی آسانی سے لگایا جا سکتا ہے جن میں سر فہرست ابو مخنف ہے (جس نے مقتل حسین لکھ کر اس میں کربلا کا واقعہ نقل کیا)"۔

(Tucker, William Frederich, 2008, Mahdis and

Millinarians: Shi'ite Extremists in Early Muslim Iraq, Cambridge University Press, pp.10-12, ISBN: 978-0-521-88384-9).

عبداللہ بن سبا کا یہودی ہونا اور شیعہ مذہب کا ایجاد کنندہ ہونا اتنا مشہور و معروف امر ہے کہ خود یہودی ادب و تاریخ میں اسکا ذکر ملتا ہے۔ ایک یہودی مصنف ڈبنوؔ لکھتا ہے۔ ''علی کے پیروکاروں میں عبداللہ بن سبا بھی تھا جو کہ عرب یہودی تھا اور مسلم ہو گیا تھا۔ اس نے دنیا کے فنا ہونے سے پہلے دوبارہ نبی کریم ﷺ کی بعثت کا فلسفہ ایجاد کیا اور وہی شیعہ مذہب کے اولین معماروں میں سے تھا''۔

(History of Jews, Simon Dubnov, Volume 2, Page #330)

الغرض یہ فرقہ علی رضی اللہ عنہ کی شان میں غلو اور ان کو خلافت کا اصل حقدار ماننے کے نظریات پر وجود میں آیا اور رفتہ رفتہ ایک علیحدہ مذہب کی شکل اختیار کر گیا۔ یہ شخصیت پرستی صرف علی رضی اللہ عنہ کی ذات تک محدود نہیں رہی بلکہ بعد کے اماموں کو بھی اسی اصول کے تحت ایسے بلند درجات دیے گئے جو ناقابل فہم ہیں۔ اس بات کا مزید ذکر کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس فرقے کے اماموں کا تعارف کرایا جائے اور ان کے ماننے والے مزید فرقوں کے بارے میں چند سطور تحریر کی جائیں۔

یہ فرقہ علی رضی اللہ عنہ کو اپنا پہلا امام مانتا ہے جن کے تین بیٹے ہیں، حسنؓ، حسینؓ اور محمد ابن حنفیہؒ۔

- ☆ ان کا ایک ذیلی فرقہ جو صرف محمد بن حنفیہ کو اپنا امام مانتا ہے اسے کیسانی کہا جاتا ہے۔
- ☆ حسینؓ کے بیٹے زین العابدین ہیں، جو فرقہ ان کو اپنا امام مانتا ہے اسے زیدی کہتے ہیں۔
- ☆ زین العابدین کے بیٹے محمد باقر ہیں اور ان کے بیٹے جعفر صادق ہیں۔
- ☆ جعفر صادق کے تین بیٹے ہیں۔ جو ذیلی فرقہ ان کے بعد ان کے بیٹے عبداللہ الافتح کو اپنا امام مانتا ہے اسے فتحی کہتے ہیں۔ جو ذیلی فرقہ جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے اسماعیل کو اپنا امام مانتا ہے اسے سبعین (سات اماموں والے) کہا جاتا ہے۔ شیعہ مذہب کا سب

سے بڑا فرقہ جعفر صادق کے بعد ان کے بیٹے موسیٰ کاظم کو امام مانتا ہے اور پھر ان کے بعد ان کے بیٹے علی رضا، ان کے بیٹے محمد تقی، ان کے بیٹے علی الہادی، ان کے بیٹے حسن العسکری اور ان کے بیٹے مہدی (بارہویں غائب امام) کو اپنا امام مانتا ہے، اسے اثنا عشری (بارہ امام والے) کہا جاتا ہے۔ اس فرقے کے ماننے والوں کی تعداد باقی شیعہ فرقوں کی نسبت کہیں زیادہ ہے۔

☆ جعفر صادق کے بیٹے اسماعیل کے بیٹے محمد ہیں۔ ان کے بیٹے عبداللہ، ان کے بیٹے احمد، ان کے بیٹے عبداللہ، ان کے بیٹے مہدی باللہ، ان کے بیٹے قائم، ان کے بیٹے منصور، ان کے بیٹے معز، ان کے بیٹے عزیز اور ان کے بیٹے حاکم ہیں۔ جو ذیلی فرقہ حاکم کو اپنا امام مانتا ہے اسے دروز کہتے ہیں۔

☆ حاکم کے بیٹے ظاہر ہیں اور ان کے بیٹے مستنصر ہیں۔ مستنصر کو امام ماننے والے نذاری کہلاتے ہیں۔

☆ مستنصر کے بیٹے مستعالی ہیں جنکے بیٹے حافظ ہیں۔ حافظ کو امام ماننے والے حافظی کہلاتے ہیں۔

☆ مستعالی کے دوسرے بیٹے ظاہر ہیں، ان کے بیٹے طیب ہیں۔ طیب کو امام ماننے والا فرقہ بوہرہ کہلاتا ہے۔

☆ بوہرہ فرقہ مزید بہت سی گروہ بندیوں کا شکار ہے جن میں داؤدی بوہرہ، جعفری بوہرہ، سلیمانی بوہرہ، علاوی بوہرہ، ہبتیہ بوہرہ، اتباع مالک بوہرہ اور روشن خیال داؤدی بوہرہ شامل ہیں۔

شیعہ مذہب کا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد اللہ تعالیٰ نے علی رضی اللہ عنہ کو امام بنایا اور ان کے بعد کے اماموں کا فیصلہ بھی اللہ نے خود کیا۔ لیکن ان ناموں کا فیصلہ ہونے کے باوجود مندرجہ بالا فرقہ بندیاں ناقابل فہم ہیں۔ کیسانی اور زیدی کو چھوڑ کر باقی تمام فرقے امام جعفر الصادق کو اپنا چھٹا امام مانتے ہیں اور ان کے مذہب کی زیادہ روایتیں انہی سے منسوب ہیں۔

تاہم تعداد کے لحاظ سے اثنا عشری فرقہ دنیا بھر میں اکثریت کا حامل ہے۔قبل اسکے کہ ہم ان کی احادیث کی کتابوں اور حوالہ جات کی طرف متوجہ ہوں، اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ انکے عقیدے کے مطابق بارہویں امام مہدی پر خلافت اور امامت منقطع ہو گئی ہے۔ مہدی، حسن العسکری کے بیٹے ہیں اوران کوخلفاءوقت کے شر سے بچانے کیلئے ان کے والد کی وفات کے بعد چھپادیا گیا تھا۔

ان کی یہ پردہ نشینی (Occultation) دوقسم کی ہے۔ایک پردہ وہ تھا جسکو عارضی یا قلیل پردہ کہا جاتا ہے۔ 260ھ میں حسن عسکری کی وفات کے بعد امام مہدی کو چھپا دیا گیا اور وہ اپنے منتخب کردہ نائبین کے ذریعے اپنے پیروکاروں سے منسلک رہے۔ وہ نائبین لوگوں کے خطوط اور زکوۃ امام تک پہنچاتے اور امام کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے۔ ان نائبین کی اصل تعداد میں اختلاف ہے لیکن چار نائبین کو متفقہ طور پر قابل اعتبار سمجھا جاتا ہے جن میں عثمان ابن سعید امری، محمد ابن عثمان، حسین ابن روح نوبختی اور علی ابن محمد شمری شامل ہیں۔ پہلے نائب نے 7 سال یہ کام سنبھالا، دوسرے نے 40 سال تک نیابت کی، تیسرے کی نیابت 20 سال رہی۔آخری نائب علی بن محمد کو امام غائب نے خط لکھا کہ تم چھ روز بعد وفات پا جاؤ گے اسلیئے تیاری کرو اور کسی کو اپنا نائب نہ بناؤ اسلیئے کہ اب دوسری پردہ نشینی کا وقت آ گیا ہے اور جب لوگ دنیا کے ظلم وستم سے تنگ آجائیں گے اور شکستہ حال ہوں گے تب میرا ظہور ہوگا۔

(ماخوذ: امام مہدی کے خاص نائبین، مئولفہ زہرہ رئیسی، ترجمہ محبوب مرشدین، رسالہ پیغام ثقلین، بہار 2013، جز 14، رقم 1)

شیعہ مذہب کی مشورترین کتاب الکافی ہے جو محمد ابن یعقوب کلیانی کی تصنیف ہے۔اس کتاب کے انگریزی ترجمہ کے دیباچہ میں محمد سرور صاحب لکھتے ہیں کہ ان احادیث کو دیکھ کر اماموں کے پیروکاروں کو محسوس ہوگا کہ یہ اہل بیت کی طرف سے ان کیلئے کتنا بڑا تحفہ ہے اور اسکی ایک ایک روایت اتنا بے بہا خزانہ ہے جسکی اہمیت سے کوئی بھی پیروکار انکار نہیں کرسکتا۔انہوں نے السید ابن طوس کا قول بھی نقل کیا ہے کہ کلیانی صاحب، امام غائب مہدی کے چار نائبین کے ہم

عصر رہے ہیں اسلیئے اس کتاب کے قطعی الصحت ہونے میں کوئی شک نہیں رہتا۔

(پیش لفظ، انگریزی ترجمہ کتاب الکافی از محمد سرور، نیو پارک، سنہ 1999، صفحہ 16، ڈاؤن لوڈ لنک: (http://www.holybooks.com/al-Kafi-shia-divine-text)

اس فرقے نے اپنے پیروکاروں کی ذہن سازی کرنے کیلیئے تاکہ وہ اس بات پر ایمان لے آئیں کہ اماموں کی پیروی فرض ہے اوران پر کامل یقین نہ رکھنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور وہ امام بھی منجانب اللہ نامزد ہیں، طرح طرح کی روایتیں اس کتاب میں شامل کی ہیں۔

چند روایتیں ذیل میں درج ہیں:

امام باقر فرماتے ہیں ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس قوم کو ضرور عذاب میں مبتلا کروں گا جو نہایت پاکدامن اور نیک اعمال والی زندگی گزار دے لیکن وہ ایسے امام کے تابع ہو جو امامت کا حقدار نہیں لیکن میں اس قوم کو بخش دوں گا جو کسی ایسے امام کے تابع ہو جسے اللہ نے نامزد کیا ہو چاہے وہ قوم کیسی ہی گہنگار اور بدکار ہی کیوں نہ ہو''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، باب 86، حدیث نمبر 5، مجموعی 973)

امام جعفر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں ''اگر زمین پر امام کا وجود ختم ہو جائے تو وہ اپنے اوپر بسنے والوں کو تباہ و برباد کر دے''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، باب 5، حدیث نمبر 10، مجموعی 437)

''کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جن تک وہ اللہ کو نہ جانتا ہو، اسکے رسول کو نہ جانتا ہو اور تمام اماموں کو نہ جانتا ہو، اپنے وقت کے امام کو نہ جانتا ہو، اسکی تسلط کی طاقت کو نہ جانتا ہو جو اسے اللہ کی طرف سے بندوں پر حاصل ہوتی ہے، اور اپنے تمام افعال امام کے تابع نہ کر دے''۔

(اصول کافی، ترجمہ محمد سرور، باب 7، حدیث نمبر 2، مجموعی 447)

ایک شخص نے امام باقر سے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کونسے امام ہیں۔ امام باقر نے فرمایا ''امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ امام تھے، پھر حسنؓ امام تھے، پھر حسینؓ امام تھے، پھر علی بن حسین امام تھے، پھر محمد ابن علی امام تھے۔ جو کوئی بھی اسکا انکار کرتا ہے وہ ایسا ہی ہے جیسے اللہ کے

وجود کا انکار کرتا ہے یا رسول اللہؐ کی صداقت کا انکار کرتا ہے"۔

(اصول کافی، ترجمہ محمد سرور، باب 7، حدیث نمبر 5، مجموعی 450)

امام جعفر فرماتے ہیں کہ ایک دن ان کے والد (امام باقر) نے جابر بن عبداللہ الانصاری سے کہا کہ آپ نے جو فاطمہؓ کے ہاتھ میں ایک تحریر دیکھی تھی اس میں کیا لکھا تھا۔ جابر بن عبداللہ نے کہا کہ میں نے اس تحریر کی نقل کر لی تھی۔ اس میں لکھا ہے "اے محمد! یہ تحریر اللہ کی طرف سے ہے جسے جبرائیل امین لیکر اترے ہیں۔ اللہ کے احسانوں کا شکر ادا کرو اور اسکی نعمتوں کو مت چھپاؤ۔ میں نے ایسا کوئی پیغمبر نہیں بھیجا کہ اسکے آخری دنوں میں اسکے جانشین نہ مقرر کیے ہوں۔ میں نے آپ کی جانشینی آپ کے دو بہادر نواسوں حسن اور حسین کو دی ہے۔ حسینؓ کے جانشینوں (اولاد) کو میں اکرام سے نوازوں گا۔ ان میں پہلا امام علی بن حسین ہوگا، پھر اسکا بیٹا محمد باقر امام ہوگا، پھر اسکا بیٹا جعفر صادق امام ہوگا۔ اس کے بعد موسیٰ کاظم امام بنے گا، پھر اسکو بیٹا عنایت ہوگا جسکا نام علی رضا ہوگا اور وہ امام بنے گا، اسکے قتل کے بعد اسکا بیٹا محمد امام بنے گا اور اسکی وفات سے قبل اسکے بیٹے علی کو امام بنایا جائے گا جسکے بعد حسن امام بنے گا۔ اس وقت میرے ماننے والے کمزور ہونگے اور قتل کیے جائیں گے اور جلائے جائیں گے۔ زمین ان کے خون سے لت پت ہوگی اور ان کی عورتوں میں نوحہ و ماتم وآہ وزاری عام ہوگی۔ ان لوگوں کے پاس میری امانت ہوگی اور وہ اہل حق ہونگے"۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 126، حدیث 3)

قارئین کرام آپ نے غور فرمایا کہ اس ذہن سازی (BRAIN WASHING) کے بعد کیا کوئی پیروکار اپنے اماموں کا انکار کر کے اپنے دین سے ہاتھ دھونے کی جرأت کر سکتا ہے؟ اپنے فرقے پر جمائے رکھنے کیلئے ایسی چیزیں وضع کرنا اور پھر انہیں اللہ رب العزت اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ منسوب کرنا کس قدر حیرت انگیز ہے۔

اماموں کی پیروی کی فرضیت ثابت کرنے کے بعد صاحب الکافی نے ایسی روایات درج کی ہیں جن میں اماموں کے اختیارات اور مراتب کو حد درجہ مبالغہ آرائی سے پیش کیا گیا ہے۔ چند

روایات میں تو یہ غلو اس حد تک بڑھ گیا ہے کہ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کو اماموں کی ملکیت اور قدرت میں دے دیا گیا ہے گویا کہ بقول قران مجید وہ ''ارباباً من دون اللہ'' ہیں۔

امام جعفر صادق زکوۃ کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں ''کیا تم نہیں جانتے کہ یہ دنیا اور دوسری دنیا (آخرت) دونوں امام کی ملکیت ہیں؟''

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 105، حدیث 4)

امام باقر فرماتے ہیں ''ہم اللہ کے علم کے خزانے ہیں۔ ہم اسکی وحی کے مترجم ہیں۔ اور ہم جو کچھ زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے ہے اس پر مکمل تصرف رکھتے ہیں''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 11، حدیث 3، مجموعی 488)

عبداللہ ابن ابان نے ایک دفعہ امام رضا سے اپنی اہل وعیال کے متعلق دعا کی درخواست کی تو امام رضا نے فرمایا ''کیا میں ان کیلئے دعا نہیں کرتا۔ اللہ کی قسم تمہارے اعمال صبح و شام میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 29، حدیث 4، مجموعی 582)

امام جعفر صادق فرماتے ہیں ''اگر میں موسیٰؑ اور خضر کے ساتھ ہوتا تو انہیں بتاتا کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ ان دونوں سے زیادہ ہے اور انہیں وہ علم بتاتا جو وہ نہیں جانتے تھے''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 48، حدیث 1، مجموعی 678)

''ایک شخص نے امام جعفر سے پوچھا کہ کیا امام کو غیب کا علم ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں ان کو علم تو نہیں ہوتا لیکن اگر وہ کسی چیز کے بارے میں جاننے کی خواہش کریں تو فوراً علم دے دیا جاتا ہے''۔　(الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب الحجۃ، باب 45، حدیث 4، مجموعی 666)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے رسول آپ کہہ دیں پکارو اللہ کے سوا جن کے بارے میں تم نے گمان کیا ہے، وہ آسمان اور زمین میں ذرہ برابر کسی چیز کی ملکیت نہیں رکھتے اور نہ ہی اُن کا زمین و آسمان میں کوئی

حصہ ہے اور نہ ہی کوئی اُن میں سے اللہ کا مددگار ہے''۔ (سورۃ سبا، آیت 22)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے رسول آپ کہہ دیں کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں''۔ (سورۃ الانعام، آیت 50)

مندرجہ بالا روایات اور قران مجید کی آیات کے درمیان فرق صاف ظاہر ہے۔ اللہ رب العزت کی خصوصیات کو دنیاوی اماموں کے ساتھ کیا نسبت! لیکن فرقہ پرستی میں یہ کچھ عجیب محسوس نہیں ہوتا۔ صاحب الکافی مزید نقل کرتے ہیں:

کتاب الحجہ باب نمبر 47 ''امام کو پتہ ہوتا ہے کہ اس نے کب مرنا ہے اور وہ اپنی مرضی سے مرتا ہے'' پس امام جعفر سے روایت ہے ''ایسا امام جسکو یہ نہیں معلوم کہ اس کے ساتھ کیا ہوگا اور وہ کیسے کیسے واقعات سے گزرے گا اسے اللہ کی مخلوق پر کوئی تصرف حاصل نہیں (یعنی وہ امام ہی نہیں)۔'' (الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 670 مجموعی)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''یقیناً اللہ کے پاس قیامت کا علم ہے۔ وہی بارش برساتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس زمین پر مرے گا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جاننے والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے''۔

(سورۃ لقمان، آیت 34)

قران مجید کی آیات اور مندرجہ بالا روایات اس بات کی غمازی کرتی ہیں کہ ائمہ کا رتبہ اتنا بڑھا دیا گیا ہے کہ انہیں الوہیت کا درجہ دے دیا گیا ہے۔ کتاب الجہ، باب 42 ''اماموں کو ہر جمعہ کی رات اضافی علم دیا جاتا ہے'' میں امام جعفر سے روایت ہے:

''ہر جمعہ کی رات کو فوت شدہ پیغمبروں اور ان کے جانشینوں کی روحیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان جانشینوں کی روحیں جو ابھی تم لوگوں میں موجود ہیں، آسمان پر لے جائی جاتی ہیں حتیٰ کہ وہ

عرش تک پہنچ جاتی ہیں۔ وہاں وہ عرش کا سات دفعہ طواف کرتی ہیں اور عرش کے ہر ستون کے سامنے دو رکعت نماز ادا کرتی ہیں پھر وہ واپس اپنے جسم میں لوٹائی جاتی ہیں۔ پیغمبروں اور جانشینوں کی روحیں خوشی سے بھر جاتی ہیں جبکہ ہمیں اس عبادت سے علم میں اضافہ دیا جاتا ہے''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، باب 42، حدیث 1، مجموعی 652)

یہ غلو اس حد تک بڑھ گیا کہ لوگوں نے اماموں کو اللہ اور رسول کا درجہ دینا اور اسکا برملا اظہار بھی شروع کردیا۔ جس سے منع کرنا پڑا۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، باب 33، حدیث 6، مجموعی 707)

امام باقر کہتے ہیں کہ اللہ نے محمدؐ علیؓ اور فاطمہؓ کو پیدا کیا اور ایک ہزار دہر ٹھہرے رہے۔ اسکے بعد اللہ نے باقی تمام مخلوقات کو پیدا کیا اور ان تینوں ہستیوں کو باقی مخلوق کی پیدائش کا مشاہدہ کروایا اور انہیں تمام مخلوق پر اختیار دیا اور ان تینوں کی اطاعت باقی مخلوق پر فرض کی۔ پس وہ جس چیز کو چاہتے ہیں حلال کر لیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں حرام کر لیتے ہیں لیکن وہ نہیں چاہتے مگر جو اللہ چاہے۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، باب 111، حدیث 5 کتاب الحجۃ)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے نبی ﷺ آپ اس چیز کو کیوں حرام کرتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر حلال کیا ہے''۔ (سورۃ التحریم، آیت 1)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ان کے لیے پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ناپاک چیزیں ان پر حرام کرتا ہے''۔

(سورۃ الاعراف، آیت 157)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''نبی اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا، وہ تو وہی کہتا ہے جو اسکی طرف وحی کی جاتی ہے''۔

(سورۃ النجم، آیات 3-4)

اللہ رب العزت کے حکم سے نبی تمام پاک چیزوں کو حلال کرسکتا ہے اور ناپاک چیزوں کو حرام کرسکتا ہے۔ لیکن اس کام میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ دو اور لوگوں کو شامل کرنا سوائے ان کی ذات کے بارے میں غلو کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

ایک تاثر یہ بھی دیا گیا ہے کہ اہل بیت کو اللہ عزوجل کی طرف سے خاص علم عطا کیا گیا ہے جو باقی کسی کو عطا نہیں کیا گیا۔ اس تاثر کے بارے میں دو روایتیں ملاحظہ فرمائیں۔

امام جعفر نے ایک محفل میں فرمایا کہ باغی لوگ سن 128 ہجری میں نمودار ہوں گے اسلیئے کہ میں نے یہ بات مصحف فاطمہ میں دیکھی ہے۔ راوی نے پوچھا کہ مصحف فاطمہ کیا چیز ہے؟ امام نے فرمایا کہ جب اللہ نے نبی اکرم ﷺ کی روح قبض کی تو فاطمہؓ کو اتنا دکھ ہوا کہ جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔ اللہ نے ایک فرشتہ بھیجا تا کہ وہ فاطمہؓ سے بات کرے اور انہیں تسلی دے۔ انہوں نے اسکا تذکرہ علیؓ سے کیا جس پر انہوں نے کہا کہ جب وہ دوبارہ آئے تو مجھے بتانا۔ جب وہ دوبارہ آیا اور علیؓ کو بلوایا گیا تو انہوں نے وہ سب لکھنا شروع کیا جو وہ بولتا تھا حتی کہ پوری کتاب بن گئی۔ امام نے کہا کہ اس میں حلال اور حرام کا علم نہیں تھا بلکہ اس چیز کا علم تھا کہ ماضی میں کیا ہوا اور مستقبل میں کیا ہونے والا ہے۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 636)

ابو بصیر سے روایت ہے کہ میں نے امام جعفر سے پوچھا کہ میں نے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علیؓ کو ایک ہزار ابواب کا علم دیا تھا اور ہر باب سے ایک ہزار ابواب کا علم اور نکلتا ہے۔ یہ علم میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں، واقعی میں بہت بڑا علم ہے۔ امام نے توقف کیا اور کہا کہ یہ علم ہے مگر وہ والا علم نہیں ہے۔ میں نے پوچھا وہ کونسا علم ہے؟ امام نے کہا ہمارے پاس الجامع ہے۔ میں نے پوچھا الجامع کیا چیز ہے؟ امام نے کہا یہ چمڑے کی ایک دستاویز ہے جو ستر (70) ہاتھ لمبی ہے جس پر رسول اللہ ﷺ کے فرامین علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں لکھے ہوئے درج ہیں۔ اس میں حلال وحرام کی تمام تفصیل درج ہے حتی کہ اگر کسی شخص کو خراش آجائے کسی کی وجہ سے تو اسکا کفارہ بھی درج ہے۔ میں نے کہا، اللہ کی قسم یہ علم ہے۔ امام نے کہا کہ یہ علم ہے مگر وہ والا علم نہیں ہے۔

امام نے چند لمحے توقف کیا اور پھر کہا کہ ہمارے پاس الجفر ہے۔ میں نے پوچھا کہ الجفر کیا ہے۔ امام نے کہا کہ یہ ایک چمڑے کا مرتبان ہے جس میں تمام انبیاء کا علم ہے اور بنی اسرائیل کے علماء کا سارا علم موجود ہے۔ میں نے کہا یہ تو واقعی علم ہے۔ امام نے کہا یہ علم ہے مگر وہ والا علم نہیں ہے۔ امام نے توقف کیا اور کہا، ''ہمارے پاس مصحف فاطمہ ہے۔ مصحف فاطمہ تمہارے قران سے تین گناہ بڑا ہے اور اس میں قران مجید کا ایک لفظ بھی شامل نہیں''۔ میں نے کہا یہ تو واقعی علم ہے۔ امام نے کہا یہ علم ہے مگر وہ والا علم نہیں ہے۔ امام خاموش رہے پھر کہا ''ہمارے پاس اسکا بھی علم ہے جو گذر چکا ہے اور اسکا بھی علم ہے جو قیامت تک ہونے والا ہے''۔ میں نے کہا اللہ کی قسم یہ واقعی علم ہے۔ امام نے کہا یہ علم ہے مگر وہ والا علم نہیں ہے۔ میں نے پوچھا کہ آخر علم کیا ہے پھر؟ امام نے کہا اصلی علم تو ہر اس چیز کا ہے جو قیامت تک دن اور رات میں ظہور پذیر ہوتی ہے اور ایک کام کے بعد جو دوسرا کام ظہور پذیر ہوتا ہے (اس سب کا علم ہمارے پاس ہے جو کہ اصل میں علم ہے)''۔

(اصول کافی، ترجمہ سرور، باب 40، حدیث 1، مجموعی 635)

یہی سوال جب علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کیا جواب دیا، آیئے دیکھتے ہیں۔

ابو طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا ''وہ کیا چیز ہے جو رسول اللہ ﷺ خاص آپ کو خفیہ طور پر بتایا کرتے تھے اور دوسرے لوگوں سے چھپایا کرتے تھے''۔ حضرت علیؓ کو غصہ آ گیا، انہوں نے فرمایا ''ایسی کوئی چیز نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے مجھے خفیہ طور پر بتائی ہو اور دوسرے لوگوں سے چھپائی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے کسی ایسی چیز کو ہمارے لیے مخصوص نہیں کیا جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو سوائے اسکے کہ ایک مرتبہ آپؐ نے مجھ سے چار باتیں فرمائی تھیں''، اس شخص نے پوچھا وہ کیا باتیں ہیں؟ تو حضرت علیؓ نے فرمایا ''اللہ اس شخص پر لعنت کرتا ہے جو اپنے ماں باپ پر لعنت کرتا ہے، اللہ اس شخص پر لعنت کرتا ہے جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، اللہ کی اس شخص پر لعنت ہے جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے اور اللہ کی اس شخص پر بھی لعنت

ہے جو زمین کی حدود کو بدل دے"۔ (صحیح مسلم، حدیث 5124، عن ابی طفیل)

ایک مرتبہ ابو جحیفہ نے حضرت علیؓ سے پوچھا "کیا آپ کے پاس کوئی (خاص) کتاب ہے"؟ حضرت علیؓ نے فرمایا "سوائے قرآن کے اور کوئی کتاب ہمارے پاس نہیں یا ہمارے پاس وہ فہم ہے جو ہر مسلم کو دی جاتی ہے یا ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے"۔ حضرت ابو جحیفہ نے پوچھا "اس صحیفہ میں کیا ہے"؟ حضرت علیؓ نے فرمایا دیت کے مسائل، قیدی چھڑانے کے مسائل، اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ کوئی مسلم کسی کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے، مدینہ فلاں مقام سے فلاں تک حرم ہے، جو اس میں کوئی بدعت نکالے یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، نہ اس کا فرض قبول ہوگا نہ نفل"۔ (صحیح بخاری، حدیث 3047، 3172)

الکافی کی مندرجہ بالا روایات اور ان کے برعکس صحیح بخاری میں علی رضی اللہ عنہ کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے پاس کوئی خاص علم نہیں تھا اور اگر نبی اکرم ﷺ کسی بھی علم کو لوگوں سے چھپاتے تو انکی رسالت کا حق ادا نہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اے رسول اللہ ﷺ جو کچھ آپؐ پر آپؐ کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اسے (بے کم و کاست) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے اللہ کے پیغام کو نہیں پہنچایا، اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے گا"۔ (سورۃ 5، المائدہ، آیت 67)

رسول اللہ ﷺ تو اللہ کے کسی پیغام کو نہیں چھپاتے تھے، ان کو لوگوں سے بچانے کی ذمہ داری اللہ نے لی تھی اور ان کے شایان شان بھی یہی تھا۔ تاہم شیعہ مذہب میں لوگوں سے ڈر کر حق کے خلاف فتوی بھی دیا جا سکتا ہے، بلکہ ایسا ضروری بھی ہے اور اس پر عمل نہ کرنا مصیبت کا دروازہ کھولتا ہے۔

امام تقی سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ہمارے شیوخ نے امام باقر اور امام جعفر سے روایات بیان کی ہیں لیکن اس وقت خوف کی وجہ سے تقیہ (حق کو چھپانا) لازم تھا۔ انہوں نے اپنی کتابیں چھپائیں لیکن ان میں سے روایتیں بیان کرتے تھے۔ جب وہ فوت ہوئے تو ان کی کتابیں ہمارے پاس آگئیں۔ امام نے کہا کہ "ان کتابوں سے روایت کیا کرو کیونکہ ان میں حق

ہے"۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب فضل العلم، باب 17، حدیث 15، مجموعی 152)

امام ابوجعفر فرماتے ہیں "اوزیاد! تم کیا کہو گے جب ہم اپنے کسی پیروکار کو خوف کے وقت ایک فتوی دیں (اورحق کو چھپالیں)" زیاد نے کہا کہ آپ بہتر جانتے ہیں۔امام نے کہا "اگر وہ اس فتوی کی پیروی کرے گا تو اس کے لیے بہتر اور باعث اجر ہوگا" ایک اور روایت میں ہے کہ امام نے فرمایا "اگر وہ اس فتوی پر عمل کرے گا تو اجر پائے گا اور اگر عمل نہیں کرے گا تو گنہگار ہوگا"۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، کتاب العقل والجہل، باب 21، حدیث 4، مجموعی 191)

صاحب الکافی کے مطابق موجودہ قران مجید اپنی اصل حالت میں محفوظ نہیں ہے بلکہ اصل قران مجید صرف علیؓ نے جمع کیا اوران کے بعد وہ قرآن مجید شیعہ اماموں کے پاس رہا ہے۔اس سلسلے میں چند رواتیں ملاحظہ فرمائیں۔

کتاب الحجہ میں ایک مکمل باب رقم 35 قائم کیا گیا ہے جسکا عنوان ہے "سارے کا سارا قران مجید اماموں کے علاوہ کسی نے بھی جمع نہیں کیا اوران کے پاس تمام قران مجید کا علم ہے"۔

امام ابوجعفر سے روایت ہے کہ "انسانوں میں کسی نے بھی یہ دعوی نہیں کیا کہ اس قران مجید کو مکمل کتابی شکل میں اسی طرح جمع کیا ہو جس طرح وہ اترا تھا۔اگر کوئی ایسا دعویٰ کرتا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔کسی نے بھی اس کتاب کو اصلی حالت میں جیسے وہ نازل ہوئی تھی، نہ ہی جمع کیا اور نہ ہی اسی حالت میں یاد کیا سوائے علی ابن ابی طالبؓ کے اوران کے بعد کے اماموں کے"۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 607)

ابوجعفر فرماتے ہیں کہ "کوئی شخص اس قابل نہیں کہ وہ دعوی کرے کہ اس کے پاس مکمل قران مجید محفوظ ہے سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانشینوں کے (کوئی دعوی کرنے کے قابل نہیں)"۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 608)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"بے شک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا اور ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے ہیں"۔

(سورۃ الحجر، آیت 9)

پوری دنیا میں قران مجید کی اربوں نقول موجود ہیں جن میں ذرہ برابر اختلاف نہیں جو اس بات کی دلیل قاطع ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنا حفاظت کا وعدہ پورا کر کے دکھایا۔لیکن ان کے مطابق وعدہ پورا تو ہوا لیکن وہ قرآن اصلی حالت میں عوام الناس تک نہیں پہنچ سکا۔کیا عقل سلیم اس بات کو تسلیم کرتی ہے؟

سب سے بڑا اختلاف جو شیعہ مذہب کی اسلامی وحدت میں شامل نہ ہونے کی وجہ ہے وہ حق خلافت کا تنازعہ ہے۔ان کے مطابق علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے اصل جانشین تھے اور ان کا حق غاصبوں نے دبا لیا۔الکافی کی چند روایتیں ذیل میں پیش خدمت ہیں۔

ضرارہ کہتے ہیں کہ میں نے امام باقر سے پوچھا ''کیا تمام مخلوقات پر فرض ہے کہ وہ اس بات کو جانیں کہ امام آپ کی نسل (خاندان) سے ہی ہوگا؟ امام نے کہا کہ'' اللہ نے رسول ؐ کو مبعوث کیا اور انہیں تمام مخلوقات پر تسلط دیا، جو اللہ پر اور رسول ؐ پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے پیغام کو مانتے ہیں ان پر فرض ہے کہ وہ ہم میں سے ہی اپنا امام مانیں۔جو لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان نہیں لاتے، ان کے حقوق کو تسلم نہیں کرتے، ان کی پیروی نہیں کرتے، ان پر کیا خاک فرض ہوگا؟ میں نے پھر پوچھا کہ آپ ان لوگوں کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور ان کے حقوق بھی تسلیم کرتے ہیں، کیا ان پر آپ کو اپنا امام تسلیم کرنا فرض ہے؟ امام نے جواب دیا کہ'' بالکل فرض ہے، کیا وہ فلاں اور فلاں (ابوبکرؓ و عمرؓ) کو نہیں جانتے''؟ میں نے کہا بالکل جانتے ہیں۔امام نے کہا'' کیا تم سمجھتے ہو کہ (ان کو امام ماننے کا) علم اللہ نے ان کے دل میں ڈالا ہے؟ نہیں بلکہ اللہ کی قسم شیطان نے یہ علم ان کے دل میں ڈالا ہے۔اللہ کی قسم ہمارا (خلافت کا) حق تو اللہ نے مومنین کے دل میں ڈال دیا ہے''۔

(الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 448)

ایک شخص نے ابو جعفر سے سوال کیا کہ اللہ کا قران مجید کی اس آیت سے کیا مطلب ہے کہ'' لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو غیر اللہ کو اللہ کا شریک بناتے ہیں اور ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی اللہ سے ہونی چاہیئے اور ایمان والوں کو تو سب سے شدید محبت اللہ سے ہی کرنی چاہیئے۔

(البقرہ، آیت 165)

امام ابو جعفر نے کہا ''یہ لوگ، اللہ کی قسم، فلاں اور فلاں، فلاں اور فلاں کے دوست ہیں جن کو انہوں نے امام سمجھ لیا ہے، اور جو اصل امام ہیں جن کے پاس اللہ کی محبت ہے، انکو چھوڑ دیا ہے''۔ (الکافی، ترجمہ محمد سرور، حدیث 968)

قران مجید کی آیت کی یہ تشریح عقل سے بالاتر ہے جس میں سوائے تعصب کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔ یہ تعصب بھی ان لوگوں کے متعلق ہے جن کی تعریف میں قران مجید کی آیات شاہد ہیں۔ کیا اتنی واضح آیات کی موجودگی میں ایسے تراجم کی کوئی ضرورت و اہمیت باقی رہ جاتی ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے (ایمان لانے میں) سبقت کی اور وہ لوگ جنہوں نے حسن و خوبی سے ان کی پیروی کی ان (سب) سے اللہ راضی ہے اور وہ اللہ سے راضی ہیں۔ اللہ نے ان کیلئے ایسے باغات تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے (اور) یہ (بہت) بڑی کامیابی ہے''۔ (سورۃ التوبہ، آیت 100)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر سخت ہیں، آپس میں رحمدل ہیں (اے رسول) آپ ان کو دیکھیں گے کہ (کبھی) رکوع کر رہے ہیں اور کبھی سجدہ کر رہے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اسکی رضا کے (ہمہ اوقات) متلاشی رہتے ہیں۔ ان کی علامت یہ ہے کہ ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان پڑ گئے ہیں، ان کے یہ اوصاف توریت میں بھی (مذکور) ہیں اور انجیل میں بھی (مذکور) ہیں۔ (ان کی مثال ایسی ہے) جیسے کھیتی، جس نے (پہلے) اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو قوت دی، پھر وہ موٹی ہوئی اور اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کسانوں کی خوشی کا باعث بن گئی (اسی طرح اللہ اپنے رسول کے اصحاب کو رفتہ رفتہ مضبوط کر دے گا) تا کہ (وہ اپنی قوت سے) کافروں کو غیظ و غضب میں مبتلا کریں، ان میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے

ان سے اللہ کا مغفرت اوراجر عظیم کا وعدہ ہے‘‘۔ (سورۃ الفتح، آیت 29)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اوراے رسول) جب مومنین ایک درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے (تو اللہ کو یہ بات بہت پسند آئی) اللہ ان مومنین سے راضی ہو گیا، اللہ کو (ان کے عمل سے بھی) معلوم ہوگیا (کہ) جو کچھ ان کے دلوں میں تھا (وہ یقیناً جذبہ صادق تھا) پھر اللہ نے ان پر تسلی نازل فرمائی اور (مستقبل) قریب میں انہیں (کافروں) پر فتح عنایت فرمائی اور بہت سی نعمتیں بھی (انہیں عطا فرمائیں) جن کو انہوں نے حاصل کیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ اور (اے ایمان والو) اللہ نے تم سے بہت سی نعمتوں کا وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کروگے‘‘۔

(سورۃ الفتح، آیات 18 تا 20)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’(اور) جب کافروں نے اپنے دلوں میں حمیت کو جگہ دی (یعنی ایام جاہلیت کی حمیت کو جگہ دی) تو اللہ نے اپنے رسول پر اور مومنین پر اپنی تسلی نازل فرمائی اور ان کو تقوے کی بات پر جمائے رکھا اور وہ اسکے حقدار بھی تھے اور اہل بھی اور (اے رسول) اللہ تو (ہر وقت) ہر چیز سے واقف ہوتا ہے‘‘۔ (سورۃ الفتح، آیت 26)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’ اور (یہ مال ان کا بھی حق ہے) جو مہاجرین (کے آنے) سے پہلے ہی سے (دارالہجرت) میں آباد ہیں اور ایمان لا چکے ہیں۔ (ان کی کیفیت یہ ہے کہ) جو لوگ ان کے پاس ہجرت کر کے آتے ہیں ان سے (بڑی) محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان (مہاجرین) کو دیا جاتا ہے اس کیلئے اپنے سینوں میں کوئی حرص نہیں پاتے بلکہ اپنی ضرورت کے باوجود ان کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور جو شخص اپنے نفس کی حرص سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں‘‘۔

(سورۃ الحشر، آیت 9)

اللہ رب العزت تو رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کی تعریف توریت میں بھی کرے، انجیل میں بھی کرے اور قران حکیم میں بھی کرے اور یہ گواہی بھی دے کہ وہ اسکے اہل بھی ہیں اور حقدار بھی ہیں لیکن اسکے باوجود ان سے بغض رکھا جائے تو کیا ایمان سلامت رہے گا؟

بدقسمتی سے ہماری تاریخ لکھنے والوں نے خلفائے راشدین کے انتخابی مراحل کو اس قدر داغدار کیا ہے کہ صحابہ کرام کا کردار ہی مشکوک بنا دیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی احادیث سے خلافت راشدہ کا ایک مختصر خاکہ پیش کرتے ہیں۔

حج سے واپس آنے کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ ﷺ بیمار ہو گئے۔ بیماری کے دوران ایک دن حضرت علیؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے باہر آئے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن، رسول اللہ ﷺ کے مزاج کیسے ہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا الحمداللہ آج مرض میں افاقہ ہے۔ اتنے میں حضرت عباسؓ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر کہا ''اللہ کی قسم تین دن بعد تم دوسرے کے محکوم بن جاؤ گے۔ بے شک رسول اللہ ﷺ اس مرض میں انتقال فرمائیں گے۔ لہٰذا ہم آپؐ کے پاس چلیں اور آپؐ سے دریافت کریں کہ خلافت کس کو ملے گی۔ اگر ہمیں ملے گی تو ہمیں معلوم ہو جائے گا اور اگر کسی اور کو ملے گی تو بھی ہمیں معلوم ہو جائے گا۔ پھر جو وصیت آپؐ ہمیں کریں گے (ہم اس کے مطابق عمل کریں گے)'' حضرت علیؓ نے جواب دیا ''اللہ کی قسم اگر ہم نے آپؐ سے سوال کیا اور آپؐ نے انکار کر دیا تو پھر لوگ کبھی بھی ہمیں خلافت نہیں دیں گے، لہٰذا میں تو اللہ کی قسم کبھی بھی آپؐ سے سوال نہیں کروں گا''۔

(صحیح بخاری، 6266 عن ابن عباسؓ)

اس واقعہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو نہ تو خلیفہ بنایا تھا نہ ان کو وصی بنایا تھا اور نہ ان کیلئے کسی قسم کی وصیت کی تھی۔ لہذا یہ دعوی کرنا کہ رسول اللہ ﷺ نے دوران سفر بتاریخ ۱۸ ذوالحجۃ ۱۰ھ حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا تھا، صحیح نہیں ہے۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے سامنے جب اس بات کا ذکر آیا کہ نبی اکرم ﷺ نے علی رضی اللہ عنہ کو کوئی (خاص) وصیت کی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ (ایسا) کون کہتا ہے؟ میں خود

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھی، آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، آپ نے طشت منگوایا، پھر ایک طرف جھک گئے اور آپ کی وفات ہوگئی۔ اس وقت مجھے بھی کچھ معلوم نہیں ہوا، (اتنی جلدی ہوا سب) پھر علی رضی اللہ عنہ کو آپ نے کب وصی بنا دیا؟

(صحیح بخاری، 4459)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انصار قبیلہ بنو ساعدہ کے سائبان میں جمع ہوگئے۔ مہاجرین کو اس بات کا علم ہوا تو وہ سب حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ''ہمیں بھی انصاری بھائیوں کے پاس چلنا چاہیے'' (لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا) تمام مہاجرین سقیفہ بنو ساعدہ روانہ ہوگئے۔ حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور کچھ اور لوگ ساتھ نہیں گئے۔ مہاجرین اور انصار کے اجتماع میں حضرت ابوبکر صدیقؓ امیر مقرر کئے گئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت ہوگئی۔

(صحیح بخاری حدیث 2462، 3668)

جب ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت علیؓ کی زوجہ مطہرہ حضرت فاطمہؓ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئیں اور اپنا ورثہ طلب کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا، ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے، ہاں آل محمدؐ اس میں سے کھا سکتے ہیں''۔

(صحیح بخاری 4240)

حضرت علیؓ نے ابتدا میں حضرت ابوبکرؓ کی بیعت نہیں کی اگر چہ ان کے علاوہ تمام مسلمین بیعت کر چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ کا انتقال ہوگیا (رات کا وقت تھا) حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو اطلاع نہیں دی اور خود ہی نماز جنازہ پڑھا کر رات کے وقت ہی دفن کر دیا۔ حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں حضرت علیؓ کی بڑی قدر و منزلت تھی (غالباً حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری کی وجہ سے لوگوں نے حضرت علیؓ کے بیعت نہ کرنے کو نظر انداز کر دیا) لیکن جب ان کا انتقال ہوگیا تو حضرت علیؓ نے لوگوں کے چہروں پر ناراضگی کے آثار دیکھے لہذا انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت اور ان سے مصالحت کرنے کی کوشش کی (تا کہ لوگ ان سے خوش ہوجائیں) حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہلوایا کہ آپ ہمارے پاس تشریف لائیں اور اپنے

ساتھ کسی کو نہ لائیں (تا کہ بے تکلفی سے بات ہو سکے)۔ حضرت عمرؓ نے کہا ''واللہ آپ ان کے پاس اکیلے نہ جائیں''۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ''مجھے ان سے کیا خطرہ ہے؟ میں تنہا ہی جاؤں گا'' (حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے) حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ کے ہاں تشریف لے گئے، حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا اور فرمایا ''یقیناً ہم آپ کی فضیلت اور جو بزرگی اللہ نے آپ کو دی ہے اس کے معترف ہیں اور جو خیر (خلافت) اللہ نے آپ کو دی ہے اس سے حسد نہیں کرتے، لیکن آپ (اس مال) کے معاملہ میں خود مختار ہو گئے (ہم سے مشورہ تک نہیں لیتے) حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت داری کی وجہ سے ہم اس میں اپنا حصہ سمجھتے تھے (حصہ نہیں مل سکتا تھا تو خیر مشورہ ہی لیتے لیکن آپ نے یہ بھی نہ کیا، بس اسکا ہمیں ملال تھا)'' حضرت علیؓ کی ان باتوں سے حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں میں آنسو جاری ہو گئے (جب حضرت علیؓ خاموش ہو گئے تو) حضرت ابوبکرؓ نے تقریر کی۔ انہوں نے کہا ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت (سے حسن سلوک) مجھے اپنی قرابت سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ رہا وہ اختلاف جو آپ کے اور ہمارے درمیان اس مال کے مقابلہ میں ہوا (تو آخر اس میں مشورہ کی کیا ضرورت تھی جبکہ) میں خود اس مقابلہ میں جہاں تک نیکی کا تعلق ہے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا اور نہ میں اس معاملہ میں اس سنت کو چھوڑتا ہوں جس سنت پر کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عمل کرتے دیکھا ہے (سنت کی پیروی مشورہ سے بے نیاز ہے) حضرت علیؓ نے کہا ''میں زوال کے بعد بیعت کر لوں گا''۔ حضرت ابوبکرؓ نے ظہر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر منبر پر تشریف لے گئے۔ تشہد پڑھا، حضرت علیؓ کی کیفیت، ان کا بیعت سے تخلف اور ان کی معذرت بیان کی۔ پھر حضرت علیؓ نے تشہد پڑھا، مغفرت کی دعا کی، حضرت ابوبکرؓ کی عظمت بیان کی، پھر فرمایا ''بیعت میں اس وجہ سے دیر نہیں ہوئی کہ ہمیں ابوبکر سے اس معاملہ میں کوئی حسد تھا اور نہ اس وجہ سے کہ ہمیں ان کی اس فضیلت سے انکار تھا جو فضیلت کہ اللہ نے ان کو بخشی ہے، البتہ (اس ترکہ کے) معاملہ میں ہم اپنا حصہ سمجھتے تھے، ابوبکرؓ اس معاملہ میں خود مختار ہو گئے (ہم سے مشورہ بھی نہیں لیا، بس اسکا ہمیں ملال تھا)'' پھر (حضرت علیؓ نے بیعت کی) تمام مسلمین ان کی اس بات سے خوش

ہو گئے، انہوں نے کہا ''تم نے ٹھیک کہا'' اس کے بعد تمام مسلمین ان سے (حسب سابق) محبت کرنے لگے''۔ (صحیح بخاری 4241)

کتنے اچھے تھے یہ لوگ ! نہ کسی قسم کا حسد ہے نہ بغض۔ ایک دوسرے کی فضیلت کے معترف، ملال میں شریک، غلطی کو فوراً درگذر کرنے والے، نامناسب بات پر ناراض، معذرت کرنے کے بعد پھر اسی طرح محبت کرنے والے۔ لیکن وائے افسوس کہ دشمنان اسلام نے ان کے کردار کو داغدار بنانے کی کوشش کی، جھوٹے واقعات گھڑے اور ہماری تاریخ میں شامل کر دیے، پھر اس سے بھی زیادہ افسوس ناک بات یہ ہوئی کہ اکثر مسلمین نے ان جھوٹے واقعات کو صحیح تسلیم کر لیا اور ان (مندرجہ بالا) حقائق کی موجودگی میں بھی انہیں قابل اعتماد سمجھتے ہیں۔

ایک دن حضرت ابوبکرؓ مسجد سے نکل کر چلے۔ راستے میں دیکھا کہ حضرت حسنؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنے کندھوں پر سوار کر لیا اور فرمایا ''میرے باپ تم پر قربان ہو جائیں تم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو، علیؓ کے مشابہ نہیں ہو''۔ حضرت ابوبکرؓ یہ فرما رہے تھے اور حضرت علیؓ مسکرا رہے تھے۔ (صحیح بخاری، حدیث 3542، عن عقبہ بن حارثؓ)

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ آپس میں کس قدر محبت رکھتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی زندگی میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا۔

(صحیح بخاری 7218 عن عبداللہ بن عمرؓ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں بہت سے لوگ جمع ہیں، میں ایک کنویں پر کھڑا ہوں۔ میں نے اس کنویں سے جتنا پانی اللہ نے چاہا کھینچا۔ پھر ابوبکرؓ کھڑے ہوئے انہوں نے دو ایک ڈول کھینچے، ان کے کھینچنے میں ضعف تھا (یعنی ان کو حکومت کرنے کا وقت کم ملا) اللہ انہیں معاف فرمائے۔ پھر عمرؓ نے ڈول لیا، ان کے ہاتھ میں وہ ڈول چرس بن گیا (پھر انہوں نے پانی کھینچا) یہاں تک کہ سب سیراب ہو کر واپس چلے گئے'' (یعنی ان کا دور حکومت طویل تھا، معاشی وسائل کی فراوانی تھی، انہوں نے سب کو سیراب کر دیا، سب کی معاشی حالت اچھی ہو گئی)۔ (صحیح بخاری، 3634)

اس حدیث میں حضرت عمرؓ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے اور اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رعایا خوش حال و فارغ المال تھی، وہ سیر ہو گئے تھے، ان کو مزید مال کی ضرورت نہ تھی۔

اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے عمرؓ نے فرمایا''میں خلافت کا مستحق ان لوگوں سے زیادہ کسی کو نہیں جانتا جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وفات تک راضی رہے یعنی عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمان بن عوفؓ، اور سعد بن ابی وقاصؓ، بس (اپنے میں سے) جس کو یہ لوگ خلیفہ بنالیں وہی خلیفہ ہے''۔ (صحیح بخاری، 1392)

حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ سے بڑی عقیدت تھی۔ جب حضرت عمرؓ کا انتقال ہوا تو ان کے جنازے کو مخاطب کر کے حضرت علیؓ نے فرمایا''اللہ تم پر رحمت نازل کرے، تم نے اپنے بعد کسی ایسے شخص کو نہیں چھوڑا کہ اس کے مثل عمل کر کے مجھے اللہ سے ملنا تمہارے جیسے عمل کر کے ملنے سے زیادہ محبوب ہو۔ اللہ کی قسم مجھے امید تھی کہ اللہ تمہیں اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ جمع کر دے گا اس لیے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اکثر سنا کرتا تھا کہ آپؐ فرماتے تھے''میں، ابوبکر اور عمر تھے، میں نے ابوبکر نے اور عمر نے کہا، میں، ابوبکر اور عمر نکلے''۔ (صحیح بخاری، 3685)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ کو حضرت عمرؓ سے بہت محبت تھی۔ وہ ان کی فضیلت اور ان کے خلوص و نیک اعمال کے معترف تھے۔ لیکن وائے افسوس دشمنوں نے جھوٹے قصے گھڑ گھڑ کر ہماری تاریخ کو مسخ کر دیا۔

ابن عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب ہمیں صحابہ کرام کے درمیان انتخاب کیلئے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ہم ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قرار دیتے تھے، پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔ (صحیح بخاری، 3655)

علی رضی اللہ کے بیٹے محمد ابن حنفیہؒ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہیں؟ انہوں نے کہا ابوبکرؓ، میں نے پوچھا پھر کون ہیں؟ انہوں نے کہا اسکے بعد عمرؓ ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ اب کہہ دیں گے کہ اسکے بعد عثمانؓ ہیں،

اس لیے میں نے خود کہا، اس کے بعد آپ ہیں؟ یہ سن کر انہوں نے (اپنی عاجزی سے) جواب دیا کہ "میں تو مسلمین میں سے ایک شخص ہوں"۔ (صحیح بخاری، 3672)

حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق وہ چھ صحابی امارت کا فیصلہ کرنے کے لیے جمع ہوئے۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا، "اس معاملہ میں ہم میں سے تین آدمی باقی تین آدمیوں کے حق میں دستبردار ہو جائیں" حضرت سعدؓ نے کہا "میں عبدالرحمان بن عوف کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔ حضرت زبیرؓ نے کہا میں علیؓ کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں۔ حضرت طلحہؓ نے کہا "میں عثمان کے حق میں دستبردار ہوتا ہوں"۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن نے حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے کہا "تم میں سے کون امارت سے دستبردار ہوتا ہے، جو دستبردار ہوگا، ہم امارت کا فیصلہ اسی کے سپرد کر دیں گے اور اس پر اللہ اور اسلام کے واسطہ سے یہ فرض ہوگا کہ وہ جس کو بہتر سمجھتا ہو اسے خلیفہ بنا دے"۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر عبدالرحمان بن عوف نے کہا "میں تم سے اس معاملہ میں جھگڑنے والا نہیں ہوں (یعنی میں خلیفہ بننا نہیں چاہتا) اگر تم چاہو تو اس میں تم میں سے ایک کو منتخب کر کے خلیفہ بنا دوں؟ کیا تم اس کام کو میرے حوالے کرنے کیلئے تیار ہو (اگر تم تیار ہو تو) اللہ کے واسطے یہ مجھ پر فرض ہوگا کہ جو تم میں سے بہتر ہوگا اسے خلیفہ بنانے میں کوتاہی نہ کروں"۔ ان دونوں نے کہا "ہمیں منظور ہے"۔

اس اجتماع کے بعد عبدالرحمان بن عوفؓ انتخاب امیر کے کام میں مشغول ہو گئے، لوگ ان کے پاس آتے تھے۔ حضرت عبدالرحمانؓ ان سے مشورہ کرتے تھے، دو راتیں اسی طرح گذر گئیں۔ تیسری رات کو حضرت عبدالرحمان نے حضرت زبیرؓ اور حضرت سعدؓ کو بلوایا اور ان دونوں سے مشورہ کیا، پھر حضرت علیؓ کو بلوایا اور بڑی دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ حضرت علیؓ کی گفتگو سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ انہیں خلافت کی خواہش ہے، حضرت عبدالرحمانؓ کو ان کی طرف سے کچھ اندیشہ تھا۔ حضرت علیؓ کے جانے کے بعد حضرت عبدالرحمانؓ نے حضرت عثمانؓ کو بلوایا اور صبح کی اذان تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ صبح کی نماز کے بعد مہاجرین، انصار اور امراء لشکر طلب کیے گئے۔ حضرت عبدالرحمانؓ نے حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ کر کہا "تمہیں رسول اللہ ﷺ سے

قرابت ہے، تمہیں اسلام میں قدامت حاصل ہے۔ اگر میں تمہیں خلیفہ بناؤں تو انصاف کرنا اور اگر میں عثمانؓ کو خلیفہ بناؤں تو تم ان کی بات سننا اور اطاعت کرنا پھر انہوں نے حضرت عثمانؓ کا ہاتھ پکڑا اور ان سے بھی یہی بات کہی۔ اس کے بعد حضرت عبدالرحمانؓ نے ایک خطبہ دیا۔ خطبہ میں انہوں نے فرمایا ''اے علیؓ میں نے لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ عثمانؓ کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے لہذا تم میری طرف سے اپنے دل میں کچھ خیال نہ کرنا''۔ حضرت علیؓ نے (فوراً) حضرت عثمانؓ سے فرمایا ''میں اللہ، رسول اللہ ﷺ اور ان کے بعد کے دو خلفاء کی سنت پر تم سے بیعت کرتا ہوں'' پھر عبدالرحمانؓ نے کہا ''اے عثمانؓ اپنا ہاتھ اٹھاؤ۔'' (انہوں نے ہاتھ اٹھایا) حضرت عبدالرحمانؓ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، ان کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی، پھر تمام مہاجرین، انصار، امراء لشکر اور پھر تمام مسلمین نے بیعت کی''۔ (صحیح بخاری، 7207)

خلافت کی خواہش ہونا اس نیت سے کہ اللہ کے دین کی خلوص کے ساتھ خدمت کی جائے کوئی بری چیز نہیں۔ حضرت علیؓ اس خواہش میں منفرد نہیں تھے بلکہ یہ خواہش تقریباً تمام مومنین کی ہوتی ہے۔ اس واقعہ میں جو سب سے زیادہ قابل ستائش بات دیکھنے میں آتی ہے وہ علیؓ کا خلوص ہے جو انہیں فوراً مجبور کر دیتا ہے کہ وہ حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لیں اور کسی قسم کا ملال دل میں نہ لائیں۔ جہاں تک زبانی بیعت کا تعلق ہے حضرت علیؓ نے سب سے پہلے بیعت کی، جہاں تک ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیعت کرنے کا تعلق ہے تو انتخاب کا فیصلہ کرنے والے کے بعد سب سے پہلے انہوں بیعت کی، یہ ہیں اصل تاریخی حقائق نہ کہ وہ جو ہماری تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔

جس طرح دشمنان اسلام نے خلافت کے معاملے میں اسلام اور صحابہ کرام کو بدنام کرنے کی کوشش کی (جس سے وہ بری ہیں اور مندرجہ بالا واقعات اس بات پر دلیل ہیں، الحمداللہ)، اسی طرح ان کی سازشوں سے بلوہ جمل اور صفین پیش آیا۔ ان واقعات کو بھی خوب بڑھا چڑھا کر کتب تاریخ میں سمو دیا گیا۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ ان تمام واقعات کی حقیقت جاننے کیلئے آپ صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین کا مطالعہ فرمائیں جس میں ان تمام واقعات کو قران مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روشنی میں مدون کیا گیا ہے۔

قارئین کرام، آپ نے اس فرقے کے نظریات کی جھلک انکی اپنی کتابوں کی روشنی میں دیکھی۔ جو غلط فہمیاں ان کی ہیں، اسکا مختصر جواب اوپر دیا گیا ہے جس کے بعد اس فرقہ پرستی کو چھوڑ کر دین اسلام میں ضم ہونے کا اختیار ان کا ہے۔ الکافی میں جس قسم کی روایات ہیں ان سے خاص قسم کا ذہن پروان چڑھتا ہے اور اسکا حق کی طرف مائل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے۔ آخر میں ہم کتاب الکافی پر ان کے اپنے محقق کی تحقیق پیش کرتے ہیں اور اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔

مشہور شیعہ محقق زین الدین العمیلی (911-966) جنہیں الشاہد الثانی بھی کہا جاتا ہے، انہوں نے کتاب الکافی کی سندوں (اسناد) کی جانچ پڑتال کا کام سرانجام دیا ہے۔ ان کے مطابق کتاب الکافی میں تقریباً 16,000 سے زائد روایتیں ہیں جن میں سے 5072 روایتیں صحیح ہیں، 144 رواتیں حسن ہیں، 1118 رواتیں موثق ہیں، 302 روایتیں قوی ہیں اور 9485 روایتیں ضعیف ہیں۔

(Al-islam.org: Ahlul Bayt Digital Islamic Library Project; Selections from Usul al Kafi)

قارئین کرام، زین الدین العمیلی صاحب کے مندرجہ بالا بیان کے مطابق ان کی کل روایتوں میں سے نصف سے زیادہ روایات ضعیف ہیں اور صحت کے معیار کو نہیں پہنچتیں، لہٰذا ہماری دعوت یہی ہے کہ ان ضعیف روایات کی بنیاد پر جو غلط نظریات پروان چڑھے ہیں ان کو چھوڑ کر عقیدہ کی عمارت کو ٹھوس اور ٹکسالی دلائل پر رکھا جائے۔

# اہل سنت کے اختلافات اور تقلیدی مذاہب

جیسا کہ تمہید میں لکھا جا چکا ہے کہ، رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق امت مسلمہ بھی فرقہ بندی کا شکار ہوگی (سنن ابوداؤد، 4597) اور یہود و نصاری کے قدم بہ قدم چلے گی۔ (صحیح بخاری، 3456)

امت محمدیہؐ نے بھی اس سلسلہ میں ان تمام احکامات وتنبیہات کو پس پشت ڈالنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جو کہ انہیں اختلاف سے دور رکھنے کیلئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے بعد خلفائے راشدین نے اللہ کے نازل کردہ دین کے احکامات کی بجا آوری کیلئے سنت نبوی ﷺ کو ہی مشعل راہ بنایا اور دین اسلام کو ہر لحاظ سے کامل سمجھا۔ (صحیح بخاری، 45)

خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ، رسول اللہ ﷺ کی سنت مبارکہ سے ذرہ برابر انحراف کو گمراہی کا پیش خیمہ سمجھتے تھے۔ (صحیح بخاری، 3093)

عمر فاروقؓ حدیث رسولؐ کے معاملہ میں اتنا سخت تھے کہ گواہی طلب کرتے تھے اور گواہ پیش نہ کرنے کی صورت میں سخت سزا کی تنبیہ کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، 2062)

عثمان بن عفانؓ کو جب کسی ایسی چیز کی طرف التفات کا کہا جاتا جو ان کے علم کے مطابق سنت رسولؐ کے خلاف ہوتی تو اس سے بیزاری کا اظہار کرتے اور فرماتے کہ مجھے اپنے حال پر رہنے دو۔ (صحیح بخاری، 1569)

علی رضی اللہ عنہ بھی تمام حدود کے نفاذ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشادات کی مکمل تعمیل فرماتے تھے۔ (جامع ترمذی، 1423 و ابوداؤد 4403)

دیگر صحابہ کرامؓ بھی اس چیز سے سخت بیزار ہوتے جب انہیں قران وحدیث کے علاوہ انکی رائے کے مطابق فیصلہ کرنے کا کہا جاتا۔ اسی طرح اگر وہ دین میں کوئی نئی بات دیکھتے تو فی الفور

اس سے بیزاری کا اظہار کرتے۔ ظہر کی نماز کے وقت ایک شخص نے تثویب کی تو عبداللہ بن عمرؓ وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ یہ بدعت ہے۔ (سنن ابوداؤد 539 سندہ صحیح)

طواف کعبہ کے دوران ایک شخص نے چند سوالات کیے تو عبداللہ بن عمرؓ نے اسے تنبیہہ کی اور کہا کہ اپنی اگر مگر یمن میں رکھو۔ (صحیح بخاری، 1611 و مسند احمد، 4351)

ذیل میں ہم اصحابہ کرامؓ کے چند اقوال واقعات پیش کرتے ہیں جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ وہ جلیل القدر لوگ رائے وقیاس اور نئی باتوں سے کس قدر بیزار تھے۔

عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ "بنی اسرائیل کی حالت ہمیشہ درست رہی، ان میں کوئی برائی نہ تھی حتی کہ ان میں دوغلے پیدا ہوئے جنھوں نے اپنی رائے سے باتیں کہہ کر انہیں گمراہ کر دیا"۔ (سنن دارمی، رقم 122، اسنادہ جید جامع بیان العلم، رقم 1774)

زید مقری کہتے ہیں، "ایک دن ایک آدمی ابن عمرؓ کے پاس آیا اور کوئی بات پوچھی۔ ابن عمرؓ نے کہا کہ ایسی چیز سے متعلق سوال نہ کرو جو واقع نہیں ہوئی، کیونکہ میں نے عمر بن خطابؓ سے سنا، وہ ایسے شخص پر لعنت کرتے جو ایسی باتوں کے متعلق سوال کرے جو ابھی واقع نہیں ہوئیں"۔ (سنن دارمی، رقم 123، "اسنادہ جید"، کنزالعمال للھندی رقم 8906)

شقیق کہتے ہیں کہ عبداللہؓ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا "میں اس بات کو برا سمجھتا ہوں کہ میں تمہارے لیے وہ چیز حلال کردوں جس کو اللہ نے حرام کیا ہو یا تمہارے لیے وہ چیز حرام کردوں جسے اللہ نے تمہارے لیے حلال کیا ہو"۔ (سنن دارمی رقم 148، اسنادہ صحیح)

سروق بیان کرتے ہیں کہ "میں ابی بن کعبؓ کے ساتھ چل رہا تھا تو ایک نوجوان نے کہا: اے چچا! فلاں فلاں بات کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ ابی بن کعبؓ نے کہا، اے بھتیجے کیا یہ ہو چکا ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ ابیؓ نے کہا، تم ہمیں معاف رکھو حتی کہ وہ ہو جائے"۔
(سنن دارمی رقم 152، اسنادہ صحیح، الفقیہ والمتفقہ 8/2)

میمون کہتے ہیں ''میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ ایک شخص کو دو رمضان گذر گئے (اس نے روزے نہیں رکھے) انہوں نے کہا: کیا یہ ہو چکا ہے؟ اس نے کہا: ابھی نہیں ہوا، ابن عباسؓ نے کہا کہ بلا کے نازل ہونے تک اسے چھوڑ دو''۔

(سنن دارمی رقم 156، اسنادہ صحیح، سنن الکبری للبیہقی 253/4)

عبید ابن جریج کہتے ہیں کہ ''ایک دن میں ابن عمرؓ کے پاس مکہ میں ٹھہرتا اور ایک دن ابن عباسؓ کے پاس۔ تو ابن عمرؓ سے جو کچھ پوچھا جاتا تھا، اس کے بارے میں فتوی دینے سے زیادہ یہ کہتے تھے: میں نہیں جانتا''۔ (سنن دارمی رقم 152، اسنادہ حسن، الفقیہ والمتفقہ 177/2)

عبداللہ بن عباسؓ کہتے ہیں: ''جو شخص کوئی ایسی بات نکالے جو نہ اللہ کی کتاب میں ہو اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں ہو تو جب وہ اللہ عزوجل سے ملاقات کرے گا تو اسے پتہ نہیں ہوگا کہ اس کا دین کیا ہے''۔ (سنن دارمی رقم 160، اسنادہ صحیح، المدخل امام بیہقی 190)

عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ''جو لوگوں کو ہر مسئلہ میں فتوی دے وہ دیوانہ ہے''۔

(سنن دارمی رقم 176، اسنادہ صحیح، الفقیہ والمتفقہ رقم 1194)

صحابہ کرام کے مندرجہ بالا اقوال جو کہ سنن دارمی کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں، یہ اس بات کا بین ثبوت ہیں کہ وہ لوگ صرف قران وحدیث کو ہی دین اسلام کا ماخذ سمجھتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے بعد تابعین اور اتبع تابعین نے بھی ان ہی کے نقش قدم کی پیروی کی اور اقوال الرجال و بدعات سے سخت بیزاری کا اظہار کیا۔ امام دارمی نے اپنی سنن میں ان کے اقوال و واقعات کا بھی خوبصورتی سے احاطہ کیا ہے جن میں سے چند اقوال کو ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

اعمش کہتے ہیں ''میں نے ابراہیم کو کبھی بھی اپنی رائے سے کوئی بات کہتے ہوئے نہیں سنا''۔ (سنن دارمی رقم 106، اسنادہ صحیح، کتاب العلم ابوخثیمہ، رقم 38)

قتادہ کہتے ہیں ''میں نے تیس سال سے کبھی اپنی رائے سے کوئی بات نہیں کہی، ابو ہلال نے کہا کہ چالیس سے''۔ (سنن دارمی رقم 152، اسنادہ صحیح، حلیۃ الاولیاء 335/2)

عبدالعزیز بن رفیع کہتے ہیں کہ ”عطا سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: ”میں نہیں جانتا“۔ عبدالعزیز کہتے ہیں ان سے کہا گیا کہ کیا تم اس کے متعلق اپنی رائے سے کوئی بات نہ کہو گے؟ انہوں نے کہا: مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ زمین میں میری رائے کی فرمانبرداری کی جائے“۔ (سنن دارمی رقم 108، اسنادہ صحیح، الابانۃ 423/1، رقم 347)

ایوب کہتے ہیں کہ ”میں نے سنا، قاسم سے سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: اللہ کی قسم ہم ہر چیز نہیں جانتے جس کے بارے میں تم سوال کرتے ہو۔ اگر ہم جانتے ہوتے تو تم سے نہ چھپاتے اور تم سے چھپانا ہمارے لیے جائز نہیں“۔

(سنن دارمی رقم 113، اسنادہ صحیح، جامع بیان العلم رقم 1410)

ابن عون کہتے ہیں کہ ”قاسم سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں مشورہ کرنے کے لیے مجبور نہیں ہوں اور نہ ہی میں اس چیز سے تعلق رکھتا ہوں“۔

(سنن دارمی رقم 114، اسنادہ صحیح، طبقات ابن سعد 139/5)

عمر بن ابو زائدہ کہتے ہیں کہ ”شعبی سے بڑھ کر میں نے کسی شخص کو اس چیز کا اہتمام کرتے ہوئے نہیں دیکھا کہ جب کسی چیز کے متعلق سوال کیا جائے تو وہ کہے کہ میں نہیں جانتا“۔

(سنن دارمی رقم 134، اسنادہ صحیح، طبقات ابن سعد 174/6)

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ”لوگوں کی رائے تھی کہ جب تک کوئی حدیث کے راستے پر ہے اس وقت تک وہ ٹھیک راستے پر ہے“۔

(سنن دارمی رقم 142، اسنادہ صحیح، جامع بیان العلم ابن عبدالبر رقم 1778)

شعبی کہتے ہیں ”میں نہیں جانتا“ کہنا نصف علم ہے۔

(سنن دارمی رقم 186، اسنادہ صحیح، جامع بیان العلم رقم 1563)

ابن سیرین کہتے ہیں کہ ”سب سے پہلے ابلیس نے قیاس کیا تھا اور سورج اور چاند کی پوجا قیاس ہی کی بنا پر کی گئی“۔ (سنن دارمی رقم 195، اسنادہ جید، طبری 131/8)

شعبی کہتے ہیں کہ سروق نے کہا: ''میں قیاس کرنے سے خوف رکھتا ہوں اور ڈرتا ہوں کہ میرا قدم نہ پھسل جائے''۔ (سنن دارمی رقم 197، اسنادہ صحیح، الفقیہ والمتفقہ رقم 489)

اسماعیل کہتے ہیں کہ عامر کہتے تھے: ''یہ کہنا مجھے سب سے زیادہ ناپسند ہے کہ تیری کیا رائے ہے؟ اور عامر قیاس نہیں کیا کرتے تھے''۔

(سنن دارمی رقم 199، اثر الصحیح، جامع بیان العلم رقم 2095)

زبرقان بیان کرتے ہیں مجھے ابو وائل نے ''تیری کیا رائے ہے'' کے قائل کے لوگوں کے پاس بیٹھنے سے منع کیا۔ (سنن دارمی رقم 200، اسنادہ صحیح، الابانۃ 451/2 رقم 416)

اسماعیل کہتے ہیں کہ شعبی نے کہا: ''اگر یہ (اہل رائے) لوگ نبیؐ کے زمانے میں ہوتے تو سارا قرآن اسی طرح نازل ہوتا کہ ''لوگ تم سے پوچھتے ہیں، لوگ تم سے سوال کرتے ہیں''۔ (سنن دارمی رقم 201، اسنادہ صحیح، تفرد بہ الدارمی)

ابن مغول کہتے ہیں کہ مجھے شعبی نے کہا: ''جو بات یہ لوگ تمہیں رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے سنائیں اسے لے لو اور جو اپنی رائے سے کہیں اسے گندگی کے ڈھیر پر پھینک دو''۔

(سنن دارمی رقم 206، اسنادہ صحیح، الاحکام فی اصول الاحکام رقم 1030/6)

ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں کہ ''میں نے ابن شبرمتہ سے کوئی مسئلہ پوچھا اور وہ مسئلہ میرے نزدیک بہت اہم تھا، میں نے کہا: اللہ آپ پر رحم کرے اس پر غور کیجیے۔ انہوں نے کہا: ''جب میرا راستہ میرے لیے واضح ہو جائے گا اور جب میں کوئی حدیث پالوں گا تو میں اسے اپنے پاس نہیں رکھوں گا''۔ (سنن دارمی رقم 226، اسنادہ صحیح، تفرد بہ امام دارمی)

مندرجہ بالا معروضات سے یہ اَمر واضح ہو جاتا ہے کہ ہمارے اسلاف کتنے سادہ لوح لوگ تھے اور قیاسات وفتوی بازی سے حد درجہ احتیاط برتتے تھے۔ ان واقعات سے ایک بات یہ بھی واضح ہوتی ہے کہ ان کے دور میں ایسے لوگ بھی رونما ہو گئے تھے جو کہ رائے اور قیاسات کی بنیاد پر فتوی دیتے تھے۔ ان علماء کے اپنے حلقے ہوتے تھے جن میں ان کے پیروکار حلقہ بگوش ہوتے تھے، جن میں حجاز، عراق، شام اور مصر کے حلقے قابل ذکر ہیں۔ مدینہ منورہ میں امام مالک بن انس

رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 179ھ) کے مکتبہ فکر کا آغاز ہوا جبکہ کوفہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 159ھ) کی مکتبہ فکر پروان چڑھی۔اسی طرح امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 204ھ) اورامام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 241ھ) کے مکاتب فکر بھی مائل بہ دوام ہوئے۔امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ ان کے دو تلامذہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ نے مرتب کی،تاہم یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ فقہ کو باقاعدہ کتابی شکل میں مرتب کرنے کا عمل پانچویں صدی ہجری میں مکمل ہوا (اسلام اِن گلوبل ہسٹری،مولف نذیر احمد)۔ان ائمہ کی فقہ کو قران و حدیث کے علاوہ قیاس، اجماع اور استحسان کے اصولوں پر مرتب کیا گیا۔ترک سلاطین اور عباسی خلفاء نے فقہ حنفیہ کی پشت پناہی کی جسکی بدولت یہ فقہ سب سے زیادہ رائج ہوئی۔اسکی بنیادی وجہ حنفی آئمہ کو استحسان کے ذریعے دیا گیا اختیار ہے جو کہ حنفی مذہب کے لچکدار ہونے کی کنجی ہے جسکی وجہ سے امراء نے فقہ حنفی کو دوسرے آئمہ کے فقہ پر ترجیح دی جن میں قران و حدیث سے استدلال قدرے زیادہ ہے۔

(جان ایل اسپوسیٹو،آکسفورڈ ہسٹری آف اسلام،صفحہ 114-112،طبع 1999)

یہ بات غور طلب ہے کہ اقوال الرجال اور آراء سے بیزار معاشرے میں فقہ پر عملدرآمد کب شروع ہوا اور لوگ کس طرح قران وحدیث کی بجائے ائمہ کے فتاویٰ کے خوگر ہوئے۔شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنی مشہور تصنیف ''حجتہ البالغہ'' میں اس تغیر کا بہت جامع نقشہ کھینچا ہے۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ ''چوتھی صدی سے پہلے لوگ کسی خاص ایک مذہب معین پر متفق نہ تھے۔ قرن اول اور دوم میں لوگ دوسرے لوگوں کے اقوال کے قائل نہ تھے۔کسی مذہب معین کے موافق فتوی دینے کا طریقہ معین نہ تھا۔خاص کسی شخص کا قول اختیار نہ کیا جاتا تھا۔امام غزالی نے بیان کیا ہے کہ جب خلفائے راشدین مہدین کا زمانہ گذر گیا اور خلافت ان لوگوں کو مل گئی جو اس کے قابل اور مستحق نہ تھے اور احکام دین کا مستقل علم ان کو نہ تھا۔اس لیے ان کو ضرورت محسوس ہوئی کہ فقہا سے مدد لیں اور ہر حال میں ان کو اپنے ساتھ رکھیں۔اس زمانہ میں ایسے علماء باقی تھے جن کی روش قدیمی تھی،وہ ہمیشہ صاف دین کے پابند تھے اس لیے وہ جب حریم خدمت میں طلب کیے

جاتے تھے تو اس سے گریز کرتے تھے اور خلفاء کی صحبت سے اعراض کرتے تھے۔ تب اس زمانے کے لوگوں نے دیکھا کہ علماء کی بڑی عزت ہے، یہ لوگ سلاطین سے اعراض کرتے ہیں اور وہ ان پر ٹوٹے پڑتے ہیں تو ان لوگوں نے اعزاز و مرتبہ حاصل کرنے کی آرزو میں نہایت شوق سے طلب علم کی طرف توجہ کی اور اب فقہا مطلوب ہونے کے بجائے طالب ہوگئے اور جس طرح پہلے سلاطین کی بے التفاتی کی وجہ سے معزز تھے ویسے ہی اب سلاطین کی طرف توجہ کرنے سے ذلیل ہوگئے۔ اب افسروں اور سلاطین کی طبیعتیں فقہ میں مناظرہ کی جانب مائل ہوئیں اور مذہب شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے الوہیت ظاہر ہونے کی خواہش ان میں پیدا ہوگئی۔ لوگ علم کلام اور علمی فنون کو چھوڑ کر خالصتہً امام شافعی اور ابوحنیفہ کے خلافی مسائل کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ان اختلافات میں تصانیف اور استنباطات بکثرت ہوگئیں اور رنگ برنگ مجادلوں اور تصانیف کو انہوں نے مرتب کیا۔ جیسے یہ خرابی لوگوں میں پیدا ہوگئی تھی، ایسے ہی یہ خرابی پیدا ہوگئی کہ ان کو تقلید کا پورا اطمینان ہوگیا اور آہستہ آہستہ تقلید ان کے سینوں میں سرایت کرتی گئی اور ان کو خبر بھی نہ تھی کہ یہ اثر کیوں پھلتا جارہا ہے۔ لوگ فتووں میں روک ٹوک کرنے لگے جو شخص بھی فتوی دیتا تو فوراً اسکا رد کیا جاتا۔ اسی طرح بے علموں سے فتوی لینا تقلید کا باعث ہوا، یہ مفتی علم حدیث اور تخریج کے طریقے سے ناواقف تھے۔ اس زمانے میں فقیہ ان لوگوں کا نام تھا جو مجتہد کے پائے کے نہ تھے۔ اکثر لوگوں نے ہر فن میں عمیق باتوں کی طرف زیادہ توجہ دی۔ کسی نے قدیم وجدید تاریخ کی طرف التفات کیا، بعض نے ایسی نادر چیزوں کی طرف توجہ دی جو موضوع کے درجے کی تھیں۔ ہر ایک شخص نے اپنے اپنے اصحاب کے مناظرہ کے اصول مرتب کیے اور انتہائی درجہ تک اعتراضات کی بھرمار کی۔ بعض نے اس میں یہ روش اختیار کی کہ مسائل کی وہ مکروہ صورتیں فرض کیں جو اس قابل تھیں کہ کوئی عاقل ان کے درپے نہ ہوتا۔ مخرجین اور ان سے ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے کلام سے ایسے مسائل کی تفتیش کی کہ جن کا سننا عالم بلکہ جاہل کو بھی گوارا اور پسند نہیں ہوا کرتا۔ ایسے ہی اختلافات نے جہالت و اختلاف اور شکوک و اوہام کو ہر جانب پھیلا دیا، اس لیے ان قرنوں کے بعد تقلید خالص شائع ہوگئی۔ حق و باطل اور مخاصمت اور استنباط میں کچھ تمیز نہ رہی۔

فقیہ اس زمانے میں اس شخص کا نام ہو گیا جو بے احتیاطی سے بک بک کرے، فقہا کے قوی وضعیف اقوال بلاتمیز محفوظ کرے اور منہ زوری سے ان کو بیان کرتا جائے۔ اور محدث اس شخص کا نام ہو گیا جو صحیح سقیم حدیثیں شمار کرے اور قصہ گو کی طرح ان کو بے سمجھے سوچے بیان کرتا جائے۔ اب جو زمانہ آتا گیا اس میں فتنہ اور تقلید کی زیادتی ہی ہوتی چلی گئی اور لوگوں کے دلوں سے دم بدم دین دور ہوتا گیا حتی کہ امور دین میں انہوں نے غور وخوص کرنا ترک کر دیا اور وہ مطمئن ہو گئے اور کہنے لگے: ''ہم نے اپنے باپ داداؤں کو ایک خاص طریقے پر پایا ہے اور ہم ان کے ہی قدم بقدم چلیں گے (سورۃ الزخرف)''۔ (حوالہ مذکور، حجۃ البالغہ، باب 85، صفحہ 280)

مشہور سیاح ابن جبیر اندلسی اپنے سفرنامے رحلت ابن جبیر صفحہ 70 پر ساتویں صدی ہجری میں تقلید کے نتائج کی مکروہ صورت بیان کرتا ہے کہ ''تقلید نے اس قدر زور پکڑا کہ تیسری صدی کے بعد لوگ ائمہ اربعہ کے نام پر تقسیم ہو گئے اور ساتویں صدی میں یہ تقسیم اتنی شدت اختیار کر گئی کہ حرم مکہ میں چار مصلے قائم کر دیے گئے۔ پہلے شافعی مصلے پر نماز ہوتی، پھر مالکی اور باقی فرقے نماز پڑھتے۔ لیکن مغرب کے وقت چونکہ نماز کا وقت کم ہوتا، تمام مذاہب کے لوگ اکٹھی نماز پڑھتے اور مقتدی قرات کو غور سے سنتے تاکہ اپنے اپنے امام کی قرات کو سن سکیں۔ کبھی ایسا ہوتا کہ مالکی مذہب والے شافعی یا حنبلی اماموں کی تکبیر پر رکوع اور سجود کر لیتے اور اپنے امام کے خلاف کبھی دوسرے امام کی آواز پر سلام پھیر دیتے''۔ تاریخ مقریزی اور البدر الطالع، جلد 2 میں بھی یہ تفصیل ملتی ہے۔

مصری محقق محمد ابو زہرہ لکھتے ہیں ''سابق علماء کی تقلید اور ان کی نقالی کا جذبہ بھی اسباب اختلاف میں سے ایک ہے۔ تقلید کا لبادہ اوڑھنے والے اس بات کی طرف مطلقاً دھیان نہیں دیتے کہ عقل ونظر کا تقاضا کیا ہے۔ تقلید کا جذبہ غیر شعوری طور پر ان کے رگ وپے میں سما جاتا ہے اور وہ (آنکھیں بند کیے ہوئے) اس کے پیچھے ہو لیتے ہیں۔ دراصل مرورِ زمان سے بعض افکار تقدس کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں اور اس طرح انسانی قلوب واذہان پر چھا جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عقل انسانی حسن وقبح کے نئے نئے پیمانے گھڑنا شروع کر دیتی ہے جس سے اختلاف ومجادلہ کی

روایت پیدا ہوتی ہے جو کہیں ختم ہونے کا نام نہیں لیتی۔اس غیر متناہی جدل و بحث کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ہر شخص جدل ومناظرہ میں اس وقت حصہ لیتا ہے جب وہ نادانستہ طور پر اسلاف کی زنجیروں میں جکڑا ہوتا ہے۔تقلید سے تعصب کی بیماری جنم لیتی ہے کیونکہ مخصوص افکار ونظریات کو تقدس کا درجہ دینے سے تعصب کا جذبہ ابھرتا ہےاور جہاں شدید قسم کا تعصب پیدا ہوجاتا ہے وہاں اختلاف بھی شدید نوعیت کا ہوتا ہے۔تعصب جس طرح تقلید سے پیدا ہوتا ہے، اس طرح بعض اوقات اس کا موجب عصبی ضعف بھی ہوتا ہے۔موضوع زیر بحث کے تمام پہلوؤں پر غور نہ کرنے کا نتیجہ بھی تعصب کی صورت میں رونما ہوتا ہے۔کیونکہ مقلہ ہمیشہ ایک ہی پہلو کو دیکھنے کا عادی ہوتا ہے، ایمانی قوت شاذ ونادر ہی تعصب کی موجب ہوتی ہے''۔ (اسلامی مذاہب، ازمحمد ابوزہرہ، مترجم غلام احمد حریری، صفحہ 26-25، ملک سنز ناشران، فیصل آباد)

تقلید سے جو ذہن پروان چڑھتا ہے، اس کی برائی میں الشیخ عزالدین بن سلام فرماتے ہیں کہ''نہایت تعجب کی بات ہے کہ فقہائے مقلدین میں سے بعض کو اپنے امام کا ضعف ماخذ معلوم ہوجایا کرتا ہےاوراس کے ضعف کو کوئی چیز دفع نہیں کرتی، اس پر بھی وہ اس امام کی تقلید کیے جاتا ہےاور جس شخص کے مذہب پر قران وحدیث اور قیاسات صحیح کی شہادت ملتی ہے اس کو بالکل ترک کردیتا ہے۔اس کو ان ہی امام کے مذہب سے دلچسپی رہتی ہے بلکہ ایسے ایسے حیلے کرتا ہے جن سے ظاہر قران وحدیث کو دفع کردے اور بعید و باطل تاویلیں گڑھتا ہے تاکہ اپنے مقتدا کی حمایئت کرے گویا کہ اسکا امام نبی مرسل ہے''۔

(حجتہ البالغہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، صفحہ 284)

امام فخرالدین رازی کے شیخ فرماتے ہیں''میں نے مقلد فقہا کی ایک جماعت کا مشاہدہ کیا۔میں نے بعض مسائل کے سلسلے میں ان کو قران مجید کی بہت سی آیات پڑھ کر سنائیں، ان کے مذاہب ان آیات کے خلاف تھے۔ان لوگوں نے ان آیات کو قبول نہیں کیا بلکہ ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور تعجب اور حیرانی سے میری طرف دیکھتے رہے جس کا مطلب (ان کے نزدیک) یہ تھا کہ ان آیات کے ظاہری معنوں پر کیسے عمل کیا جاسکتا ہے حالانکہ ہمارے سلف کا قول ان کے

خلاف واقع ہوا ہے''۔ (تفسیر کبیر، جلد 4، صفحہ 436)

عبدالحی فرنگی محلی لکھتے ہیں''حنفیہ کی ایک جماعت سخت تعصب میں مبتلا ہے اور کتب فتاوٰی میں جو مسائل ہیں ان پر سختی سے کاربند ہے اوران لوگوں کو جب کوئی صریح اثر یا صحیح حدیث مل جاتی ہے جوان کے مذہب کے خلاف ہوتو یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو امام صاحب ضرور اس کے مطابق فتوی دیتے اوراسکے خلاف کوئی فیصلہ نہ کرتے اور یہ ان کی جہالت ہے''۔

(النافع الکبیر، صفحہ 135)

اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں''بعض مقلدین نے اپنے ائمہ کو معصوم عن الخطاء ومصیب وجوباًومعروض الاطاعت تصور کر کے عزم بالجزم کیا کہ خواہ کیسی ہی حدیث صحیح ،مخالف قول امام کے ہواور مستند قول امام کا بجز قیاس کے امر دیگر نہ ہو، پھر بھی بہت سے علل وخلل حدیث میں پیدا کر کے یا اسکی تاویل بعید کر کے حدیث کو رد کر دیں گے اورقول امام کو نہ چھوڑ دیں گے''۔

(فتاوی امدادیہ، مطبع مجتبائی دہلی، جلد 4، صفحہ 90)

اس مقام پر اس بات کی وضاحت نہایت ضروری ہے کہ خود ائمہ میں سے کسی ایک نے بھی اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ اس کے برعکس اس چیز پر غور وفکر کی دعوت دی جہاں سے انہوں نے ان احکام کو اخذ کیا تھا۔امام شافعی فرماتے ہیں''میں جب کوئی بات کہوں یا کسی قاعدہ کو قائم کروں اور کسی آدمی کو میرے قول کے مخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث معلوم ہوتو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہی معتبر ہے''۔امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب کا کلام اختیار کرنے اور رد کرنے کے قابل ہے۔امام حاکم اور امام بیہقی نے امام شافعی سے نقل کیا ہے کہ''جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے''اورایک روایت ہیں ہے کہ''جب تم دیکھو کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہے تو حدیث پر ہی عمل کرنا اور میرے قول کو دیوار پر مارنا''۔ امام احمد بن حنبل فرمایا کرتے تھے کہ''کسی کی مجال نہیں کہ اللہ اوراسکے رسولؐ کے مقابلے میں گفتگو کر سکے''۔امام احمد نے ایک شخص سے کہا کہ''ہرگز میری تقلید نہ کرنا اور نہ ہرگز امام مالک، نہ اوزاعی اور نہ نخعی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا بلکہ جہاں سے اوروں نے احکام اخذ کیے ہیں وہاں سے

ہی اخذ کرنا یعنی قران وحدیث سے''۔ (حجتہ البالغہ،صفحہ 287)

امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں ''کسی شخص کیلئے حلال نہیں کہ وہ ہمارے قول پر عمل کرے جب تک اس کو اس قول کا ماخذ (دلیل) معلوم نہ ہو''۔ (النافع الکبیر،صفحہ 113)

مندرجہ بالا اقوال سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام ائمہ کرام نے اپنی اندھی تقلید سے بچنے اور دین اسلام میں غور وغوص کرنے کی تلقین کی اور اجتہاد کی طرف دعوت دی۔لیکن بعد کے علماء نے (جن کی حالت زار حجتہ البالغہ کے حوالے سے گذر چکی ہے) اجتہاد کا دروازہ مطلق طور پر بند کر دیا اور تقلید محض کو فروغ دیا۔اس روش نے دین خالص میں ائمہ کی آراء کی حد درجہ آمیزش کی اور شرک فی التشریع کی راہ ہموار کی۔محمد ابو زہرہ اس کیفیت کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''فقہ اسلامی میں معاشرہ میں رونما ہونے والے تمام امراض کا علاج مضمر تھا۔مگر بدقسمتی یہ ہوئی کہ ضعف ہمت کے باعث اجتہاد کا دروازہ مسدود کر دیا گیا۔دوسری وجہ یہ تھی کہ علماء کسی قیمت پر متقدمین کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے تھے اور ان کے آراء وافکار کو تقدیس وطہارت کا درجہ دیتے تھے۔جب دیگر مسائل میں اجتہاد کا دروازہ مقفل ہو چکا تھا تو عقائدی مسائل میں بدرجہ اولیٰ اسے بند ہو جانا چاہیئے تھا۔ان حالات میں فکری زندگی پر جمود طاری ہو گیا جس کا ثمرہ یہ برآمد ہوا کہ فتاویٰ میں کسی خاص امام کی تقلید کی جانے لگی اور اعتقادی مذاہب میں استدلال کا دائرہ محدود ہو کر رہ گیا اور اس میں تقلید سے کام لیا جانے لگا۔نویں صدی ہجری سے لیکر تیرھویں صدی کے اکثر حصہ تک زندگی بسر کرنے والے اگر چہ ذہنی جمود میں مبتلا تھے تاہم یہ کسی طرح ممکن نہ تھا کہ اسلامی فکر و نظر ایک خاص رائے اور چند دلائل کی چار دیوری میں گھر کر رہ جائے جن کو افضل البراہین سمجھ لیا گیا تھا۔دوسری وجہ یہ ہوئی کہ مسلمانوں اور اہل یورپ کے مابین جس کشمکش کا آغاز ہوا تھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں میں ذہنی بیداری پیدا ہوئی۔ترکوں کے یورپین اقوام سے بڑے گہرے مراسم تھے اور وہ ان کے مالی معاملات سے بھی متاثر ہوئے تھے۔بعض ترک علماء قرضہ میں حیلہ جوئی کر کے سود کی وجہ جواز تلاش کرنے لگے۔اگر چہ آستانہ کے علماء نے یہ فتویٰ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور ان کے باقی اقوال کو بھی رد کر دیا تھا۔تاریخ اسلام کے جن ادوار میں فکری جمود کا دور

دورہ تھا، ان کا طرہ امتیاز یہ تھا کہ ائمہ مجتہدین کے اقوال کو تقدیس کا مرتبہ دے دیا گیا۔ جس کا ثمرہ یہ برآمد ہوا کہ صلحاء و علماء کو حین حیات اور بعد از موت مقدس سمجھا جانے لگا۔ ان کی قبروں کی زیارت کی جاتی اور ان کے گرد خانہ کعبہ کی طرح طواف کیا جاتا''۔

(اسلامی مذاہب از محمد ابوزہرہ، صفحہ 256)

تقلید محض اور اپنے ائمہ کو تقدیس کا درجہ دینے کی وجہ سے لوگوں کا رجحان اپنے ائمہ کے بارے میں ایسے قصے و واقعات لکھنے کی طرف ہوا جس سے باقی ائمہ پر ان کے امام کی برتری ثابت ہو۔ علامہ شبلی نعمانی تحریر کرتے ہیں '' تمام اسلامی ممالک میں جن ائمہ کی فقہ نے رواج پایا وہ چار ہیں، ابوحنیفہ، مالک، شافعی، احمد بن حنبل۔ مسائل فقہ کی ترویج و اشاعت کا سبب اگرچہ خود ان مسائل کی خوبی وعمدگی ہے لیکن کچھ شبہ نہیں کہ اس امر میں واضع فقہ کے ذاتی رسوخ اور عظمت کو بھی بہت کچھ دخل ہے۔ ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ کے سوا دوسرے مجتہدین کی فقہ کی ترویج واشاعت کا باعث زیادہ تر ان کی ذاتی خصوصیات تھیں۔ مثلاً امام مالک مدینہ کے رہنے والے تھے جو نبوت کا مرکز تھا اور خلفائے راشدین کا دارالخلافہ رہ چکا تھا۔ اس تعلق سے لوگوں کو عموماً مدینہ اور ارباب مدینہ کے ساتھ خلوص اور عقیدت تھی۔ ان کا خاندان ایک علمی خاندان تھا، ان کے دادا مالک بن ابی عامر نے بڑے بڑے صحابہ سے حدیثیں سیکھی تھیں، ان کے چچا شیخ الحدیث تھے، امام مالک نے جب حدیث وفقہ میں کمال پیدا کیا تو یہ عارضی اوصاف ان کی ذاتی قابلیت پر طرہ بن کر نمایاں ہوئے اور تمام اطراف و دیار میں ان کی شہرت کا سکہ جم گیا۔ امام شافعی کو اور بھی زیادہ خصوصیات حاصل تھیں۔ مکہ معظّمہ وطن تھا۔ باپ کی طرف سے قریشی، مطلبی اور ماں کی طرف سے ہاشمی تھے۔ ان کا تمام خاندان ہمیشہ معزز وممتاز چلا آتا تھا، ان کے پردادا سائب جنگ بدر میں ہاشمیوں کے علمبردار تھے اور گرفتار ہو کر اسلام لائے تھے۔ مکہ معظّمہ کی ولایت، خاندان کا اعزاز، رسول اللہ ﷺ کی ہم نسبی، ایسی چیزیں تھیں جن سے بڑھ کر حسن قبولیت اور مرجعیت کیلئے کوئی کارگر آلہ نہیں ہوسکتا تھا۔ امام ابوحنیفہ میں اس قسم کی کوئی خصوصیت نہ تھی، قریشی اور ہاشمی النسل ہونا تو ایک طرف، وہ عربی النسل بھی نہ تھے۔ خاندان میں کوئی شخص ایسا نہ گذرا جو اسلامی گروہ کا مرجع اور مقتدا

ہوتا، آبائی پیشہ تجارت تھا اور خود بھی تمام عمر اسی ذریعے سے بسر کی۔ کوفہ جوان کا مقام ولادت تھا، گو کہ دارالعلم تھا لیکن مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کا ہمسر کیسے ہوسکتا تھا۔ بعض اتفاقی اور ناگزیر اسباب سے ارباب روایات کا ایک گروہ ان کی مخالفت پر کمربستہ تھا۔ غرض حسب قبول اور عام اثر کیلئے جو اسباب درکار ہوتے ہیں وہ بالکل نہ تھے، باوجود اس کے ان کی فقہ کا تمام ممالک اسلامیہ میں اس وسعت اور ترقی کے ساتھ رواج پانا یقیناً اس بات کی دلیل ہے کہ انکی فقہ انسانی ضرورت کیلئے مناسب وموزوں واقع ہوئی تھی۔ اور بالخصوص تمدن کے ساتھ جس قدر ان کی فقہ کو مناسبت تھی، کسی فقہ کو نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ باقی ائمہ کے مذاہب کو زیادہ تر انہی ملکوں میں رواج ہوا جہاں تہذیب و تمدن نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی''۔

(سیرۃ النعمان، صفحہ 143 طبع اسلامی کتب خانہ لاہور)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں ''نماز عشاء پڑھ کر عبادت میں مشغول ہوتے اور اکثر رات بھر نہ سوتے۔ جاڑوں میں مغرب کے بعد مسجد میں ہی سو رہتے اور قریباً 10 بجے اٹھ کر نماز عشاء پڑھتے، پھر تمام رات تہجد اور وظائف میں گذرتی''۔ (حوا کہ مذکور، صفحہ 62)

دوسری صدی ہجری میں 10 بجے کے وقت کا اندازہ لگانا حیرت انگیز ہے، نیز تمام رات عبادت میں گزارنا (محمد ابوزہرہ نے بھی حیات ابوحنیفہ میں نماز عشاء کے وضو کے ساتھ نماز فجر پڑھنے کو نقل کیا ہے) اور ذرہ برابر نہ سونا ان کی عظیم شخصیت میں غلو کے سوا کچھ بھی نہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان صحابہ کو تنبیہہ کی تھی جنھوں نے کہا تھا کہ وہ نکاح، افطار اور سونے سے پرہیز کریں گے اور آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ عزوجل کو جانتا ہوں اور تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری، رقم 5063)

امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ یقیناً سنت رسول کی مکمل اتباع کو یقینی بناتے تھے اور ان کی شخصیت ان باتوں سے پاک ہے جو تقلید پرستوں نے باقی ائمہ کرام پر انکی عظمت ظاہر کرنے کیلئے افترا کی ہیں۔

جس طرح تقلید پرست علماء نے اجتہاد کا دروازہ بند کیا، اسی طرح انہوں نے ایسے ایسے اصول مرتب کیے تاکہ ان کے مذہب کے پیروکاروں کے ذہن کسی قسم کی تحقیق کی طرف مائل ہی نہ ہوسکیں۔ اصول فقہ میں ہے ''مقلد کو فقیہ نہیں کہا جا سکتا اسلیئے کہ اسکو معرفت دلائل کی استطاعت نہیں ہوتی''۔ (توضیح تلوتح،صفحہ 3)

مزید لکھا ہے کہ ''مقلد کیلئے مجتہد کا قول ہی دلیل ہوتا ہے، پس مقلد یہ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہی حکم ہے اسلیئے کہ امام ابوحنیفہ کی رائے نے مجھے یہاں تک پہنچایا ہے اور جس حکم تک مجھے ان کی رائے نے پہنچایا ہے بس وہی میرے نزدیک حقیقت ہے''۔ (حوالہ مذکور)

احمد رضا بریلوی لکھتے ہیں ''ہم مقلدوں کو قول امام کے خلاف (ازخود) حدیثوں پر عمل جائز نہیں۔ جو اسکا مرتکب ہو وہ احمق ہے، بے ہوش یا ناحق و باطل کوش ہے۔ ایک مسئلہ بھی اگر خلاف امام کیا تو مذہب سے خارج ہوجائے گا بلکہ جو ایسا کرے وہ ملحد ہے''۔

(بحوالہ الفضل الموہی،صفحہ 13)

تقی عثمانی دیوبندی لکھتے ہیں ''اگر ایسے مقلد کو یہ اختیار دے دیا جائے کہ وہ کوئی حدیث اپنے امام کے مسلک کے خلاف پاکر امام کے مسلک کو چھوڑ سکتا ہے تو اس کا نتیجہ شدید افراتفری اور سنگین گمراہی کے سوا کچھ نہ ہوگا''۔ (تقلید کی شرعی حیثیت،صفحہ 87)

کچھ ائمہ تو اس معاملے میں غلو کی انتہائی حد تک جا پہنچے کہ امام کے قول کے سامنے آیات قران اور احادیث صحیحہ کی نفی کو بھی جائز قرار دے دیا۔ ابوالحسن عبیداللہ الکرخی لکھتے ہیں ''ہر وہ آیت جو ہمارے فقہا کے قول کے خلاف ہوگی، اسے یا تو نسخ پر محمول کیا جائے گا یا ترجیح پر محمول کیا جائے گا اور اولیٰ یہ ہے کہ اس آیت کو تاویل پر محمول کیا جائے تاکہ توافق ظاہر ہوجائے''۔

(اصول الکرخی اصل،نمبر 28)

آگے لکھتے ہیں ''بے شک ہر حدیث کو جو ہمارے اصحاب (فقہائے حنفیہ) کے خلاف ہوگی، نسخ پر محمول کیا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ یہ حدیث اس جیسی کسی دوسری حدیث کے خلاف ہے، پھر کوئی ایسی دلیل یا وجہ ترجیح ان وجوہ ترجیح میں سے جن کی بنیاد پر ہمارے اصحاب حجت قائم

کرتے ہیں لائی جائی گی یا اسے تطبیق پر محمول کیا جائے گا''۔ (اصول الکرخی اصل، نمبر 29)

مقلد کا ذہن اس طرح کا تشکیل دیا گیا کہ وہ قول فقہا کے سامنے قران وحدیث کو بطور دلیل کے پیش کرنے کی جسارت بھی نہ کر سکے اور دین اسلام کے اصلی ماخذ کو صرف حصول برکت کا ذریعہ سمجھے نہ کہ اسے ضابطہ حیات بنائے۔

ان اصولوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسی احادیث کو بھی پیش کیا گیا جو یا تو موضوعات میں شامل ہیں یا سخت ضعیف ہیں تا کہ مقلدین کو یہ باور کرایا جا سکے کہ ان اصولوں کے پیچھے خود رسول ﷺ کے فرامین مشعل راہ ہیں۔ چند ایسی مشہور احادیث کا مختصر جائزہ ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔

1- ''میری امت میں ایک شخص ہوگا جسکا نام ابوحنیفہ ہوگا، وہ میری امت کا چراغ ہوگا اور میری امت میں ایک شخص ہوگا جس کا نام محمد ابن ادریس (امام شافعی کا نام) ہوگا اور وہ شیطان سے زیادہ ضرر رساں ہوگا''۔ (درمختار، سبائی 100)

یہ حدیث بالاتفاق تمام محدثین کے نزدیک موضوع ہے۔

(موضوعات کبیر، ملاعلی قاری، صفحہ 27)

2- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی، لہذا جب تم اختلاف دیکھو تو سواد اعظم (بڑی جماعت) کو لازم پکڑو''۔ (سنن ابن ماجہ، رقم 3950)

یہ حدیث ضعیف ہے۔ اسکی سند میں ابوخلف الاعمیٰ جو کہ حازم بن عطاء ہے متروک اور کذاب ہے اور ایک دوسرا راوی معان ضعیف ہے۔

(صحیح وضعیف سنن ابن ماجہ للالبانی، جز 8، صفحہ 450، رقم 3950)

اگر اس حدیث سے استدلال کو صحیح تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ بات ثابت کی جا چکی ہے کہ تقلید خالص چوتھی صدی کے بعد شروع ہوئی۔ اس وقت سواد اعظم وہی لوگ تھے جو عامل بالحدیث تھے اور یہ حدیث ان فقہی مذاہب کے پیروکاروں کو دعوت دے رہی ہوگی کہ نیا فرقہ نہ بناؤ اور سواد اعظم کو نہ چھوڑو۔ اب اگر فقہ حنفیہ کی تعداد کثیر ہوگئی ہے تو اب اس حدیث کا اطلاق ان پر کس طرح ممکن ہے؟ ایک سوال اور ہے کہ اس دور

میں بریلوی فرقہ بہت تیزی سے پروان چڑھ رہا ہے، تو اگر مستقبل قریب میں ان کی تعداد زیادہ ہو جائے تو سواد اعظم کی نسبت ان کی طرف صحیح ہوگی؟

3- ''میری امت کا اختلاف رحمت ہے''

یہ حدیث موضوع ہے(انظر فی ضعیف الجامع للالبانی، حدیث رقم 230)

امام سبکی کہتے ہیں، ''جس طرح مناوی نے اسے فیض القدیر میں لکھا ہے، یہ حدیث محدثین کے ہاں معروف نہیں ہے اور میں اسکی صحیح ،ضعیف یا موضوع کسی بھی سند سے واقف نہیں ہوں''۔ (جامع الاصول، مبارک بن محمد بن محمد الشیبانی، جز 1، صفحہ 182، طبع مکتبہ حلوانی، 1969)۔

مندجہ بالا اصولوں اور باطل احادیث کو پھیلانے کا مقصد یہ ہی تھا کہ مقلدین کی ایسی ذہن سازی (BRAIN WASHING) کی جائے کہ انکا ذہن ان بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جائے اور وہ اپنے علماء کو اس درجہ پر پہنچا دیں جس طرح بنی اسرائیل نے اپنے علماء کو رب کے درجہ پر پہنچا دیا تھا جو ان کے لیے شریعت سازی اور حلال وحرام کے فیصلے کرتے تھے جسکی تفصیل گذر چکی ہے۔ (دیکھیے سورۃ توبہ، آیت 31 وصحیح بخاری رقم حدیث 6819 عن ابن عمر رضی اللہ عنہما)

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ فقہ حنفیہ کی باقاعدہ تدوین پانچویں صدی ہجری میں ہوئی، انکی سب سے معتبر ومشہور تصنیف ''الھدایۃ'' ہے جو کہ محمد برہان الدین المرغینانی (متوفی 593ھ) کی مرتب کردہ ہے۔ اسکے علاوہ دیگر قابل ذکر تصنیفات میں درمختار، بحر الرائق، محیط، فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاوی قاضی خان شامل ہیں۔ فقہ حنفیہ کے تمام فتاوی کا جامع مجموعہ چھٹے مغل بادشاہ اورنگزیب عالمگیر (1707-1618) نے تیار کروایا جو فتاویٰ عالمگیری کے نام سے مشہور ہے جو اسکے دور میں رائج ہوا (اورنگزیب دور میں سیاسی خدوخال، ایس ایم حسین، 2000، کنسکا پبلی کیشنز)۔ اس کتاب کو تقریباً پانچ سو علماء نے جنکا تعلق مدینہ، بغداد اور جنوبی ایشیا سے تھا، شیخ نظام برہانپوری کی سربراہی میں دہلی اور لاہور میں مرتب کیا۔ اس کتاب نے فقہا

اور قاضیوں کو من مانے فیصلے کرنے سے کافی حد تک روک دیا (جنوبی ایشیائی تناظر میں اسلام کا جائزہ، محمد رضا پیر بھائی، طبع 2000، برل اکیڈمی)۔

آج بھی فقہ حنفیہ میں فتاوی عالمگیری کو ایک بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ تاہم یہ امر قابل ذکر ہے کہ متعدد جگہ پر فقہ حنفیہ کے احکامات قران و حدیث سے متصادم ہیں اور بے شمار مقامات پر ایسے فتاویٰ درج ہیں کہ عقل انسانی انکا ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ کتب حنفیہ میں ایسے مسائل بے شمار ہیں جو کہ قیاس کی بنیاد پر مرتب کیے گئے ہیں جن کو صحیح معنوں میں فقہی مسائل قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مثال کے طور پر درمختار کی شرح قرۃ عیون الابرار میں درج ہے کہ "اگر ناپاک پانی سے آٹا گوندھ لیا جائے تو اسے ہرگز استعمال نہ کیا جائے بلکہ یا تو اسے کتے کو کھلا دیا جائے یا کسی شافعی مذہب والے کو بیچ دیا جائے"۔ (حوالہ مذکور، جلد اول، صفحہ 227)

اب ظاہر ہے کہ کتا تو آٹا نہیں کھاتا، لیکن شافعی مذہب والا اس سے بھی بدتر ہے کہ اسکو بیچا جاسکتا ہے۔ قارئین کرام کو اس امر سے روشناس کروانے کیلئے کہ فقہ حنفیہ میں جو کچھ ہے وہ سب مُنزَّل من اللہ نہیں ہے بلکہ مقامات متعددہ پر وہ صحیح احادیث کے خلاف ہے، ذیل میں ہم فتاوی عالمگیری سے چند چیدہ چیدہ مسائل کا موازنہ قران و حدیث سے کریں گے۔ یہ مسائل فتاوی عالمگیری کی دس جلدوں سے لیے گئے ہیں اور مشل نمونہ کے ہیں تا کہ طوالت سے بچا جاسکے، تاہم ایسے اور بہت سے مسائل مزید اخذ کیے جاسکتے تھے۔ اگر چہ یہ اختصار صرف قارئین کو دعوت فکر دینے کیلئے ہے۔ صفحہ کے دائیں جانب ہم فقہ حنفیہ کا مسئلہ لکھیں گے اور بائیں جانب اسکا موازنہ قران وحدیث سے کریں گے۔ وباللہ التوفیق۔

نوٹ:

(جس کتاب سے ہم نے ان مسائل کو لیا ہے وہ مترجم سید امیر علی کے ہے اور دس جلدوں پر مشتمل ہے۔ اسے علی اعجاز پرنٹرز نے طبع کیا اور مکتبہ رحمانیہ، اقرا سنٹر غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور نے اسکی اشاعت کی)۔

| فتاوی عالمگیری / مسائل فقہ حنفیہ | موازنہ بمطابق قران وحدیث |
| --- | --- |
| 1- امام ابوحنفیہ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے جو بھی نام تعظیماً استعمال ہوتے ہیں ان کے ساتھ نماز کی ابتدا کی جاسکتی ہے مثل اللہ اجل، اللہ اعظم، الرحمٰن واکبر، سبحان اللہ، الحمد اللہ، تبارک اللہ وغیرہ۔ (حوالہ مذکور، جلداول، صفحہ 280، کتاب الصلوۃ) | عبدالعزیز بن عبداللہ بن ابی سلمہ نے اپنے چچا الماجشون (یعقوب) بن ابی سلمہ سے اورانہوں نے (عبدالرحمٰن) اعرج سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز کا آغاز فرماتے تو اللہ اکبر کہتے۔ (صحیح مسلم، رقم حدیث 1813) |
| 2- نماز پڑھنے والا اگر فارسی زبان میں تکبیر کہے تو بھی جائز ہے چاہے اسے عربی آتی ہو یا نہ آتی ہو۔ صاحبین کے نزدیک بلا عذر جائز نہیں۔ اسی طرح نماز کے تمام وظائف مثلاً تشہد، قنوت، دعا، رکوع وسجود کی تسبیحات، امام صاحب کے نزدیک ہر زبان میں جائز ہیں جیسے ترکی، زنجی، حبشی، نبطی وغیرہ۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 282) | انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ بنی اکرم ﷺ ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نماز ''الحمداللہ رب العالمین'' سے شروع کیا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، رقم 743) |
| 3- کم ازکم اتنا سیدھا کھڑا ہونا چاہیے کہ ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔ بلا عذر ایک پاؤں پر کھڑا ہونا مکروہ ہے۔ تاہم نماز ہوجائے گی۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 281) | ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ ہمیں نماز پڑھ کر دکھاتے کہ نبی کریم ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے اور یہ نماز کا وقت نہیں تھا۔ چنانچہ آپ ؓ کھڑے ہوئے اور پوری طرح کھڑے رہے۔ پھر رکوع کیا اور پوری طمانیت کے ساتھ سر اٹھایا تب بھی تھوڑی دیر سیدھے کھڑے رہے۔ (صحیح بخاری، رقم 802) |

| | |
|---|---|
| 4- امام صاحب کے نزدیک چھوٹی سی ایک آیت پڑھنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا۔ فرض نماز دو رکعتی ہو، تین رکعتی یا چار رکعتی، محل قرات صرف دو رکعتیں ہیں اور جونسی مرضی دو رکعتوں میں قرأت کرے یعنی پہلی دو رکعتوں میں یا پچھلی دو رکعتوں یا ایک پہلی رکعت میں ایک آخری رکعت میں، یا دوسری اور چوتھی رکعت میں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 281) | عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی، اسکی نماز نہ ہوئی'' (صحیح بخاری، رقم 756) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نماز پڑھنے والا پوری نماز (ہر دو رکعت) میں قرات کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے جو قرات ہمیں (بلند آواز) سے سنائی، ہم نے بھی تمہیں سنائی اور جو آپ نے (آہستہ آواز کر کے) ہم سے مخفی رکھی، ہم نے اسے تم سے مخفی رکھا۔ ایک آدمی نے کہا: اگر میں ام القران (سورۃ فاتحہ) سے زیادہ نہ پڑھوں؟ تو انہوں نے کہا: اگر اس سے زیادہ پڑھو تو بہتر ہے، اگر اس (فاتحہ) پر رک جاؤ تو وہ تمہیں کفایت کرے گی۔ (صحیح مسلم، 883) |
| 5- رکوع کی واجب مقدار اور حد بس اتنی ہے کہ اس پر جھکنے کا اطلاق ہو سکے یعنی کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ سکیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 282) | حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دیکھا کہ نہ رکوع پوری طرح کرتا ہے اور نہ سجدہ۔ اس لیے آپ نے اس سے کہا کہ تم نے نماز ہی نہیں پڑھی۔ اگر تم مر گئے تو تمہاری موت اس سنت پر نہیں ہوگی جس پر اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم 791) |
| 6- اگر سجدے میں زمین کے ساتھ پیشانی | عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے |

| | |
|---|---|
| لگائے اور ناک نہ لگائے تو یہ بالا جماع جائز ہے۔اس میں کوئی کراہت نہیں اور ناک لگائے اور پیشانی نہ لگائے تو بھی امام صاحب کے نزدیک جائز ہے۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 282) | کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے سات ہڈیوں، پیشانی (ساتھ ہی) آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں، دونوں ٹانگوں (گھٹنوں) اور دونوں پاؤں کے کناروں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ (صحیح مسلم،رقم 1098) |
| 7- مقتدی امام سے پہلے فارغ ہو جائے اور باتیں کرنے لگ جائے تو اس کی نماز مکمل ہے۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 283) | ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کیا تم میں وہ شخص جو (رکوع و سجود میں) امام سے پہلے اپنا سر اٹھا لیتا ہے اس بات سے نہیں ڈرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر کی طرح بنا دے یا اسکی صورت کو گدھے کی سی صورت بنا دے۔ (صحیح بخاری،رقم 691) |
| 8-رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہونا اور دو سجدوں کے درمیان اطمینان سے بیٹھنا، بالاتفاق واجب نہیں۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 284) | رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف لائے۔ اس کے بعد ایک شخص اور آیا۔اس نے نماز پڑھی اور پھر آپؐ کو سلام کیا۔آپؐ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا، واپس جاؤ اور نماز پڑھو،تم نے نماز نہیں پڑھی۔ آپؐ نے اس طرح تین مرتبہ فرمایا۔آخر اس شخص نے کہا، اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے، میں اسکے علاوہ اور کوئی اچھا طریقہ نہیں جانتا، آپؐ مجھے نماز سکھا دیجیئے۔آپؐ نے فرمایا: جب |

| | |
|---|---|
| | نماز کیلئے کھڑے ہو تو تکبر تحریمہ کہو پھر آسانی کے ساتھ جتنا قران تمہیں یاد ہو اس کی تلاوت کرو۔ پھر اس کے بعد رکوع کرو اور خوب اچھی طرح کرو۔ پھر سر اٹھاؤ اور سیدھا کھڑے ہو جاؤ۔ اس کے بعد اطمینان کے ساتھ سجدہ کرو۔ پھر سر اٹھاؤ اور اچھی طرح بیٹھ جاؤ۔ اسی طرح اپنی تمام نماز پوری کرو۔ (صحیح بخاری، رقم 757) |
| 9- سجدہ سے اٹھ کر جلسہ استراحت نہ کرے اور نہ کھڑے ہونے کیلئے زمین پر ہاتھوں سے ٹیک لگائے بلکہ گھٹنوں کے زور پر کھڑا ہو۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 289) | مالک بن حویرثؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب طاق رکعت میں ہوتے تو اس وقت تک نہ اٹھتے جب تک تھوڑی دیر بیٹھ نہ لیتے۔ (صحیح بخاری، رقم 823) ابو قلابہ بیان فرماتے ہیں کہ مالک بن حویرثؓ نے انہیں فرمایا کہ میں تم کو نماز پڑھ کر یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح نماز پڑھتے تھے۔ ایوب سختیانی نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ سے پوچھا کہ مالکؓ کس طرح نماز پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح۔ وہ جب دوسرے سجدے سے سر اٹھاتے تو تھوڑی دیر بیٹھتے اور زمین کا سہارا لیکر پھر اٹھتے۔ (صحیح بخاری، رقم 824) |

| | |
|---|---|
| 10- امامت کا اولین حقدار وہ ہے جو نماز کے احکام کو زیادہ سمجھتا ہو، اگر اس میں سب برابر ہوں تو وہ جو قران کو زیادہ سمجھتا ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، پھر وہ جو سب سے زیادہ عمر رسیدہ ہو، پھر وہ جو زیادہ با اخلاق ہو، پھر وہ جو خوبصورت ہو۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 300) درمختار ج 1 صفحہ 42 میں آگے لکھا ہے، پھر وہ جو زیادہ خوش لباس ہو، پھر وہ جسکی بیوی زیادہ خوبصورت ہو، پھر وہ جس کا سر دوسروں سے بڑا ہو اور آلہ تناسل دوسروں سے چھوٹا ہو۔ | ابو مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ کرے جو اللہ کی کتاب کو زیادہ پڑھنے والا ہو اور پڑھنے میں دوسروں سے زیادہ قدیم ہو، اگر ان سب کا پڑھنا ایک سا ہو تو امامت وہ کرے جو ہجرت میں قدیم تر ہو، اگر ہجرت میں سب برابر ہوں تو وہ امامت کرے جو ان سب سے عمر میں بڑا ہو۔ (صحیح مسلم، رقم 1534) |
| 11- امام ابو حنیفہ نے فرمایا نماز استقاء میں نہ با جماعت نماز مسنون ہے اور نہ خطبہ اگر لوگ اکیلے اکیلے پڑھ لیں تو حرج نہیں۔ امام صاحب کے نزدیک چادر پلٹنا بھی جائز نہیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 394) | عباد بن تمیم اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ کو نماز استسقاء کیلئے نکلتے دیکھا۔ آپؐ نے اپنی پیٹھ صحابہ کرام کی طرف کردی اا اور قبلہ رخ ہو کر دعا کی، پھر اپنی چادر پلٹی اور دو رکعت نماز پڑھائی جس میں آپ ﷺ نے بلند آواز سے قرات کی۔ (صحیح بخاری، رقم 1023) |
| 12- نماز جنازہ میں قران مجید نہ پڑھے، اگر سورۃ فاتحہ (قران سمجھ کر نہیں بلکہ) دعا سمجھ کر پڑھ لے تو حرج نہیں ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 408) | طلحہ بن عبداللہ بن عوف بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی تو آپؓ نے سورۃ فاتحہ (ذرا بلند آواز سے) پڑھی۔ پھر فرمایا کہ تمہیں معلوم ہونا چاہئے |

| | |
|---|---|
| | کہ یہی سنت نبویؐ ہے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 1335) |
| 13- جس مسجد میں باجماعت نماز پڑھی جاتی ہو، اس میں نماز جنازہ پڑھنا مکروہ ہے، خواہ میت اور لوگ مسجد کے اندر ہوں یا میت باہر ہو اور لوگ اندر ہوں، یا امام اور کچھ لوگ باہر ہوں اور باقی لوگ اندر ہوں یا میت اندر ہو اور امام اور لوگ باہر ہوں۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 409) | عباد بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ عائشہ صدیقہؓ نے حکم دیا کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں سے گذارا جائے۔ آپ کی بات پر لوگوں نے اعتراض کیا تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: لوگ کس قدر جلد بھول گئے! رسول اللہ ﷺ نے (بدری صحابی) سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ہی تو ادا کی تھی۔ (صحیح مسلم، رقم 2252) |
| 14- امام صاحب فرماتے ہیں کہ وضو کے سوا روزہ دار کیلئے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا مکروہ ہے۔ نیز نہانا، سر پر پانی بہانا پانی میں داخل ہونا اور گیلا کپڑا لگانا سب مکروہ ہے۔<br>(حوالہ مذکور، جلد 2، صفحہ 15) | ابوبکر بن عبدالرحمٰن ایک صحابی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو روزہ کی حالت میں مقام عرج پر پیاس یا گرمی کی وجہ سے اپنے سر پر پانی ڈالتے ہوئے دیکھا۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 2365، سندہ صحیح) |
| 15- امام ابوحنیفہ کے نزدیک شوال کے چھ روزے مکروہ ہیں، متفرق طور پر رکھے جائیں یا پے درپے۔ (حوالہ مذکور، جلد 2، صفحہ 17) | ابو ایوب انصاریؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، پھر اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو یہ پورا سال مسلسل روزے رکھنے کی طرح ہے۔ (صحیح مسلم، رقم 2758) |
| 16- روزے کی حالت میں عورت سے قربت | ایک شخص نے روزے کی حالت میں اپنی بیوی |

| | |
|---|---|
| کرنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا حتی کہ اگر یہی فعل کسی جانور یا مردہ عورت سے روزے کی حالت میں کرے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ (حوالہ مذکور، کتاب الصوم، جلد 2، صفحہ 23) | سے مجامعت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کفارہ (غلام آزاد کرنا، دو مہینوں کے روزے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا) ادا کرنے کو کہا۔ (صحیح بخاری، رقم 1936) |
| 17- روزہ کی حالت میں مونچھوں پر تیل لگانا مکروہ نہیں ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 15) | حضرت زید بن ارقمؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: جو شخص اپنی مونچھیں نہ کاٹے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (سنن نسائی، رقم 5050، سندہ صحیح) |
| 18- قطعاً ناقابل شہادت گواہوں کی موجودگی سے بھی نکاح منعقد ہو جائے گا۔ (حوالہ مذکور، کتاب النکاح، صفحہ 118) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''آپس میں سے دو عادل شخصوں کو گواہ کرلو''۔ (سورۃ طلاق، آیت 2) |
| 19- اگر ذمی مرد نے ذمی عورت سے نکاح کر لیا اور حق مہر شراب یا خنزیر قرار پایا۔ اب اگر یہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مسلمان ہو جائے تو عورت کو مہر میں شراب یا خنزیر ہی ملے گا۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 188) | سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے اندر موجود تھے تو ہمارا حق مہر دس اوقیہ ہوتا تھا، جو کل چار سو درہم بنتے ہیں۔ (مسند احمد، رقم 6919، سندہ صحیح) |
| 20- عورت سے نکاح کرتے وقت دل میں یہ نیت ہے کہ وہ صرف اس کے ساتھ ایک مخصوص مدت بسر کرے گا تو نکاح صحیح ہے اگر عورت سے اس شرط پر نکاح کیا کہ وہ اسے مہینے بعد طلاق دے دے گا تو یہ جائز ہے۔ | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ان عورتوں سے نکاح کے وقت تمہاری نیت ان کو اپنے نکاح میں روکے رکھنے کی ہو، (چند دن تک) ان سے زنا (کرکے چھوڑ دینے کی) نیت نہ ہو''۔ (سورۃ نساء، آیت 24) |

| | |
|---|---|
| (حوالہ مذکور، صفحہ 147) | جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو خطبہ ارشاد فرمایا اور کہا کہ عورتوں سے حتمی طور پر نکاح کرو (وقتی طور پر نہیں) اگر میرے پاس کوئی شخص لایا گیا جس نے کسی عورت سے کسی خاص مدت تک کے لیے نکاح کیا ہوگا تو میں اسے پتھروں سے رجم کروں گا۔ (صحیح مسلم، رقم 2947) |
| 21- امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک آزاد بالغ لڑکی کا نکاح بغیر ولی کے جائز ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 152) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس عورت نے اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کیا تو اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے، اس کا نکاح باطل ہے''۔<br>(جامع الترمذی، رقم 1102، سندہ حسن) |
| 22- امام صاحب کے قول کے مطابق مدت رضاعت تیس ماہ ہے۔<br>(حوالہ مذکور، کتاب الرضاع، جلد 2، صفحہ 250) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>''اور مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں''۔<br>(سورۃ بقرہ، آیت 233) |
| 23- بیک وقت پانچ عورتوں سے نکاح کرے یا چار بیویوں کے ہوتے ہوئے پانچویں بیوی سے نکاح کرے یا اپنی سالی سے یا اپنی ساس سے نکاح کرے اور کہے کہ میں جانتا ہوں کہ مجھ پر حرام ہیں تو اس پر حد واجب نہیں ہوگی۔<br>(حوالہ مذکور، کتاب الحدود، جلد 3، صفحہ 252) | اللہ تعالیٰ نے ساس اور دو بہنوں کے جمع کرنے کو حرام قرار دیا ہے۔<br>(سورۃ نسا، آیت 23) |

| | |
|---|---|
| 24- مرد یا عورت نے مختلف مجلسوں میں چار بار زنا کا اقرار کیا لیکن فریق ثانی نے کہہ دیا کہ ہمارا تو نکاح ہے، تو حد نہیں لگائی جائے گی۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 270) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انیسؓ کو ایک عورت کی طرف روانہ کیا اور فرمایا کہ اگر وہ زنا کا اقرار کرے تو اسے سنگسار کر دو۔ اس عورت نے ان کے سامنے اقرار کیا تو انہوں نے اس عورت کو سنگسار کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم 2695) |
| 25- چوری کا کم سے کم نصاب دس درہم ہے (یعنی اس سے کم پر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔) (کتاب السرقہ، جلد 3، صفحہ 291) | عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا تھا جس کی قیمت تین درہم تھی۔ (صحیح بخاری، رقم 6795) |
| 26- اگر دو مختلف گھروں کو ملا کر چوری کا نصاب پورا ہوتا ہو تو پھر ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 292) | ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے چور پر لعنت کی ہے کہ ایک انڈا چراتا ہے اور اس کا ہاتھ کاٹا جاتا ہے، ایک رسی چراتا ہے اور اسکا ہاتھ کاٹا جاتا ہے'' (صحیح بخاری، رقم 6799) |
| 27- چور اپنا گدھا لیکر ایک گھر میں داخل ہوا، کپڑے اکھٹے کیے اور انہیں گدھے پر لاد دیا، پھر اس گھر سے نکل کر اپنے گھر چلا گیا۔ اس کے بعد گدھا بھی اس کے گھر پہنچ گیا تو چور کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 308) | حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جو بھی نبی بھیجا اور جسے بھی خلیفہ مقرر کیا، اسکے دو قسم کے مشیر ہوتے تھے۔ ایک مشیر اسے نیکی کا حکم دیتے تھے اور دوسرے مشیر اسے برائی کی ترغیب دلاتے تھے، اور محفوظ وہی |

| | |
|---|---|
| | رہتا ہے جسے اللہ محفوظ رکھے"۔ (سنن نسائی، رقم 4207 صحیح) چوروں کو ایسے طریقے سکھانے والے فقہا کرام سے اللہ محفوظ رکھے۔ آمین۔ |
| 28- جس نے دودھ روکی ہوئی اونٹنی کو خریدا؛ اسکی صورت یہ ہے کہ بائع اونٹنی کے تھن کو باندھ دے تا کہ اس میں دودھ جمع ہو جائے اور اس کا تھن حوض کی طرح ہو جائے تو مشتری کو لوٹانے کا اختیار نہیں کیونکہ جانور کا دودھ روکنا (تا کہ وہ گاہک کو زیادہ دودھیل محسوس ہو) ہمارے نزدیک عیب نہیں ہے۔ (حوالہ مذکور، کتاب البیوع، جلد 4، صفحہ 304) | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بکری اور اونٹنی کے تھنوں میں (بیچنے کیلئے) دودھ روک کر نہ رکھو۔ اگر کسی نے ایسا کوئی جانور خریدا تو اسے دودھ دوھنے کے بعد دونوں اختیار ہیں، چاہے تو جانور کو رکھ لے اور چاہے تو واپس کر دے۔ اور دودھ کے بدل میں ایک صاع کھجور دے دے۔" (صحیح بخاری، رقم 2148 عن ابی ہریرہؓ) |
| 29- اگر بائع اپنے غلام کے (ہاتھوں کے) پوروں پر سیاہی مل دے اور کرسی پر بٹھا دے تا کہ خریدار اسے پڑھا لکھا خیال کرے یا اسے نانبائیوں والے کپڑے پہنا دے تا کہ خریدار اسے نانبائی خیال کرے تو خریدار کو واپسی کا اختیار نہیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 305) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جس نے ہمیں دھوکہ دیا، وہ ہم میں سے نہیں"۔ (صحیح مسلم، رقم 283، عن ابو ہریرہؓ) |

| | |
|---|---|
| 30 - مسلمان غیر مسلم کی معرفت شراب کا کاروبار کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک جائز ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 367) | ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے یقیناً شراب کو حرام کر دیا ہے، جس شخص کے پاس یہ آیت پہنچے اور اسکے پاس اس (شراب) میں سے کچھ (باقی) ہے تو وہ نہ اسے لے اور نہ فروخت کرے''۔ (صحیح مسلم، رقم 4043، عن ابی سعیدؓ) |
| 31- سوائے خمر کے تمام شرابوں کی بیع جائز ہے اور انہیں ضائع کرنے والے پر تاوان ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 368) | حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات پہنچی کہ حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ نے شراب بیچی ہے تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سمرہ پر رحم کرے، اسے علم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت فرمائے کہ ان پر چربی حرام ہوئی تو انہوں نے اسے پگھلایا (اور بیچ دیا)۔ (سنن نسائی، رقم 4262، صحیح) |
| 32- شراب بنانے والے کو اور ایسے شخص کو جو گرجا گھر بنانا چاہے، زمین بیچنا جائز ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 369) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اے ایمان والو! نیکی کے کاموں میں تعاون کرو اور گناہ اور زیادتی کے کاموں میں تعاون نہ کرو''۔ (سورۃ المائدہ، آیت 2) |
| 33- فقہا کو چاہیئے کہ اولاً امام ابو حنیفہ کے قول | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''(یہود و نصاریٰ) نے اللہ |

| | |
|---|---|
| کے مطابق فتویٰ دیں، پھرابو یوسف کے مطابق پھرامام محمد، پھرامام زفراور پھرامام حسن کے قول کے مطابق فتویٰ دیں۔ (کتاب ادب القاضی، جلد5، صفحہ 110) | کے علاوہ اپنے علماءاور مشائخ کواپنا رب بنارکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی حالانکہ انہیں یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اللہ کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ اس شرک سے پاک ہے جو یہ کررہے ہیں"۔ (سورۃ توبہ، آیت 31) یہی حال فقہ حنفیہ کا ہے۔ |
| 34- مفتی اور حاکم تحائف اور خصوصی دعوتیں قبول فرما سکتے ہیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 111) | ابوحمید ساعدیؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو بنی سلیم کے صدقات کی وصولی کیلئے بھیجا۔ ان کا نام ابن اللتبیہ تھا، پھر جب یہ عامل واپس آیا تو نبی کریم ﷺ نے ان کا حساب لیا۔ اس نے سرکاری مال علیحدہ کیا اور کچھ مال کی نسبت کہنے لگا کہ یہ مجھے تحفے میں ملا ہے۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پھر کیوں نہ تم اپنے ماں باپ کے گھر بیٹھے رہتے اور اگر تم سچے ہو تو وہیں یہ تحفے تمہارے پاس آجاتے۔ (یعنی یہ تحائف ان کی شخصیت کو نہیں بلکہ ان کے عہدے کو دیے گئے تھے)۔ (صحیح بخاری، رقم 6979) |
| 35- زبردستی کی طلاق اور آزادی نافذ ہوجاتی ہے۔ (کتاب الاکراہ، جلد7، صفحہ 411) | عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "زبردستی کی صورت میں نہ طلاق واقع ہوتی اور |

| | |
|---|---|
| | نہ غلامی سے آزادی''۔ (سنن ابن ماجہ، رقم 2046، سندہ حسن لغیرہ، انظر ارواالغلیل 1/2047، سنن ابوداؤد، رقم حدیث 2193، سند حسن لغیرہ) |
| 36- ایک ہزار درہم مہر پر عورت کو ایک مرد سے نکاح پر مجبور کیا جبکہ اس کا مہر مثل دس ہزار درہم ہے۔ اولیاء مجبور ہوکر اس کا نکاح کر دیں تو یہ نکاح جائز ہے۔ (کتاب الاکراہ، جلد 7، صفحہ 415) | خنساء بنت خذام انصاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کا نکاح کر دیا تھا، انہیں یہ نکاح منظور نہیں تھا، اس لیے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ نبی کریمؐ نے اس نکاح کو منسوخ کر دیا۔ (صحیح بخاری، رقم 3138) |
| 37- اللہ تعالیٰ کے ہر نام سے ذبح کرنا جائز ہے۔ (کتاب الذبائع، جلد 8، صفحہ 372) | انس رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دو چتکبرے مینڈھوں کی قربانی کی۔ میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ اپنے پاؤں جانور کے اوپر رکھے ہوئے ہیں اور بسم اللہ واللہ اکبر پڑھ رہے ہیں۔ اس طرح دونوں مینڈھوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کیا۔ (صحیح بخاری، 5558) |
| 38- بکری یا گائے ذبح کی، خون نکلا، لیکن جانور میں حرکت پیدا نہیں ہوئی مگر خون زندہ جانور کی طرح نکلا وہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک کھانا جائز ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 373) | علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم (قربانی والے جانور کے) آنکھ اور کان کو غور سے دیکھیں کہ ہم کوئی ایسا جانور ذبح نہ کریں جس کا کان کٹا ہو یا |

| | |
|---|---|
| | اس میں سوراخ ہو۔<br>(سنن نسائی، رقم 4377، صحیح)<br>کعب بن مالکؓ کی ایک لونڈی نے ایک بکری جو کہ مرنے کے قریب ہوگئی تھی، اسے ذبح کرلیا، رسول اللہ ﷺ نے اسے کھانے کی اجازت دے دی۔ (صحیح بخاری، 5502)<br>لیکن اگر ایک جانور نیم مردہ پڑا ہے اسکا ذبیحہ کس طرح کھایا جاسکتا ہے۔ |
| 39- مسلمان نے مجوسی کی بکری ان کے آتشکدے کیلئے یا کافر کی بکری ان کے معبودوں کیلئے ذبح کی تو اسکا کھانا مسلمان کیلئے جائز ہے کیونکہ اس نے اللہ کا نام لیا ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 374) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>"تم پر وہ جانور حرام کردیا جو غیر اللہ کے آستانوں پر ذبح کیا گیا ہو"۔<br>(سورۃ مائدہ، آیت 3، جزوی) |
| 40- جنگلی کبوتر، فاختہ، چڑیاں، چکور، سارس اور وہ کوا جو دانے چگتا ہو بالاجماع حلال ہیں۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 378) | عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:<br>"پانچ جانور موذی ہیں انہیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے۔ چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹ لینے والا کتا"۔ (صحیح بخاری، رقم 3314) |
| 41- ایک بکری نے بچہ دیا جسکی صورت کتے جیسی ہے۔اس کا معاملہ مشکل ہوگیا۔اسکا حل یہ ہے کہ اگر وہ بھونکے تو نہ کھایا جائے، اگر | |

| | |
|---|---|
| ممیائے تو کھالیا جائے، اگر دونوں آوازیں نکالے تو اس کے سامنے پانی رکھا جائے ،اگر زبان سے پیئے تو نہ کھایا جائے کیونکہ وہ کتا ہے اور اگر منہ سے پیئے تو کھایا جائے کیونکہ وہ بکری ہے، اگر دونوں طرح پی لے تو اسکے سامنے گھاس اور گوشت رکھا جائے ،اگر گھاس کھائے تو بکری ہے، گوشت کھائے تو کتا ہے ، اگر دونوں کھائے تو اسے ذبح کیا جائے ،اگر اندر سے انتڑیاں نکلیں تو نہ کھایا جائے اور اگر اوجری نکلے تو کھالیا جائے۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 380) | کیسا ناممکن الوقوع مسئلہ ہے۔ |
| 42- دیہی آبادی کیلئے قربانی کا مستحب وقت سورج نکلنے کے بعد اور اہل شہر کیلئے خطبہ کے بعد ہے۔ (حوالہ مذکور، کتاب الاضحیہ ،جلد،8، صفحہ 388) | براابن عازبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے عیدالاضحیٰ کی نماز کے بعد خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ جس شخص نے ہماری طرح نماز پڑھی اور ہماری طرح قربانی کی تو اس کی قربانی صحیح ہوئی لیکن جو شخص نماز سے پہلے قربانی کرلے وہ نماز سے پہلے ہی گوشت کھاتا ہے مگر وہ قربانی نہیں ہے۔ (صحیح بخاری،رقم حدیث 955) |
| 43- اگر ایک دیہاتی نماز عیدالاضحیٰ کیلئے شہر میں آئے اور اپنے گھر والوں سے کہہ دے کہ وہ اسکی طرف سے قربانی کردیں تو ان کو جائز ہے کہ وہ پو پھٹنے کے بعد جانور ذبح کردیں۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 390) | انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ آپؐ نے عیدالاضحیٰ کے دن نماز پڑھ کر خطبہ دیا اور فرمایا کہ جس شخص نے نماز سے پہلے جانور ذبح کرلیا، اسے دوبارہ قربانی کرنی ہوگی۔ (صحیح بخاری،رقم 984) |

| | |
|---|---|
| 44- بچھونے پر تصویر کا ہونا مکروہ نہیں ہے۔ (کتاب الکراھیہ، جلد 9، صفحہ 22) | عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک گدا خریدا جس پر صورتیں بنی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی نظر جیسے ہی ان پر پڑی، آپؐ دروازے پر ہی رک گئے اور اندر داخل نہیں ہوئے۔ میں نے آپؐ کے چہرے پر ناپسندگی کے آثار دیکھے تو عرض کیا، کہ میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں اور اسکے رسول ﷺ سے معافی مانگتی ہوں، فرمائیے مجھ سے کیا غلطی ہوئی؟ آپؐ نے فرمایا، یہ گدا کیسا ہے؟ میں نے کہا کہ یہ میں نے آپؐ کیلئے خریدا ہے تاکہ آپؐ اس پر بیٹھیں اور اس سے ٹیک لگائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس طرح کے لوگ قیامت کو عذاب کیے جائیں گے اور ان کہا جائے گا کہ تم لوگوں نے جس چیز کو بنایا، اسے زندہ کر کے دکھاؤ۔ (صحیح بخاری، رقم 2105) |
| 45- کسی سے کوئی شے چھین کر کھالی اور کہا الحمدللہ تو اس میں حرج نہیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 22) | اشعث بن قیسؓ سے روایت ہے کہ یمن کی ایک زمین کے سلسلے میں کندہ کے ایک آدمی اور حضرموت کے ایک آدمی نے جھگڑا کیا اور دونوں اپنا مقدمہ نبی اکرم ﷺ کے پاس لے گئے۔ حضرمی نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ میری زمین اس شخص کے باپ نے مجھ سے چھین لی تھی اور وہ زمین |

| | |
|---|---|
| | اب اس کے قبضے میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، لیکن میں اسے قسم دلانا چاہوں گا، اور اللہ کو خوب معلوم ہے کہ یہ میری زمین ہے جو اس شخص کے باپ نے مجھ سے چھین لی تھی۔ (یہ سن کر) کندی قسم کھانے کیلئے تیار ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی کا مال کھا کر ہڑپ کرے گا تو قیامت کے دن وہ اللہ سے کوڑھی ہو کر ملے گا۔ (یہ سنا تو) کندی نے کہا: یہ اسی کی زمین ہے۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 3244، صحیح) |
| 46- ہمارے اصحاب کی کتابوں (مثلاً ھدایہ، درمختار، فتاویٰ عالمگیری) کو صرف دیکھ لینا ہی قیام اللیل سے افضل ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 26) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>"اور بعض لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہرا کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔ اور ایمان والے تو اللہ کی محبت میں بہت سخت ہوتے ہیں"۔ (سورۃ البقرہ، آیت 165) |
| 47- ابراہیم سے ایام تشریق کی تکبیروں کے بارے میں پوچھا گیا کہ آیا انہیں بازاوں میں بالجہر پڑھنا جائز ہے، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو جولاہوں کا کام ہے۔ | ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ (حج کے دوران) مزدلفہ میں رات گذارے اور اللہ کی یاد، تکبیر اور تہلیل کرتا رہے اور مزدلفہ سے منیٰ کو لوٹتے ہوئے، کنکریاں مارنے تک اسی طرح اللہ کی |

| | |
|---|---|
| (حوالہ مذکور، صفحہ 28) | یاد، تکبیر و تہلیل کرتا رہے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 4521) |
| 48- کسی بھی مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 33) | نعیم المعمر فرماتے ہیں کہ وہ اور حضرت ابو ہریرہؓ مسجد کی چھت پر چڑھے تو انہوں نے وضو کیا اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے لوگ وضو کے نشانات کی وجہ سے قیامت کے دن سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والوں کی شکل میں بلائے جائیں گے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 136) |
| 49 - قران مجید یا دیگر اسلامی کتابوں کو بوریوں میں بھر کر جانور پر لادا اور بوریوں پر سوار ہو گیا تو یہ جائز ہے۔<br>اگر آدمی نے اپنا پاؤں قران مجید کے اوپر رکھا، اگر بے ادبی کی نیت سے ہو تو کافر ہے ورنہ نہیں۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 35) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>''جو کوئی اللہ کے مقرر کردہ شعائر (علامتوں اور نشانیوں) کا احترام کرے گا تو یہ دلوں کے تقویٰ کی بات ہے''۔ (سورۃ حج، آیت 32)<br>''بلا شبہ یہ قران ہے، بڑی عزت والا ہے''۔<br>(سورۃ الواقعہ، آیت 77)<br>اگر ہم اس قران کو کسی پہاڑ پر نازل کر دیتے تو آپؐ دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا اور پھٹا جاتا ہے۔ (سورۃ الحشر، آیت 21) |
| 50- کھڑے ہو کر پانی پینے میں کوئی حرج نہیں۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 62) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:<br>''تم میں سے کوئی شخص ہرگز کھڑے ہو کر پانی نہ پیئے اور اگر بھولے سے پی لے تو اسے قے کر دے''۔ (صحیح مسلم، رقم 5279) |

| | |
|---|---|
| 51- غیر مسلم شہریوں کا مسجد حرام سمیت تمام مسجدوں میں داخلہ جائز ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 70) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>"اے ایمان والو، بیشک مشرکین نجس ہیں، وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ آنے پائیں، اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تمہیں دولت مند کردے گا اپنے فضل سے، اگر چاہے، بیشک اللہ علم وحکمت والا ہے"۔<br>(سورۃ التوبۃ، آیت 28) |
| 52- بعض علماء نے قبروں کے عین اوپر چلنے کو جائز رکھا ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 77) | ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:<br>"تم میں سے کوئی شخص انگارے پر (اس طرح) بیٹھ جائے کہ وہ اس کے کپڑوں کو جلا کر اس کی جلد تک پہنچ جائے، اس سے بہتر ہے کہ وہ کسی قبر پر بیٹھے"۔ (صحیح مسلم، رقم 2248) |
| 53- اگر شطرنج کے ساتھ جوا نہ کھیلے تو اسکی عدالت ساقط نہیں ہوگی اور اسکی گواہی کو قبول کیا جائے گا اور امام ابو حنیفہ نے شطرنج بازوں پر سلام کہنے کو جائز رکھا ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 79) | ابو موسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:<br>"جو نرد شیر (شطرنج) کے ساتھ کھیلا، اس نے اللہ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی"۔<br>(مسند احمد، رقم 7888، صحیح) |
| 54- اگر معالج مریض کو شراب پینے کا مشورہ دے تو اس سلسلے میں ائمہ بلخ سے روایت ہے کہ اگر علاج یقینی ہو تو شراب پی لینا حلال ہے۔ | حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب (بنانے) کے متعلق سوال کیا، آپؐ نے اس سے منع فرمایا، انہوں |

| | |
|---|---|
| (حوالہ مذکور، صفحہ 84) | نے کہا، میں اس کو دوا کیلیئے بناتا ہوں آپ ﷺ نے فرمایا، ''یہ دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے''۔ (صحیح مسلم، رقم 5141) |
| 55- بچے کی تخلیق واضح ہو جائے اور اس کے بال اور ناخن وغیرہ اگ آئیں تو اس کا اسقاط جائز نہیں، اگر تخلیق ابھی واضح نہ ہوئی ہو تو جائز ہے۔ مگر ہمارے زمانے میں بہر صورت جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 86) | عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کے املاص (اسقاط) کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا تو مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپؐ نے اس میں غلام یا لونڈی دینے کا فیصلہ کیا۔ (یعنی اگر کوئی شخص کسی عورت کے پیٹ پر مارے جو اسکے اسقاط کا سبب بن جائے) (سنن ابوداؤد، رقم 4570، صحیح) |
| 56- ہر جمعہ کو سر منڈانا (ٹنڈ کرانا) مستحب ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 87) | رسول اللہ ﷺ نے خوارج کی نشانی یہ بتائی کہ وہ سر منڈواتے ہونگے۔ وہ تمام مخلوق میں سے بد ترین مخلوق ہیں۔ (سنن نسائی، رقم 4108، صحیح) |
| 57- یہ جائز ہے کہ سر کے بال درمیان سے مونڈھ دے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 88) | ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قزع سے منع فرمایا (یعنی پیشانی پر کچھ بال چھوڑ دیے جائیں اور سر کے کناروں پر بال چھوڑ دے جائیں)۔ (صحیح بخاری، رقم 5920) |
| 58- داڑھی کاٹنا سنت ہے۔ آدمی کو چاہیئے کہ ایک مشت سے زیادہ کاٹ دے۔ | ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مونچھیں خوب کٹوالیا کرو اور |

| | |
|---|---|
| (حوالہ مذکور، صفحہ 89) | داڑھی کو بڑھاؤ''۔<br>(صحیح بخاری، رقم 5893، صحیح مسلم 601) |
| 59- لڑکے یا لڑکی کی طرف سے عقیقہ کرنا یعنی پیدائش کے ساتویں روز بکری ذبح کرنا اور لوگوں کی ضیافت کرنا اور بچے کی حجامت کرنا جائز ہے، سنت یا واجب نہیں۔ امام محمد نے عقیقہ کے بارے میں فرمایا ہے: جس کا جی چاہے کرے اور جس کا جی چاہے نہ کرے، معلوم ہوتا ہے کہ یہ فقط جائز ہے، سنت نہیں ہے۔ الجامع الصغیر میں لکھا ہے کہ لڑکے یا لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکروہ ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 94) | عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو حکم دیا کہ وہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں ایک جیسی اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری عقیقہ کریں۔ (جامع ترمذی، رقم 1513، صحیح)<br>اُم کرز الکعبیہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ (عقیقہ) میں لڑکے کی طرف سے دو بکریاں برابر کی ہیں اور لڑکی کی طرف سے ایک بکری ہے۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 2834، صحیح)<br>یہی روایت سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔<br>(سنن ابن ماجہ، رقم 3162، صحیح) |
| 60- جو شخص بادشاہ کو تعظیمی سجدہ کرے یا اس کے حضور زمین بوسی کرے وہ کافر نہیں ہے، البتہ ارتکاب کبیرہ کی وجہ سے گنہگار ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 104) | معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ یمن یا شام میں آئے اور عیسائیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے سرداروں اور پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ انہوں نے دل میں سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں۔ جب اس بات کا ذکر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ ؐ نے منع کیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کو سجدہ ہوتا تو میں بیوی کو حکم دیتا کہ شوہر کو سجدہ کرے۔ (مسند احمد، رقم 7107، صحیح) |

| | |
|---|---|
| 61- آدمی کچھ قران پڑھ لے پھر اسے فراغت ہوتو باقی قران پڑھ لے، تاہم فقہ سیکھنا باقی قران سیکھنے سے افضل ہے۔ (صفحہ 118) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قران سیکھے اور سکھائے''۔ (صحیح بخاری، 5027) |
| 62- شراب میں سرکہ ڈالا جائے تو ترش ہوجانے کے بعد اسے پی لیا جائے، خواہ شراب غالب ہو یا سرکہ۔ (کتاب الاشربتہ، جلد 9، صفحہ 166) | انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب کو سرکہ بنانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ (صحیح مسلم، رقم 5140) آپؐ نے فرمایا: ہر نشہ دینے والی چیز حرام ہے۔ (صحیح بخاری، رقم 4343) |
| 63- شراب سے گوندھے ہوئے آٹے کی روٹی نہیں کھانی چاہیئے، اگر کھا لے تو حد نہیں ہے۔ (صفحہ 167) بطور سرکے کے شوربے کو شراب ڈال کر پکایا جائے تو اسے استعمال نہیں کرنا چاہئے لیکن اگر پی لے تو حد نہیں لگائی جائے گی جب تک نشہ نہ ہو۔ (صفحہ 167) نیچے بیٹھی ہوئی شراب پینا اور اس سے فائدہ حاصل کرنا مکروہ ہے اور اگر پی لے مگر نشہ نہ ہوتو ہمارے نزدیک حد نہیں ہے۔ (صفحہ 168) | سائب بن یزید کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دور خلافت میں جب شراب پینے والا ہمارے پاس لایا جاتا تو ہم اپنے ہاتھ، جوتے اور چادریں لیکر کھڑے ہوجاتے (اور اسے مارتے)۔ (صحیح بخاری، 6779) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شہد سے بنی شراب سے متعلق پوچھا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''ہر مشروب جو نشہ آور ہو حرام ہے''۔ (صحیح مسلم، 5211) |

| | |
|---|---|
| مثلت نامی شراب میں پانی ڈال کر اسے اتنی دیر کیلئے رکھ دیا جائے کہ اس میں نشہ پیدا ہو جائے (پینا جائز ہے)، اسے ابو یوسفی شراب بھی کہتے ہیں اسلیئے کہ امام ابو یوسف اسے بہت زیادہ استعمال فرماتے تھے۔ (صفحہ 169) | اسلام نے شراب کے متعلق اصولی فیصلہ صادر فرما دیا ہے۔ اب اس میں ایسے بہانے تلاش کرنا یہود کی پیروی ہے اور شرک فی التشریع ہے۔ |
| 64- مسلم کو غیر مسلم شہری کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ (کتاب الجنایات، جلد 9، صفحہ 273) | ابی جحیفہ کہتے ہیں کہ میں نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ کے پاس کوئی (اور بھی) کتاب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ نہیں، مگر اللہ کی کتاب قران ہے یا پھر فہم ہے جو ایک مسلم کو عطا ہوتا ہے یا پھر جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ میں نے پوچھا اس صحیفے میں کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا، دیت اور قیدیوں کی رہائی کا بیان ہے اور یہ حکم کہ مسلم کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے۔ (صحیح بخاری، رقم 111) |
| 65- دو آدمی ایک شخص کو قتل کرنے میں شریک ہوئے ہوں۔ ایک نے لاٹھی سے مارا ہو اور دوسرے نے تیز دھار آلے سے، تو دونوں پر قصاص نہیں ہے، ان دونوں کو نصف دیت ادا کرنا ہوگی۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 274) | ''اے ایمان والو! تم پر مقتولوں کا قصاص لینا فرض کیا گیا ہے۔ آزاد، آزاد کے بدلے، غلام، غلام کے بدلے اور عورت عورت کے بدلے''۔ (سورۃ البقرہ، آیت 178، جزوی) |
| 66- جس ہتھیار کے ساتھ جانور ذبح کرتے ہیں ایسے ہتھیار کے ساتھ قتل کرنے سے قصاص | انسؓ سے روایت ہے کہ ایک یہودی نے ایک لڑکی کا سر دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا۔ |

| | |
|---|---|
| متعلق ہوتا ہے ورنہ نہیں۔ دانتوں کے ساتھ کاٹنے سے قصاص واجب نہیں ہوگا۔ کسی کو کوڑے کی مسلسل ضرب لگانے سے قصاص واجب نہیں ہوگا اور پے درپے ڈنڈے مار کر ہلاک کرنے سے بھی قصاص واجب نہیں ہوگا۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 275) | (اس میں کچھ جان باقی تھی) اس سے پوچھا گیا کہ تیرے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ کیا فلاں نے، فلاں نے؟ جب اس یہودی کا نام آیا تو اس نے اپنے سر سے اشارہ کیا (کہ ہاں)۔ یہودی پکڑا گیا اور اس نے جرم کا اقرار کیا، نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اور اس کا سر بھی دو پتھروں کے درمیان رکھ کر کچل دیا گیا۔<br>(صحیح بخاری، رقم 2413)<br>رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں جو کسی لڑائی میں یا دنگے میں جو لوگوں میں چھڑ گئی ہو، غیر معروف پتھر، کوڑے یا لاٹھی سے مارا جائے تو وہ قتل خطا ہے اور اسکی دیت قتل خطا کی دیت ہوگی، اور جو قصداً مارا جائے تو اس میں قصاص ہے۔<br>(سنن ابوداؤد، 4539) |
| 67- کسی سے کہا یہ کھانا کھالو، اچھا ہے۔ حالانکہ وہ زہر آلود تھا۔ اس نے کھالیا تو قاتل بالکل بری ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 277) | خیبر کی ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کو زہر آلود بکری تحفہ میں بھیجی۔ اس کو کھانے سے بشر بن براء بن معرور انصاری فوت ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا تو وہ قتل کر دی گئی۔<br>(سنن ابوداؤد، 4511، صحیح) |
| 68- اجنبی بچی سے زنا کیا اور وہ مرگئی تو قصاص نہیں، دیت واجب ہوگی۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 311) | سانحہ قصور کے ملزم نے شاید اسی فتویٰ سے ہی ہمت حاصل کی ہو۔ |

69- فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے سے پہلے اگر کوئی شخص فجر کی سنتوں کی قضا پڑھنا چاہتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ فجر کی سنتیں شروع کر کے توڑ دے اور امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے۔ جماعت سے فارغ ہو کر سورج نکلنے سے پہلے سنتوں کی قضا کرے اور یہ مکروہ نہیں ہے، اسلیئے کہ سنتیں توڑنے سے وہ اس پر فرض ہوگئیں اور فرض کی قضا اس وقت میں مکروہ نہیں۔

(کتاب الحیل، جلد 10، صفحہ 300)

قیس بن عمرو بیان کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نکلے اور جماعت کیلیئے اقامت کہی گئی، تو میں نے آپؐ کے ساتھ فجر پڑھی پھر نبی کریم ﷺ پلٹے تو مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے جا رہا ہوں تو آپؐ نے فرمایا، ”قیس ذرا ٹھہرو، کیا دو نمازیں ایک ساتھ (پڑھنے جا رہے ہو؟)۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا تب کوئی حرج نہیں“۔ (جامع ترمذی، 422، صحیح)

مسند احمد میں یہ الفاظ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ خاموش ہو گئے اور کچھ نہ کہا۔

(مسند احمد، رقم 1239، صحیح)

جامع ترمذی کی جو روایت اوپر درج کی گئی ہے، یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز فجر کے بعد سورج نکلنے سے پہلے فجر کی دو سنتیں پڑھنا جائز ہے۔ اور امام ترمذی نے جو اس روایت کو مرسل اور منقطع کہا ہے وہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ یحیی بن سعید کے طریق سے یہ روایت متصلاً بھی مروی ہے جسکی تخریج ابن خزیمہ نے کی ہے، اور ان کے حوالے سے ابن حبان نے بھی کی ہے، نیز اسکے علاوہ اور طریق سے بھی کی ہے۔

| | |
|---|---|
| | (تخریج دارالدعوۃ، تحفۃ الاشراف، رقم 1110) |
| 70- حلالہ کرنے والا قبل از نکاح عورت سے کہے کے اگر میں تجھ سے نکاح کروں اور ایک دفعہ تجھ سے مجامعت کرلوں تو تجھے تین طلاق۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 308) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''نکاح کے وقت تمہاری نیت انہیں اپنے پاس روکے رکھنے کی ہو نہ کہ زنا کرکے چھوڑنے کی''۔ (سورۃ النسآء، آیت 24) |

قارئین کرام، مندرجہ بالا معروضات سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ فقہ حنفیہ متعدد مقامات پر قران وحدیث سے متصادم ہے۔اس موضوع پر فقہ حنفیہ کی دیگر کتب سے بھی ایسے حوالہ جات پیش کیے جاسکتے ہیں تاہم قارئین کرام کی تشفی کیلئے مندرجہ بالا حوالہ جات ہی کافی ہیں۔ یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ یہ تمام مسائل امام ابوحنیفہ اورانکے تلامذہ امام محمد اورامام ابویوسف کے نہیں ہیں بلکہ بہت سے مسائل ان کی طرف منسوب ہیں جسکا اعتراف خود فقہ حنفیہ کے سنجیدہ علماء کرتے آئے ہیں۔

حنفی محقق عبدالحئ فرنگی محلی لکھتے ہیں'' فتاوی حنفیہ میں جو مسائل درج ہیں، معاندین نے ان کو امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اورامام محمد پر طعن کرنے کا ایک ذریعہ بنا رکھا ہے کیونکہ ان مسائل کی ایک کثیر تعداد اصول شرعی پر مبنی نہیں ہے اوراحادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ ائمہ ثلاثہ کے مسائل اور مذاہب ہیں، حالانکہ حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ یہ مشائخ کی تفریحات ہیں نہ کہ ان تینوں اماموں کی اوراس طرح ان تینوں اماموں پر سے دفع طعن آسان ہوجاتا ہے''۔ (النافع الکبیر، صفحہ 113)

عبدالقادر بدایونی حنفی لکھتے ہیں'' کتب حنیفہ میں خارجیوں اور معتزلیوں کے اندراجات حد سے زیادہ ہیں۔ ہزارہا خوارج اور معتزلہ فروع میں حنفی تھے۔امام ابویوسف اورامام ابوحنیفہ کے تلامذہ خاص میں ایسے لوگ شامل ہیں جو باطل مذہب کے پرستار تھے اوران سے ہزارہا

روایتیں ان کے باطل مذہب کے مطابق کتب حنفیہ میں داخل ہیں''۔ (الکلام المتین، صفحہ 3)

گذشتہ صفحات میں مسائل حنفیہ اور قران و حدیث کا جو موازنہ پیش کیا گیا اسکی تائید مندرجہ بالا اقوال سے بھی ہوتی ہے جن میں حنفی علماء نے یہ اعتراف کیا ہے کہ ان مسائل کی کثیر تعداد احادیث صحیحہ کے خلاف ہے اور ان میں ہزار ہا مسائل باطل مذہب کے ستاروں کے ہیں۔ تاہم ان اعترافات کے باوجود بھی ان ہی فتاویٰ کی طرف التفات کیا جاتا ہے اور تمام مدارس میں سالہا سال یہ مسائل پڑھائے جاتے ہیں۔ ان کے برعکس قران مجید اور صحیح احادیث جنکی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ نے لی ہے اور اسے ثابت بھی کر کے دکھایا ہے، ان کو وہ اہمیت نہیں دی جاتی۔ مشہور حنفی عالم علامہ عینی لکھتے ہیں ''مشرق و مغرب کے تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قران مجید کے بعد صحیح بخاری سے زیادہ صحیح کوئی کتاب نہیں''۔ (عمدۃ القاری، شرح صحیح بخاری، صفحہ 33)

لیکن کاش کہ صحیح بخاری میں موجود نماز کا طریقہ ہی من و عن نافذ العمل کر دیا جاتا لیکن اس اندھی تقلید اور علماء پرستی نے اذہان کو اس قابل ہی نہیں چھوڑا کہ ان تخمینی باتوں کے برملا انکار کی جرأت پیدا ہو بلکہ ان کا جواب بھی یہی ہوتا ہے کہ ''ہم نے اپنے آباؤاجداد کو ایک خاص راستے پر پایا ہے اور ہم تو ان ہی کے قدم بقدم چلیں گے''۔ (سورۃ الزخرف، آیت 23)

## -2 دیو بندی مکتبہ فکر:

دارالعلوم دیو بند کا قیام انیسویں صدی کے اواخر میں ہندوستان میں عمل میں آیا۔ اس درسگاہ کے بانیوں میں رشید احمد گنگوہی، محمد یعقوب نانوتوی، شاہ رفیع الدین، سید محمد عابد، ذوالفقار علی، فضل الرحمان عثمانی اور محمد قاسم نانوتوی شامل تھے۔ اس مکتبہ فکر کے پیروکار دیو بندی کہلاتے ہیں اور ان کی کثیر تعداد بھارت، پاکستان، افغانستان، بنگلہ دیش اور برطانیہ میں موجود ہے۔ دیو بندی مکتبہ فکر بھی فقہ حنفیہ کا پیروکار ہے اور کتب حنفیہ ہی ان کے عقائد و اعمال کی مشعل راہ ہیں۔ ان کے علماء کرام کے بعض فتاویٰ اس نوعیت کے تھے کہ ان پر دوسرے فرقوں کی طرف سے شدید ردعمل سامنے آیا ہے جسکا ذکر ہم بریلوی مکتبہ فکر کے بیان میں کریں گے۔ چونکہ اس مکتبہ فکر کی

بنیاد بھی تقلید شخصی پر ہے اسی وجہ سے ان کے فتاوی میں بھی قران وحدیث کے علاوہ قیاس، اجماع اور استحسان کا رنگ نمایاں ہے۔ ذیل میں ہم ان کے مشہور عالم اشرف علی تھانوی کی کتاب بہشتی زیور سے چند اقتباسات کا موازنہ قران وحدیث سے پیش کرتے ہیں تا کہ قارئین کرام اس بات سے بھی آگاہ ہوسکیں کہ دین اسلام اور ان مذاہب میں بعد المشرقین ہے۔

| بہشتی زیور | قران وحدیث |
|---|---|
| 1- انگلیوں کی پشت سے گردن کا مسح کرے۔ (صفحہ 56) | ایک شخص نے عبداللہ بن زیدؓ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ پوچھا۔ آپ نے جب سر کا مسح کیا تو سر کے ابتدائی حصہ سے شروع کیا پھر دونوں ہاتھ گدی تک لے گئے اور پھر وہیں واپس لائے جہاں سے شروع کیا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم 185) |
| 2- وضو میں چار چیزیں فرض ہیں جن میں ایک چوتھائی سر کا مسح کرنا ہے۔ (صفحہ 57) | حضرت مقدام بن معدی کربؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے دیکھا۔ جب آپؐ اپنے سر کے مسح پر پہنچے تو اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنے سر کے اگلے حصے پر رکھا، پھر انہیں پھیرتے ہوئے گدی تک پہنچے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اسی جگہ واپس لائے جہاں سے مسح شروع کیا تھا۔ (سنن ابوداؤد، رقم 123، صحیح) |
| 3- جب یہ چار عضو جن کا دھونا فرض ہے دھل جائیں تو وضو ہو جائے گا چاہے وضو کا ارادہ ہو یا نہ ہو۔ جیسے کوئی نہاتے وقت سارے بدن پر | عطا بن یسار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عباسؓ نے وضو کیا تو پانی کے ایک چلو سے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ پھر پانی کا ایک اور چلو لیا |

| | |
|---|---|
| پانی بہالیوے اور وضو نہ کرے یا حوض میں گر پڑے یا برستے پانی میں باہر کھڑی ہو جاوے اور وضو کے اعضا ڈھل جاویں تو وضو ہو جاوے گا۔ (صفحہ 57) | پھر اس کو اس طرح کیا (یعنی) دوسرے ہاتھ کو ملایا، پھر اس سے اپنا چہرہ دھویا۔ پھر پانی کا ایک چلو لیا اور اپنا دایاں ہاتھ دھویا۔ پھر پانی کا ایک چلو لیکر اپنا بایاں ہاتھ دھویا۔ اس کے بعد اپنے سر کا مسح کیا۔ پھر پانی کا ایک چلو لیکر دائیں پاؤں پر ڈالا اور اسے دھویا پھر دوسرے چلو سے اپنا بایاں پاؤں دھویا۔ اس کے بعد کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ (صحیح بخاری140) |
| 4- اگر کوئی الٹا وضو کرے کہ پہلے پاؤں دھو ڈالے پھر مسح کرے پھر دونوں ہاتھ دھووے پھر منہ دھو ڈالے یا کسی طرح الٹ پلٹ کر وضو کرے تو بھی وضو ہو جاتا ہے۔ (صفحہ 57) | عثمانؓ کے غلام حمران بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پانی کا برتن مانگا۔ (اور لیکر پہلے) اپنی ہتھیلیوں پر تین مرتبہ پانی ڈالا پھر انہیں دھویا۔ اس کے بعد اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ اور (پانی لیکر) کلی کی اور ناک صاف کی، پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور کہنیوں تک تین بار اپنے ہاتھ دھوئے، پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر (پانی لیکر) ٹخنوں تک تین مرتبہ اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔ پھر کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص میری طرح ایسا وضو کرے، پھر دو رکعت پڑھے جس میں اپنے نفس سے کوئی بات نہ کرے تو اس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم 159) |

| | |
|---|---|
| 5- ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ اور کلمہ پڑھے۔ (صفحہ 58) | جامع ترمذی، حدیث رقم 25 میں امام ترمذی نے باب قائم کیا ہے ''وضو کے شروع میں بسم اللہ کہنے کا بیان'' اور پھر سعید بن زید بن عمرو بن نفیل سے مروی حدیث بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جو بسم اللہ کہہ کر وضو شروع نہ کرے اس کا وضو نہیں ہوتا۔<br>(جامع ترمذی حدیث رقم 25، سندہ صحیح)<br>اسی طرح امام ابن ماجہ نے بھی یہی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس پر باب قائم کیا ہے ''بسم اللہ کہہ کر وضو کرنے کا بیان''۔<br>(حدیث رقم 399، سندہ صحیح)<br>ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ بسم اللہ صرف وضو کے شروع میں ہی کہی جائے گی۔ |
| 6- جب وضو کر چکے تو سورۃ انا انزلنا پڑھے اور یہ دعا پڑھے۔<br>العمہ اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطھرین واجعلنی من عبادك الصالحین، واجعلنی من الذین لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون۔<br>(صفحہ 58) | عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے جو شخص بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر یہ کہے:<br>أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ<br>تو اس کیلئے جنت کے آٹھوں دروازے کھول |

| | |
|---|---|
| | دیے جاتے ہیں، جس سے چاہے داخل ہو''۔ (صحیح مسلم، رقم 554) ابوسعید حذریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس شخص نے وضو کیا پھر کہا: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ اَن لَا اِلٰهَ اِلَّا أَنْتَ، أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ تو اسے سر بمہر کر دیا جاتا ہے جو قیامت تک نہیں کھولی جاتی۔ (السلسلۃ الصحیحہ، رقم 2977, سندہ صحیح) |
| 7- (غسل سے پہلے) اگر کسی چوکی یا پتھر پر وضو کرتی ہو تو وضو کرتے وقت پیر بھی دھوئے۔ (صفحہ 63) | ام المومنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا البتہ پاؤں نہیں دھوے پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جہاں کہیں بھی نجاست لگ گئی تھی اسکو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بہالیا۔ پھر پہلی جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں پاؤں کو دھویا۔ آپ ﷺ کا غسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم 249) |
| 8- جب سارے بدن پر پانی پڑ جاوے اور کلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے تو غسل ہو جائے گا چاہے ارادہ ہو یا نہ ہو۔ اسی طرح اگر برستے پانی میں کھڑی ہوگئی یا حوض میں گر پڑی | غسل سے پہلے نماز کے جیسا وضو کرنا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ مندرجہ بالا حدیث اس پر شاہد ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہی روایت مروی ہے۔ |

| | |
|---|---|
| اور سب بدن بھیگ گیا اور کلی کر لی اور ناک میں پانی ڈال لیا تو بھی غسل ہو گیا۔<br>(صفحہ 63) | (صحیح مسلم، رقم حدیث 718)<br>امام نسائی نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کی اسی روایت کو نقل کیا ہے اور اس پر باب باندھا ہے ''جنبی کو غسل سے پہلے وضو بھی کرنا چاہئے''۔<br>(سنن نسائی، حدیث رقم 248، سندہ صحیح) |
| 9- بڑا بھاری حوض جو دس ہاتھ لمبا اور دس ہاتھ چوڑا ہو اور اتنا گہرا ہو کہ اگر چلو سے پانی اٹھائیں تو زمین نہ کھلے، یہ بھی بہتے ہوئے پانی کے مثل ہے۔ ایسے حوض کو دہ در دہ کہتے ہیں۔ اگر اس میں نجاست پڑ جاوے جو دکھائی نہیں دیتی جیسے پیشاب، خون، شراب وغیرہ تو چاروں طرف وضو کر لینا درست ہے جدھر چاہے وضو کرے۔ اور اگر نجاست پڑ جاوے جو دکھائی دیتی ہے جیسے مردہ کتا تو جدھر پڑا ہوا سطرف وضو نہ کرے۔ اسکے سوا جدھر چاہے وضو کرے۔<br>(صفحہ 66) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>''اور گندگی سے دور رہو''۔<br>(سورۃ المدثر، آیت 5)<br>حضرت ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''پاکیزگی نصف ایمان ہے''۔<br>(صحیح مسلم، رقم حدیث 534) |
| 10- کتا، بندر، بلی، شیر وغیرہ جن کی کھال بنانے (رنگنے) سے پاک ہو جاتی ہے: بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے سے بھی پاک ہو جاتی ہے۔ چاہے بنائی گئی ہو یا نہ بنائی گئی ہو۔<br>(صفحہ 67) | عبداللہ بن عکیم بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ کا خط آیا کہ تم لوگ مردہ جانوروں کے چمڑے اور پٹھوں سے فائدہ حاصل نہ کرو۔ (ترمذی 1729، صحیح)<br>ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ |

| | |
|---|---|
| | صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ''ہر وہ کھال جسے دباغت دی گئی ہو پاک ہے''۔(ابن ماجہ، رقم 3609، صحیح) ان دونوں احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک دباغت نہ دی جائے، کھال پاک نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں شیر اور بندر کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرنے کا فتویٰ بھی حیرت انگیز ہے۔ |
| 11- تیمّم کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھ پاک زمین پر مارے اور سارے منہ پر مل دیوے پھر دوسری مرتبہ زمین پر مارے اور دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت مل لے۔ (صفحہ 73) | عمار بن یاسرؓ نے عمر بن خطابؓ سے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں جب میں اور آپ سفر میں تھے ہم دونوں جنبی ہو گئے۔ آپ نے تو نماز نہیں پڑھی لیکن میں نے زمین میں لوٹ پوٹ لیا اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہارے لیے بس اتنا کافی تھا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انہیں پھونکا اور دونوں سے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔ (صحیح بخاری، رقم 338)<br>امام ترمذی فرماتے ہیں کہ عمار رضی اللہ عنہ کی حدیث جس میں ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شانوں اور بغلوں تک تیمّم کیا، چہرے اور دونوں ہتھیلیوں والی حدیث کے مخالف نہیں کیونکہ عمارؓ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس کا حکم دیا تھا بلکہ انہوں نے بس اتنا |

| | |
|---|---|
| | کہا کہ ہم نے ایسا ایسا کیا تھا، پھر جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے انہیں صرف چہرے اور دونوں ہاتھوں کا حکم دیا، تو وہ چہرے اور دونوں ہتھیلیوں پر ہی رک گئے جسکی نبی کریم ﷺ نے انہیں تعلیم دی تھی۔<br>(جامع ترمذی، رقم 144، صحیح) |
| 12- زمین کے سوا اور جو چیز بھی مٹی کی قسم سے ہو اس پر تیمم درست ہے مثلاً ریت، پتھر، گچ، چونا، ہڑنال، سرمہ، گیرو وغیرہ۔ (صفحہ 73) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو پاک مٹی کا ارادہ کرو اور اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لو، بے شک اللہ معاف کرنے والا، بخشنے والا ہے۔ (سورۃ نسا، آیت 43) |
| 13- جرابوں پر مسح درست نہیں۔<br>(صفحہ 77) | مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے وضو کیا تو جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔<br>ابو مقاتل سمرقندی کہتے ہیں کہ میں امام ابو حنیفہ کے پاس ان کی اس بیماری میں گیا جس میں ان کی وفات ہوئی تو انہوں نے پانی منگایا اور وضو کیا، وہ جرابیں پہنے ہوئے تھے، تو انہوں نے ان پر مسح کیا، پھر کہا: آج میں نے ایسا کام کیا ہے جو میں نہیں کرتا تھا، میں نے جرابوں پر مسح کیا حالانکہ میں نے جوتیاں نہیں پہن رکھیں۔<br>(جامع ترمذی، رقم 99، صحیح) |

| | |
|---|---|
| 14- چھوٹی لڑکی سے کسی مرد نے صحبت کی ہو جو ابھی جوان نہیں ہوئی تو اس پر غسل واجب نہیں ہے لیکن عادت ڈالنے کیلئے اسے غسل کرانا چاہئیے ۔ (صفحہ 78) | عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جب مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور ختنہ ختنے سے مل جائے تو غسل واجب ہوگیا''۔ (صحیح مسلم، رقم 785) تھانوی صاحب کی عبارت میں ''چھوٹی لڑکی اور کسی مرد'' کے الفاظ انتہائی حیرت انگیز ہیں۔ |
| 15- ہڈی اور نجاست جیسے گوبر وغیرہ اور کوئلہ، کنکر، شیشہ، پکی اینٹ کھانے کی چیز، کاغذ اور داہنے ہاتھ سے استنجا منع ہے، لیکن کوئی کرے تو بدن پاک ہو جائے گا۔ (صفحہ 87) | عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ قضائے حاجت کیلئے گئے تو مجھے فرمایا کہ میں تین پتھر تلاش کر کے لاؤں۔ لیکن مجھے دو پتھر ملے۔ تیسرا ڈھونڈا مگر مل نہ سکا تو میں نے خشک گوبر اٹھا لیا اور اس کو لیکر میں نبی ﷺ کے پاس آ گیا۔ آپ ﷺ نے پتھر لے لیے مگر گوبر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ تو خود ناپاک ہے۔ (صحیح بخاری، رقم 156) |
| 16- کھڑے کھڑے پیشاب کرنا منع ہے ۔ (صفحہ 87) | حذیفہ رضی اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کسی قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ (صحیح بخاری، رقم 224) بحالت مجبوری ایسا کرنا جائز ہے بشرطیکہ چھینٹوں سے بچا جائے، جیسا کہ سنن ابن ماجہ، |

| | |
|---|---|
| | حدیث نمبر 349 سے ظاہر ہے۔ |
| 17- بیت الخلاء سے نکل کر یہ دعا پڑھے الحمدالله الذی اذهب عن لاذی وعافانی۔ (صفحہ 87) | اس حدیث کی سند میں اسماعیل بن مسلم ضعیف ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، رقم 301) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا سے نکلتے تو کہتے ''غفرانك''۔ (جامع ترمذی، رقم 7، ابوداؤد رقم 30، ابن ماجہ رقم 300، اسنادھم صحیح) |
| 18- جتنا سایہ دوپہر کو ہوتا ہے، اس کو چھوڑ کر جب سایہ دوگنا نہ ہوجائے، ظہر کا وقت رہتا ہے۔ مثلاً ایک ہاتھ لکڑی کا سایہ ٹھیک دوپہر میں چار انگل تھا تو جب تک دو ہاتھ چار انگل نہ ہوجائے ظہر کا وقت رہتا ہے اور جب دو ہاتھ اور چار انگل ہوجائے تو عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ (صفحہ 89) | عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ''عصر کی نماز کا وقت تب شروع ہوتا ہے جب آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر ہوجائے۔'' (صحیح مسلم، رقم 1388) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ عصر اس وقت پڑھتے جب سورج بلند اور سفید ہوتا اور اگر کوئی شخص عصر کے بعد عوالی (مدینہ کا بالائی حصہ، 8 میل فاصلہ) جاتا تو (وہاں پہنچ کر بھی) سورج بلند اور سفید ہوتا۔ (صحیح مسلم، رقم 1408) |
| 19- اگر فجر کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آیا تو نماز نہیں ہوئی۔ سورج میں روشنی آجانے کے بعد قضا پڑھے۔ اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں | ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ''اگر کسی نے سورج غروب ہونے سے پہلے عصر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز |

| | |
|---|---|
| سورج ڈوب گیا تو نماز ہوگئی۔قضا نہ پڑھے۔ (صفحہ 90) | پالی، اسے چاہئے کہ نماز مکمل کرے، اور اگر کسی نے سورج طلوع ہونے سے پہلے فجر کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز پالی، اسے چاہئے کہ نماز مکمل کرے۔'' (صحیح بخاری، رقم 556) |
| 20- نماز میں دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رکھے۔ (صفحہ 93) | سھل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ سیدھے ہاتھ کو الٹے ہاتھ کی ذراع پر رکھیں۔ (صحیح بخاری، 740)<br>نوٹ: درمیانی انگلی کے سرے سے لیکر کہنی تک کے حصے کو ذراع کہتے ہیں۔ |
| 21- سجدے میں پیٹ دونوں رانوں سے اور بانہیں دونوں پہلوؤں سے ملا دیوے۔ (صفحہ 94) | عبداللہ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ پیٹ سے الگ رکھتے یہاں تک کہ آپؐ کی بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی۔<br>(صحیح بخاری، رقم 3564)<br>حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز میں سجدہ کرتے تو اپنے دونوں بازو کھولتے، انہیں اپنے پہلوؤں سے دور رکھتے اور پیٹ کو زمین سے اونچا رکھتے۔ (سنن نسائی، رقم 1106، صحیح) |
| 22- نیت باندھتے وقت ہاتھوں کا اٹھانا سنت ہے، اگر کوئی نہ اٹھاوے تو بھی نماز درست | نبی کریم ﷺ نے فرمایا:<br>نماز اسطرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھا |

| | |
|---|---|
| ہے۔ (صفحہ 95) | ہے۔ (صحیح بخاری، رقم 631)<br>سالم بن عبداللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 735) |
| 23- سجدہ کرتے وقت اگر ناک اور ماتھا دونوں زمین پر نہ رکھے بلکہ صرف ماتھا رکھے تو بھی نماز درست ہے۔ (صفحہ 96) | ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے سات ہڈیوں پیشانی، اور (ساتھ ہی) آپ اپنے ہاتھ سے اپنی ناک کی طرف اشارہ کیا، دونوں ہاتھوں، دونوں ٹانگوں (گھٹنوں) اور دونوں پاؤں کے کناروں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور یہ کہ ہم نماز میں اپنے کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹیں۔<br>(صحیح مسلم، رقم 1098) |
| 24- اگر پچھلی دو رکعتوں میں الحمدللہ نہ پڑھے بلکہ تین دفعہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہہ لے تو بھی نماز درست ہے لیکن الحمداللہ پڑھ لینا بہتر ہے اور اگر کچھ نہ پڑھے چپکی کھڑی رہے تو بھی کچھ حرج نہیں، نماز درست ہے۔ (صفحہ 96) | عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اسکی نماز نہیں ہوئی۔<br>(صحیح بخاری، رقم 756)<br>عبداللہ بن قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور سورت پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 776) |

| | |
|---|---|
| 25- نماز میں چھنک آئی، اس پر الحمد اللہ کہا تو نماز نہیں گئی، لیکن نہیں کہنا چاہیئے۔ (صفحہ 98) | رفاعہ بن رافعؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی مجھے چھینک آئی تو میں نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیهِ مُبَارَکًا عَلَیْهِ کَمَا یُحِبُّ رَبُّنَا وَیَرْضَی کہا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر پلٹے تو آپؐ نے پوچھا: نماز میں کون بول رہا تھا؟ تو کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ (آپؐ نے تین دفعہ یہ بات پوچھی) تو میں نے عرض کیا: میں تھا اللہ کے رسول! آپؐ نے پوچھا تم نے کیا کہا تھا۔ میں نے یہ دعا سنائی۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تیس سے زائد فرشتے اس پر جھپٹے کہ اسے کون لیکر آسمان پر چڑھے''۔ (جامع ترمذی، رقم 404، سندہ حسن) |
| 26- سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا اور ہاتھ سے سلام کا جواب دینا مکروہ ہے۔ (صفحہ 99) | ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو جب وہ سلام کرتے اور آپؐ نماز میں ہوتے تو کیسے جواب دیتے تھے؟ تو بلالؓ نے کہا: آپؐ اپنے ہاتھ کے اشارے سے جواب دیتے تھے۔ (جامع ترمذی، رقم 368، صحیح) |
| 27- جس کو دعا قنوت یاد نہ ہوتو یہ پڑھ لیا | حسن بن علیؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم |

| | |
|---|---|
| کرے، ربنا آتنا فی الدینا حسنتہ و فی الآ خرۃ حسنتہ وقنا عذاب النار یا تین دفعہ یہ کہے رب اغفرلی یا تین دفعہ یارب یارب کہہ لیوے تو نماز ہو جائے گی۔ (صفحہ 103) | نے مجھے یہ کلمات سکھائے جنہیں میں وتر میں پڑھا کروں، وہ کلمات یہ ہیں: اللّٰھُمَّ اھْدِنِی فِیمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِی فِیمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِی فِیمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِی فِیمَا أَعْطَیْتَ وَقِنِی شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَإِنَّكَ تَقْضِی وَلاَ یُقْضَی عَلَیْكَ وَإِنَّهُ لاَ یَذِلُّ مَنْ وَالَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ (ترمذی رقم 464، ابوداؤد رقم 1425، سنن نسائی رقم 1746، ابن ماجہ رقم 1178، اسنادھم صحیح) |
| 28- تراویح کا چھوڑ دینا اور نہ پڑھنا گناہ ہے۔ (صفحہ 103) | عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ (رمضان کی) نصف شب میں مسجد تشریف لے گئے اور وہاں تراویح کی نماز پڑھی۔ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہا بھی آپؐ کے ساتھ نماز میں شریک ہو گئے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے اس بات کا چرچا کیا۔ چنانچہ دوسری رات میں لوگ پہلے سے بھی زیادہ جمع ہو گئے اور آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ دوسری صبح کو اور زیادہ چرچا ہوا اور تیسری رات اس سے بھی زیادہ لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے اس رات بھی نماز پڑھی اور لوگوں نے آپ کی اقتدا کی۔ چوتھی رات یہ عالم |

| | |
|---|---|
| | تھا کہ مسجد میں نماز پڑھنے آنے والوں کیلئے جگہ بھی باقی نہیں رہی تھی۔ (لیکن اس رات آپؐ برآمد ہی نہیں ہوئے) بلکہ صبح کی نماز کیلئے باہر تشریف لائے۔ جب نماز پڑھ لی تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر شہادت کے بعد فرمایا اما بعد! تمہارے یہاں جمع ہونے کا مجھے علم تھا لیکن مجھے اس کا خوف ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ کردی جائے اور پھر تم اسکی ادائیگی سے عاجز ہو جاؤ، چنانچہ جب نبی کریم ﷺ کی وفات ہوئی تو یہی کیفیت قائم رہی۔ (صحیح بخاری 2012) |
| 29- اگر بھولے سے نماز کا کوئی فرض چھوٹ جائے تو سجدہ سہو کرنے سے نماز درست نہیں ہوتی پھر سے پڑھے۔ (صفحہ 109) | عبداللہ ابن بحسینہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ظہر کی نماز میں قعدہ اولیٰ کیے بغیر کھڑے ہوگئے۔ حالانکہ اس وقت آپ ﷺ کو بیٹھنا چاہئے تھا۔ جب آپؐ نے نماز پوری کی تو آپؐ نے بیٹھے بیٹھے ہی سلام سے پہلے دو سجدے کیے اور ہر سجدے میں اللہ اکبر کہا۔ مقتدیوں نے بھی آپؐ کے ساتھ دو سجدے کیے۔ (صحیح بخاری، رقم 1230) |
| 30- سجدہ سہو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اخیر رکعت میں فقط التحیات پڑھ کر ایک طرف سلام پھیردے پھر دو سجدے کرے۔ پھر بیٹھ کر | عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ظہر کی پانچ رکعت پڑھائیں تو آپؐ سے پوچھا گیا؛ کیا نماز (کی رکعتوں) |

| | |
|---|---|
| التحیات، درود شریف اور دعا پڑھکے دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز ختم کرے۔ (صفحہ 109) | میں کچھ بڑھ گیا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ نے کہا کہ آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں۔ پھر نبی کریمؐ نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔ (صحیح بخاری، رقم 7249) عبداللہ بن بحینہؓ کی روایت میں سلام سے پہلے سجدوں کا ذکر ہے اور عبداللہؓ کی روایت میں سلام کے بعد دو سجدوں کا ذکر ہے۔ یہ سجدے چاہے سلام سے پہلے ہوں یا بعد میں، ان کے بعد سلام ہوگا جیسا کہ صحیح بخاری، حدیث رقم 482 سے ظاہر ہے۔ |
| 31- سجدہ تلاوت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر سجدہ کرے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھ نہ اٹھائے۔ سجدہ میں کم سے کم تین دفعہ سبحان ربي الاعلى کہہ کر پھر اللہ اکبر کہہ کر سر اٹھائے، بس سجدہ تلاوت ادا ہوگیا۔ (صفحہ 113) | عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ رات کے وقت سجدہ تلاوت میں یہ دعا پڑھتے تھے: سَجَدَ وَجْهِي لِلَّذِي خَلَقَهُ وَشَقَّ سَمْعَهُ وَبَصَرَهُ بِحَوْلِهِ وَقُوَّتِهِ (جامع ترمذی، رقم 3425) |
| 32- سجدہ کی آیت کو جو شخص پڑھے اس پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور جو سنے اس پر بھی واجب ہو جاتا ہے چاہے قران شریف سننے کے قصد سے بیٹھی ہو یا کسی اور کام میں لگی ہو اور بغیر | عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور اس میں سجدہ کیا۔ اس وقت قوم کا کوئی فرد (مسلم اور کافر) بھی ایسا نہ تھا جس نے سجدہ نہ کیا ہو۔ |

| | |
|---|---|
| قصد کے سجدہ کی آیت سن لی ہو۔اس لیے بہتر ہے کہ سجدہ کی آیت کو آہستہ سے پڑھے تا کہ کسی اور پر واجب نہ ہو۔ (صفحہ 114) | (صحیح بخاری، رقم 1070) زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سورۃ النجم کی تلاوت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح بخاری، رقم 1073) ربیعہؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ عمر بن خطابؓ کی مجلس میں تھے، انہوں نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن منبر پر سورۃ النحل پڑھی اور جب سجدہ کی آیت پر پہنچے تو منبر سے اترے اور سجدہ کیا تو لوگوں نے بھی ان کے ساتھ سجدہ کیا۔ دوسرے جمعہ کو بھی یہی سورت پڑھی، جب سجدے کی آیت پر پہنچے تو کہنے لگے: لوگو! ہم سجدہ کی آیت پڑھتے چلے جاتے ہیں، پھر جو کوئی سجدہ کرے اس نے اچھا کیا اور کوئی نہ کرے اس پر کچھ گناہ نہیں اور عمر رضی اللہ عنہ نے سجدہ نہیں کیا۔ نافع نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدہ تلاوت فرض نہیں کیا بلکہ ہماری خوشی پر رکھا۔ (صحیح بخاری، رقم 1077) |
| 33- ہمارے ملک میں سفر کا اندازہ اڑتالیس انگریزی میل ہے۔ (صفحہ 118) | انسؓ سے (سفر میں) نماز قصر کرنے کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم |

| | |
|---|---|
| | جب تین میل یا تین فرسخ کی مسافت پر نکلتے (تو نماز قصر کرتے) اور دو رکعت نماز پڑھتے۔ (مسافت کے بارے میں شک کرنے والے راوی شعبہ ہیں)۔ (صحیح مسلم، رقم 1583) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں کہ تین میل کی مسافت پر نماز میں قصر کیا جائے گا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، رقم حدیث 8203، سندہ صحیح) |
| 34- جب آدمی مرنے لگے تو اسکو کلمہ پڑھنے کی تلقین نہ کرو کیونکہ وہ وقت بڑا مشکل ہے، نہ معلوم اس کے منہ سے کیا نکل جاوے۔ (صفحہ 121) | رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''اپنے مرنے والوں کو کلمہ (لا الہ الا اللہ) کی تلقین کرو''۔ (سنن ابوداؤد، رقم حدیث 3117، صحیح) بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ تلقین سے مراد تذکیر ہے لیکن البانی صاحب نے اسے درست قرار نہیں دیا وہ کہتے ہیں کہ تلقین کا مطلب یہ ہے کہ اسے لا اِلٰہ الا اللہ پڑھنے کا کہا جائے۔ (صحیح وضعیف سنن الترمذی للالبانی، رقم 976) |
| 35- (میت کا) منہ (وغیرہ) بند کرتے وقت یہ دعا پڑھے: بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ۔ (صفحہ 122) | ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب مردے کو قبر میں رکھا جاتا تو رسول اللہ ﷺ ''بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ'' کہتے۔ (جامع ترمذی 1046، ابوداؤد 3213، ابن ماجہ 1550، اسنادھم صحیح) |

| | |
|---|---|
| | ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو سلمہؓ کے پاس (ان کی وفات کے وقت) تشریف لائے۔ اس وقت انکی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں تو آپؐ نے انہیں بند کر دیا، پھر فرمایا، جب روح قبض کی جاتی ہے تو نظر اسکا پیچھا کرتی ہے۔ اس پر انکے کچھ گھر والے چلا کر رونے لگے تو آپؐ نے فرمایا، تم اپنے لیے بھلائی کے علاوہ کوئی دعا نہ کرو کیونکہ تم جو کہتے ہو فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ پھر آپؐ نے فرمایا:<br>اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِي سَلَمَةَ، وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِي الْمَهْدِيِّينَ، وَاخْلُفْهُ فِي عَقِبِهِ فِي الْغَابِرِينَ، وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهُ يَا رَبَّ الْعَالَمِينَ، وَافْسَحْ لَهُ فِي قَبْرِهِ وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ -<br>(صحیح مسلم، رقم 2130) |
| 36- بادل کی وجہ سے انتیس تاریخ کو چاند نظر نہیں آیا تو دو پہر سے ایک گھنٹہ پہلے کچھ نہ کھاؤ پیو۔ اگر کہیں سے خبر آجاوے تو روزہ کی نیت کرلو اور اگر خبر نہ آوے تو کھاؤ پیو۔<br>(صفحہ 138) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مہینہ کبھی انتیس راتوں کا بھی ہوتا ہے اس لیے جب تک چاند نہ دیکھ لو روزہ نہ شروع کرو اور اگر بادل ہو جائے تو تیس دن کا شمار پورا کرو۔<br>(صحیح بخاری، رقم 1907) |

| | |
|---|---|
| 37- بقر عید کی نماز ہونے سے پہلے قربانی درست نہیں جب لوگ نماز پڑھ چکیں تب کرے۔ البتہ اگر کوئی کسی دیہات یا گاؤں میں ہوتو وہاں طلوع صبح صادق کے بعد بھی قربانی درست ہے اگر کوئی شہر میں رہنے والی اپنی قربانی کا جانور کسی گاؤں میں بھیج دے تو اسکی قربانی بقر عید کی نماز سے پہلے بھی درست ہے۔ (صفحہ 163) | جندبؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بقر عید پر نماز پڑھنے کے بعد خطبہ دیا پھر قربانی کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا ہوتو اسے دوسرا جانور بدلہ میں قربان کرنا چاہئے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو وہ اللہ کے نام پر ذبح کرے۔ (صحیح بخاری، رقم 985)<br>مندرجہ بالا حدیث میں شہر و دیہات کی کوئی تفریق موجود نہیں۔ مزید براں عید کی نماز میں شہر اور اسکے اطراف کے علاقوں کے لوگ اکھٹے جمع ہوتے تھے جسکی تائید مندرجہ ذیل واقعہ سے ہوتی ہے۔<br>ابوعبید کہتے ہیں کہ میں عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ساتھ (ان کی خلافت کے زمانے میں عیدگاہ میں) حاضر تھا، اس دن جمعہ بھی تھا۔ آپ نے خطبہ سے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! آج کے دن تمہارے لیے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں (عید اور جمعہ)۔ پس اطراف کے علاقوں میں سے جو شخص پسند کرے وہ جمعہ کا بھی انتظار کرے اور اگر کوئی واپس جانا چاہے (نماز عید کے بعد ہی) تو وہ واپس جاسکتا ہے، میں نے اسے اجازت دے دی ہے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 5572) |

| | |
|---|---|
| 38- تاڑی اور شراب کے سرکے کا کھانا درست ہے۔ (صفحہ 182) | انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے شراب کو سرکہ بنانے سے متعلق پوچھا گیا تو آپ ؐ نے منع فرمایا۔ (صحیح مسلم، رقم 5140) |

قارئین کرام، مندرجہ بالا مختصر موازنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ دیوبندی فرقہ کی کتب بھی ایسے احکامات وفتاویٰ سے لبریز ہیں جو احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ دین اسلام کے اصلی ماخذ کو چھوڑ کر فقہ کے اجماع، قیاس اور استحسان سے مسائل کے حل مرتب کرنا شریعت سازی کی مکروہ مثال ہے جسکی وجہ سے مقلدین کی ایسی ذہن سازی ہوتی ہے کہ وہ کسی صحیح دلیل کو دل سے قبول کرنے سے قاصر ہو جاتے ہیں۔

## 3- بریلوی فرقہ:

بریلوی فرقہ احمد رضا خان (1921-1856) کے ماننے والوں پر مشتمل ہے۔ دیوبندی فرقے اور بریلوی فرقے کے قابل ذکر اختلافات میں عید میلاد النبی، تصوف اور رسول اللہ ﷺ کا حاظر و ناظر اور نوری ہونے کا عقیدہ ہے۔ احمد رضا خان بریلوی نے سن 1900 میں علمائے دیوبند کے چند فتاویٰ کی بنیاد پر ان پر کفر کا فتویٰ صادر کیا جسکو 1904 میں انہوں نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے علماء کو ارسال کیا جنکے جوابات کو حسام الحرمین کے نام سے شائع کیا گیا۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ 1905 میں شائع ہوا جسکے بعد دیوبندی و بریلوی فرقہ کے ماننے والوں میں تاحال کفر کے فتاویٰ دیے جانے کا سلسلہ جاری ہے۔ حسام الحرمین، اشاعت 2009 کے حرف آغاز میں محمد عبدالحکیم شرف صاحب لکھتے ہیں:

"اس میں شک نہیں کہ اختلاف اگر ذاتی وجوہ کی بنیاد پر ہو یا اسکا تعلق کیفیت عمل کے ساتھ ہو تو اس میں نہ الجھنا ہی بہتر ہے، مثلاً حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی اختلافات ایسے نہیں ہیں جن پر محاذ آرائی مناسب ہو، کیونکہ یہ فروعی اختلافات ہیں، لیکن اگر بنیادی عقائد میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس سے کسی طور پر آنکھیں بند نہیں کی جاسکتیں۔ یہ اختلاف کسی طرح بھی فروعی نہیں بلکہ اصولی ہوگا، ایسی صورت میں لازمی طور پر ایک کی حمایت اور دوسری جانب سے برأت کرنی

پڑے گی۔

بریلوی اور دیو بندی اختلافات کی نوعیت بھی ایسی ہی ہے، یہ دوسری بات ہے کہ عوام کو مغالطہ دینے کیلئے ایصال ثواب، عرس، گیارھویں شریف، نذر و نیاز، میلاد شریف، استمداد، علم غیب، حاضر و ناظر اور نور و بشر وغیرہ مسائل پر دھواں دار تقریریں کر کے یہ یقین دلانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ اختلاف انہی مسائل میں ہے، حالانکہ اصل اختلاف ان مسائل میں نہیں ہے، بلکہ بنائے اختلاف وہ عبارات ہیں جن میں بارگاہ رسالت میں کھلم کھلا گستاخی کی گئی ہے۔ کوئی بھی مسلمان خالی الذہن ہوکر ان عبارات کو پڑھنے کے بعد ان کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا اور نہ ہی ان کی حمایت کیلئے تیار ہوسکتا ہے۔

محمد قاسم نانوتوی نے یہاں تک لکھ دیا کہ: ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو پھر بھی خاتمیت محمدیؐ میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے''۔

(تحذیر الناس، صفحہ 24، کتب خانہ امدادیہ، دیوبند)

غور فرمایئے! کیا یہ امت مسلمہ کے اجتماعی اور یقینی عقیدہ (کہ حضورؐ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا) کا صاف انکار نہیں ہے؟

1887/1304ء میں مولوی رشید احمد گنگوہی کی تالیف براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے نام سے شائع ہوئی جس پر مولوی رشید احمد گنگوہی کی زوردار تقریظ موجود ہے۔ اس میں دیگر بہت سی غلط باتوں کے علاوہ یہ بھی درج ہے کہ:

''شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے، شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوتی ہے۔ فخر عالم (ﷺ) کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے۔''

(براہین قاطعہ، صفحہ 51)

حیرت ہے کہ کس دیدہ دلیری سے حضور سید عالم ﷺ کا علم شریف، شیطان کے علم سے گھٹانے کی ناپاک سعی کی گئی ہے اور پھر بڑی مصومیت سے پوچھا جاتا ہے کہ ہم نے کیا جرم کیا ہے؟

1901/1319ء میں مولوی اشرف علی تھانوی کا ایک رسالہ ''حفظ الایمان'' منظر عام پر آیا جس میں بڑے جارحانہ انداز میں لکھا ہے کہ: ''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے؟ ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کو بھی حاصل ہے۔'' (حفظ الایمان، صفحہ 8)

احمد رضا خان بریلوی نے 1320ھ میں المعتقد المنتقد کے حاشیہ المعتمد المستند میں مرزائے قادیانی اور مذکورہ بالا قائلین (مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی خلیل احمد انبیھٹوی اور مولوی اشرف علی تھانوی) کے بارے میں ان کی عبارات کی بنا پر فتوی کفر صادر کیا۔

اب یہ معلوم ہوگیا کہ بریلوی اور دیوبندی نزاع کی اصل بنیاد یہ عبارات ہیں نہ کہ فروعی مسائل؛ مودودی صاحب اس امر کو تسلیم کرتے ہوئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''جن بزرگوں کی تحریروں کے باعث بحث ومناظرہ کی ابتداء ہوئی وہ اب مرحوم ہو چکے اور اپنے رب کے حضور حاضر ہو چکے مگر افسوس ہے کہ جو تلخی اور گرمی آغاز میں پیدا ہوئی، دونوں طرف سے اس میں اضافہ ہو رہا ہے۔'' (مقالات یوم رضا، حصہ دوم، صفحہ 60)

مودودی صاحب یہ تلقین فرما رہے ہیں کہ اب نزاع کو جانے دو، نزاع کھڑا کرنے والے تو اگلے جہاں میں پہنچ چکے ہیں، حالانکہ نزاع ان بزرگوں کی ذات سے نہیں تھا بلکہ وجہ مخاصمت تو یہ عبارات تھیں جو اب بھی من وعن محفوظ ہیں اور جب تک ان کے بارے میں متفقہ فیصلہ نہیں ہو جاتا، اس نزاع کے خاتمے کی کوئی صورت دکھائی نہیں دیتی۔ (مقدمہ حسام الحرمین

علیٰ منحر الکفر والمین، تالیف احمد رضا خان بریلوی، ترجمہ پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ لاہور، سن طباعت 2009)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے درمیان اختلافات کا ایک لامتناعی سلسلہ ہے جو کبھی ختم ہونے کا نام نہیں لے گا اور بقول مودودی صاحب جیسے جیسے وقت گذرتا جائے گا، یہ اختلاف بتدریج بڑھتا ہی جائے گا۔

احمد رضا خان بریلوی نے فقہ حنفی کے اصولوں کی بنیاد پر ہی فتاوی رضویہ تشکیل دی جو کہ 30 ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس فتاوی میں جگہ جگہ احادیث رسول ﷺ لکھی گئی ہیں لیکن فتاویٰ کی اصل بنیاد اصول فقہ حنفیہ اوراس سے متعلقہ کتابیں ہی ہیں۔ اس فتاوی کی تیس جلدوں کی تلخیص ابوتراب محمد بن اشرف عطاری نے کی ہے جسکو فیضان فتاویٰ رضویہ کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم اس کتاب سے چند فتاوی کا موازنہ قران وحدیث کے ٹھوس دلائل سے کریں گے اور قارئین کرام پر اس امر کو آشکار کرنے کی کوشش کریں گے کہ کفر وشرک کے فتوی صادر کرنے کے بعد اگر اپنی تحریرات کو عین اسلام کی مطابقت میں تشکیل دیا جاتا تو ان کی دعوت کو حق بجانب کہا جاسکتا تھا۔ فی الوقت تو بریلوی فرقہ فقہ حنفیہ ہی کی دعوت ہے اور وہ بھی قران وحدیث سے متعدد مقامات پر متصادم ہے۔

| فتاویٰ رضویہ | قران وحدیث |
|---|---|
| 1- حقہ کا پانی قطعاً پاک ہے: پانی پاک، تمبا کو پاک، اس کا دھواں پاک، پاک چیز سے پاک پانی کا رنگ، بو، مزہ بدل جانا اسے ناپاک نہیں کرتا یہاں تک کہ مذہب صحیح میں نہ صرف طاہر بلکہ مطہر اور قابل وضو رہتا ہے۔ (صفحہ 45) | ابی بردہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر نشہ دلانے والی چیز حرام ہے''۔ (صحیح بخاری، رقم 4345) |
| 2- چمڑے صرف ذبح کرنے سے ہی پاک | عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ |

| | |
|---|---|
| ہو جاتے ہیں۔ خرید و فروخت یا دیگر استعمال کیلئے رنگنا ضروری نہیں۔ (صفحہ 71) | صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مردار کا چمڑا دباغت (رنگنے) سے پاک ہوتا ہے''۔ (سنن نسائی، رقم 4251، صحیح) |
| 3- جبکہ نماز کا وقت تنگ ہو۔ نجاست دھو کر تیمم کر کے نماز پڑھ لے پھر نہا کر بعد بلندی آفتاب اس کا اعادہ کرے۔ (صفحہ 73) | شقیق بن سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں عبداللہ بن مسعود اور ابو موسیٰ اشعریؓ کی خدمت میں تھا، ابو موسیٰ نے پوچھا کہ ابو عبدالرحمان! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی کو غسل کی حاجت ہو اور پانی نہ ملے تو وہ کیا کرے۔ عبداللہ نے فرمایا کہ اسے نماز نہ پڑھنی چاہیئے، جب تک اسے پانی نہ مل جائے۔ ابو موسیٰؓ نے کہا کہ پھر عمار کی اس روایت کا کیا ہوگا جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ تمہیں صرف (ہاتھ اور منہ کا تیمّم) کافی تھا۔ ابو مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں دیکھتے کہ وہ عمارؓ کی اس بات پر مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ پھر ابو موسیٰ نے کہا کہ اچھا عمار کی بات کو چھوڑو لیکن اس آیت کا کیا جواب دو گے (جس میں جنابت میں تیمّم کرنے کی واضح اجازت موجود ہے) عبداللہ بن مسعودؓ اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکے۔ صرف یہ کہا کہ اگر ہم اس کی بھی لوگوں کو اجازت دے دیں تو ان کا یہ حال ہو جائے گا کہ اگر کسی کو پانی |

| | |
|---|---|
| | ٹھنڈا معلوم ہوا تو اسے چھوڑ دیا کرے گا اور تیمّم کرلیا کرے گا۔ (اعمش کہتے ہیں کہ) میں نے شقیق سے کہا کہ گویا عبداللہؓ نے اس وجہ سے یہ صورت ناپسند کی تھی، تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔<br>(صحیح بخاری، رقم 346)<br>مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوگیا ہے کہ عبداللہ ابن مسعودؓ کو یہ خدشہ تھا کہ لوگ اس سہولت سے موقع بے موقع فائدہ اٹھائیں گے۔ فتاوی رضویہ کے اس فتویٰ نے ان کا یہ خدشہ درست ثابت کردیا۔ |
| 4- پتھر کا کوئی ٹکڑا لیکر بہ نیت تیمّم چہرے اور ہاتھوں پر پورے طور سے پھیر لے۔<br>(صفحہ 73)<br>جس کیچڑ میں پانی غالب ہے، اس سے تیمّم جائز نہیں اور مٹی غالب ہے تو جائز ہے۔<br>(صفحہ 80)<br>یہ تین سو گیارہ چیزیں ہیں، 181 سے تیمّم جائز ہے جن میں 74 منصوص اور 107 زیادات فقیر (احمد رضا خان کی ایجاد کردہ) ہیں | عمران بن حصینؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ (نماز میں) الگ کھڑا ہے اور لوگوں کے ساتھ نماز میں شریک نہیں ہورہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے فلاں! تمہیں لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روک لیا۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ! مجھے غسل کی ضرورت ہوگئی اور پانی نہیں تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر پاک مٹی سے تیمّم کرنا ضروری تھا، بس وہ تمہارے لیے کافی ہوتا۔ (صحیح بخاری، رقم 348)<br>ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:<br>''پاک مٹی مسلمان کو پاک کرنے والی ہے اگرچہ وہ دس سال تک پانی نہ پائے، پھر جب وہ پانی پالے تو اسے اپنی کھال |

| | |
|---|---|
| اور 130 سے تیمّم ناجائز ہے جن میں 57 منصوص اور 72 زیادات فقیر (احمد رضا خان کی ایجاد کردہ) ہیں۔<br>(صفحہ 81) | (یعنی جسم) پر بہائے، یہی اس کیلئے بہتر ہے"۔<br>(جامع ترمذی، رقم 124، صحیح)<br>مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ تیمّم صرف پاک مٹی سے ہوگا۔ اس کے علاوہ جو چیزیں ہیں وہ فقہ کی پیداوار ہیں۔ اور جو 72+107 چیزیں احمد رضا خان صاحب نے ایجاد کی ہیں، اس پر قران مجید کی یہ آیت بطور تنبیہ ہے:<br>"کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں جو ان کیلئے دین سازی کرتے ہیں جسکی اجازت اللہ نے نہیں دی"۔<br>(سورۃ الشوریٰ، آیت 21) |
| 5- احمد رضا صاحب سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا کہ جامع مسجد میں ایک حوض وضو کیلئے تعمیر ہوا، اس کے بنانے میں جو روپیہ خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہل محلّہ سے لیا گیا اور اسکے علاوہ مبلغ 10 روپے مرغ بازی کی شرط کے بھی اس حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے وضو سے پانی جائز ہے یا نہیں؟ | ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ انسان اسکی پروا نہیں کرے گا کہ مال اس نے کہاں سے لیا، حلال طریقہ سے یا حرام طریقہ سے۔<br>(صحیح بخاری، رقم 2033)<br>ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، صدقہ حرام مال سے قبول نہیں کیا جاتا۔<br>(جامع ترمذی، حدیث، رقم 1، صحیح) |

| | |
|---|---|
| جس پر انہوں نے فرمایا کہ اس سے وضو جائز ہے جسکی وجہ یہ ہے کہ حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اسکے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اجرت دی ہوگی۔<br>(صفحہ 87-86) | |
| 6- سوتی یا اونی موزے جیسا کہ ہمارے بلاد میں رائج ہیں ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں۔ (صفحہ 87) | مغیرہ بن شعبہ؄ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں اور جوتوں پر مسح کیا۔ (جامع ترمذی رقم 99، سنن ابن ماجہ 559، سنن ابوداؤد 159، سنن نسائی 124)<br>البانی صاحب لکھتے ہیں کہ جنہوں نے اس میں قیدیں لگائی ہیں کہ موزے چمڑے کے ہوں یا موٹے ہوں اتنے کہ خود بخود تھم رہیں، یہ سب خیالی باتیں ہیں جن کی شرع میں کوئی دلیل نہیں۔ اصل یہ ہے کہ شارع علیہ السلام نے اپنی امت پر آسانی کیلئے پاؤں کا دھونا ایسی حالت میں جب موزہ یا جراب یا جوتا چڑھا ہو معاف کردیا ہے (بشرطیکہ طہارت کے بعد پہنا گیا ہو)۔<br>(تحفتہ الاشراف، رقم 11534) |
| 7- حالت حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو | عائشہ؅ سے مروی ہے کہ میں حائضہ ہوتی پھر بھی |

| | |
|---|---|
| تک عورت کے بدن سے بلا کسی حائل کے جسکی وجہ سے جسم کی گرمی نہ پہنچے، تمتع جائز نہیں، یہاںتک کہ اتنے بدن کے ٹکڑے پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلاشہوت بھی جائز نہیں۔ (صفحہ 88) | رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے بدن سے لگا لیتے۔ (صحیح بخاری، رقم 2030)<br>میمونہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بیویوں میں سے حائضہ کے جسم کے ساتھ اپنا جسم ملا لیا کرتے تھے جبکہ اس پر ایسا ازار ہوتا جو نصف رانوں یا گھٹنوں تک پہنچ جاتا۔<br>(مسند احمد، رقم 946)<br>انسؓ سے مروی ہے کہ یہودی جب ان کی کوئی عورت حائضہ ہوتی تو نہ وہ اسکے ساتھ کھانا کھاتے اور نہ اس کے ساتھ گھر میں اکٹھے رہتے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ نے آپ ﷺ سے اس بارے میں پوچھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت اتاری:<br>''یہ آپ ﷺ سے حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں، آپ ﷺ فرما دیجیے کہ یہ اذیت (کا وقت) ہے، اس لیے حیض میں عورتوں (کے ساتھ مجامعت) سے دور رہو، آخر تک۔'' تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جماع کے سوا سب کچھ کرو''۔<br>(صحیح مسلم، رقم 694) |
| 8- اگر کوئی شخص اپنی زوجہ سے حالت حیض میں جماع کرے تو اگر نادانستہ کیا ہو اور آخر ایام | ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے بارے میں جو اپنی بیوی سے |

| | |
|---|---|
| میں ہوتو ایک خمس دینار کفارہ دے اور شباب ایام میں ہوتو دوخمس؛ اور اگر دانستہ کیا ہے اور اول ایام میں ہے تو ایک دینار کفارہ دے اور آخر ایام میں ہے تو نصف دینار۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں۔ (صفحہ 89) | حالت حیض میں صحبت کر بیٹھتا ہے فرمایا: وہ ایک یا آدھا دینار (بطور کفارہ) صدقہ ادا کرے۔ (سنن ابوداؤد، رقم 2168، صحیح) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں دانستہ و نادانستہ کی قید نہیں لگائی گئی اور کفارہ کا حکم دیا گیا جو کہ فرضیت کی دلیل ہے۔ |
| 9- اگر وقت قلیل رہ گیا اور نماز میں خروج کے وقت کا اندیشہ ہے تو واجبات پر اختصار کرے، مثلاً تعوذ و دعا و درود ترک کرے، رکوع و سجود میں صرف ایک بار سجنک کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے، غرض فرائض پر قناعت کرے۔ (صفحہ 89) | عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی، اسکی نماز نہیں ہوئی۔ (صحیح بخاری، رقم 756) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکوع و سجود میں سبحانك اللهم ربنا و بحمدك اللهم اغفرلی پڑھا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، رقم 794) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر عصر کی نماز کی ایک رکعت بھی کوئی شخص غروب آفتاب سے پہلے پالے تو اس نے نماز پالی، اسی طرح اگر طلوع آفتاب سے پہلے فجر کی نماز کی ایک رکعت پالی تو اس نے نماز پالی، اسے چاہیے کہ نماز پوری کرے۔ (صحیح بخاری، رقم 556) |

| | |
|---|---|
| 10- کتا نجس عین نہیں ہے، اس کے بال بھی پاک، کھال بھی پاک، ذبح و دباغت باعث تطہیر جلد (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصیحوں سے کمزور ترتصیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے) زندہ و مردہ، مذبوح وغیر مذبوح ہر حالت میں دانت پاک، ناخن پاک ہیں۔ (صفحہ 93) | ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس شخص نے کوئی کتا رکھا، اس نے روزانہ اپنے عمل سے ایک قیراط کی کمی کر لی۔ البتہ کھیتی یا مویشی (کی حفاظت کیلئے) کتے اس سے الگ ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم 2322)<br>ابن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتوں کو مارنے کا حکم دیتے تھے۔ میں مدینہ اور اس کے اطراف میں تلاش کرتا، ہم کوئی کتا نہ چھوڑتے مگر اسے مار ڈالتے، حتیٰ کہ ہم دیہات سے آنے والی عورت کے کتے کو بھی، جو اس کے پیچھے آ جاتا تھا، قتل کر دیتے تھے۔ (صحیح مسلم، 4018)<br>بعد میں کھیتی اور مویشی کے کتے کی اجازت دے دی گئی۔ (صحیح مسلم، 4021)<br>مقدام بن معدی کرب نے معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے کہا: میں اللہ کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں، کیا آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں کی کھال پہننے اور اس پر سوار ہونے سے منع فرمایا ہے؟ تو معاویہؓ نے کہا، ہاں۔ (سنن ابوداؤد، رقم 9131، صحیح)<br>ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں سے (کچھ) پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھولو (تو پاک ہو جائے گا)۔ (صحیح بخاری، رقم 172)<br>مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں کتے کی کھال اور خود کتا قابل احتراز ہے جبکہ ان کے فتوی کے مطابق گوشت بھی حلال ہے۔ |
| 11- انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:<br>''اور گندگی سے دور رہو''۔ (سورۃ مدثر، آیت 5) |

| | |
|---|---|
| اور اسے خبر نہ تھی کہ کس وجہ سے لگی، تو انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اسکا اثر جاتا رہا تو انگلی پاک ہوگئی۔ (صفحہ 94) | ابو مالک اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پاکیزگی نصف ایمان ہے''۔ (صحیح مسلم، رقم 534) |
| 12- شراب پی، اسکے بعد تین دفعہ لب چاٹ لیے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثر خمر نہ رہا تو منہ پاک ہوگیا۔ (صفحہ 94) | ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس شخص نے شراب پی لیکن وہ نشہ میں مدہوش نہ ہوا تو جب تک وہ شراب ذرہ بھر بھی اسکے پیٹ یا رگوں میں رہے گی تو اسکی نماز قبول نہ ہوگی۔ اگر وہ اس حال میں مرگیا تو کافر کی موت مرے گا اور اگر وہ نشے میں بدمست ہوگیا تو چالیس دن تک اسکی نماز قبول نہ ہوگی اور اگر اس دوران وہ مرگیا تو کافر کی موت مرے گا۔ (سنن نسائی، رقم 5671، صحیح) |
| 13- جو اپنے آپ کو قتل کردے، خواہ جان بوجھ کر ہی، اس کو غسل دیا جائے گا اور نماز پڑھی جائے گی۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ (صفحہ 107) | جابر بن سمرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک شخص زخمی ہوا اور زخم نے اسے کافی تکلیف پہنچائی، تو وہ آہستہ آہستہ تیر کی انی کے پاس گیا، اور اس سے اپنے آپ کو ذبح کرلیا، تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکی نماز جنازہ نہیں پڑھی تاکہ اس سے دوسروں کو نصیحت ہو۔ (ابن ماجہ 1526 صحیح) |
| 14- ٹھہری ہوئی ریل میں سب نمازیں جائز ہیں اور چلتی ہوئی میں سنت صبح کے سوا سب سنت | جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر خواہ اس کا رخ کسی طرف ہو (نفل) |

| | |
|---|---|
| ونفل جائز ہیں مگر فرض و وتر یا صبح کی سنتیں نہیں ہوسکتیں، اہتمام کرے کہ ٹھہری میں پڑھے۔ (صفحہ 109) | نماز پڑھتے تھے لیکن جب فرض نماز پڑھنا چاہتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے۔ (صحیح بخاری، رقم 400) |
| 15- اگر کوئی شخص چارپائی پر سو رہا ہے تو اس کی طرف نماز پڑھنے سے احتراز مناسب ہے۔ کیا معلوم وہ کروٹ لے لے اور اسکا منہ نمازی کی طرف ہو جائے، دوسرا یہ کہ ہوسکتا ہے سوتے میں اس سے کوئی ایسی شے صادر ہو جائے جس سے نماز میں اسے ہنسی آنے کا اندیشہ ہو۔ (صفحہ 115) | عروہ بن زبیرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اس بچھونے پر نماز پڑھتے جس پر آپؐ اور عائشہؓ سوتے اور عائشہؓ آپؐ اور قبلہ کے درمیان اس بستر پر لیٹی رہتیں۔ (صحیح بخاری، 384) |
| 16- خطیب کے سامنے جو اذان ہوتی ہے۔ مقتدیوں کو اسکا جواب دینا نہ چاہئے اور دو خطبوں کے درمیان دعا بھی نہ کرے۔ اگر یہ جواب اذان اور دعا دل میں کرے اور زبان سے تلفظ ادا نہ ہو تو حرج نہیں۔ (صفحہ 117) | ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو جو موذن کہتا ہے اسی طرح کہو۔ (صحیح مسلم، رقم 848)<br>ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی آتی ہے کہ اس میں کوئی بندہ اپنے رب سے بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اللہ اسے قبول کر لیتا ہے۔ (جامع ترمذی، 3339 صحیح)<br>ابو بردہ بن ابوموسی اشعریؒ کہتے ہیں کہ مجھ سے عبداللہ بن عمرؓ نے پوچھا کہ کیا تم نے اپنے والد |

| | |
|---|---|
| | سے جمعہ کے معاملے میں یعنی قبولیت دعا والی گھڑی کے متعلق رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہوئے کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا: ہاں، میں نے سنا ہے، وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ وہ (ساعت) امام کے (منبر پر) بیٹھنے سے لیکر نماز کے ختم ہونے کے درمیان ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم 1049، صحیح) |
| 17- مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے (انگوٹھے چومے) تو ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں، اوراسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ جو کہ شرع پر افتراء کرتا ہے یا نام واکرام سیدالانام علیہ افضل الصلوۃ والسلام سے جلتا ہے۔ (صفحہ 127) | ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مدینہ حرم ہے، جس نے اس میں کسی بدعت (نئ چیز) کا ارتقاب کیا یا کسی بدعت کے مرتکب کو پناہ دی، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی، اور سب انسانوں کی لعنت ہے۔ (صحیح بخاری، 3330) جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب جمعہ کا خطبہ ارشاد فرماتے تو کہتے کہ بدترین کام وہ ہیں جنہیں (شریعت میں) اپنی طرف سے جاری کیا گیا ہے۔ ہر ایسا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جائے گی۔ (سنن نسائی، 1579، صحیح) |
| 18- بعض علماء دین نے میت کو قبر میں | ابن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میت قبر میں رکھی |

| | |
|---|---|
| اتارتے وقت اذان کہنے کو سنت فرمایا ہے۔ (صفحہ 127) | جاتی تو رسول اللہ ﷺ بسم اللّٰہ وعلیٰ ملتہ‌سول اللہ کہتے۔ (ترمذی 1046، ابن ماجہ 1550، صحیح) |
| 19- امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں فرمایا ہے: قیام میں بقصد تعظیم ہاتھ باندھنے کا معاملہ معروف طریقہ پر چھوڑا جائے اور قیام میں تعظیماً ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا ہی معروف ہے۔ لہذا مردوں کے بارے میں ابن شیبہ کی روایت راجح ہے۔ (صفحہ 135) | سھل بن سعد فرماتے ہیں کہ لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ذراع پر رکھیں۔ (صحیح بخاری، رقم 740)<br>نوٹ:<br>بیچ کی انگلی کے سرے سے لیکر کہنی تک کے حصے کو ذراع کہتے ہیں۔ دائیں ہاتھ کو بائیں ذراع پر رکھنا ناف کے نیچے ممکن ہی نہیں۔ نیز مندرجہ ذیل روایات بھی اس بات پر شاہد ہیں کہ ہاتھ سینے پر باندھے جائیں۔<br>وائل بن حجرؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو نماز میں دیکھا، آپؐ اپنے ہاتھ سینے پر رکھتے تھے۔ (صحیح ابن خزیمہ، رقم 439، صحیح)<br>ھلبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہماری امامت کراتے تو بائیں ہاتھ کو اپنے دائیں ہاتھ سے پکڑتے۔ (جامع ترمذی، 252، صحیح)<br>صحیح ابن خزیمہ کی روایت کی تائید ھلب الطائی کی روایت سے بھی ہوتی ہے جس کی تخریج امام احمد نے اپنی مسند میں ان الفاظ کے ساتھ کی |

ہے:
یزید بن قنافہ ھلب الطائی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (سلام پھیرتے وقت) دیکھا کہ آپؐ پہلے دائیں جانب پھیرتے اور پھر بائیں جانب، اور میں نے آپؐ کو یوں بھی دیکھا کہ آپؐ اپنے ہاتھوں کو سینے پر رکھتے۔ (امام احمد بن حنبل کے استاد یحیی بن سعید نے ہلب رضی اللہ عنہ کے اس بیان کی عملی وضاحت اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر جوڑ کر اوپر باندھ کر کی ہے)۔ اس کے سارے راوی ثقہ ہیں اور اسکی سند متصل ہے۔ (مسند احمد، 5/226)۔ اور وائل بن حجرؓ کی حدیث پر جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں اضطراب ہے، ابن خزیمہ کی روایت میں ''علی صدرہ'' ہے، بزار کی روایت میں ''عند صدرہ'' ہے اور ابن شیبہ کی روایت میں ''تحت السرۃ'' ہے، وہ اعتراض صحیح نہیں۔ ابن شیبہ کی روایت میں ''تحت السرۃ'' کا لفظ مدرج ہے، اسے جان بوجھ کر بعض مطبع جات کی طرف سے اس روایت میں داخل کر دیا گیا ہے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں ''علی صدرہ'' اور بزار کی روایت میں ''عند صدرہ'' کا جو لفظ ہے، ان میں ابن خزیمہ کی روایت راجح ہے کیونکہ ھلب الطائی رضی اللہ عنہ کی رویت اس کے لیے شاہد ہے، اور طاؤس کی ایک مرسل روایت بھی اسکی تائید میں ہے، اسکے برعکس مسند بزار کی حدیث کی کوئی شاہد روایت نہیں۔ (تخریج دارالدعوۃ: سنن ابن ماجہ / الاقامتہ، 809، تحفتہ الاشراف، 11735، مسند احمد 5/226,227)

| | |
|---|---|
| 20- بعض مقلدین و غیر مقلدین قومہ و جلسہ میں دیر تک ٹھہرتے ہیں جسکو ہمارے ائمہ فرائض میں مسنون نہیں مانتے۔ فرائض میں تطویل ناجش خلاف سنت ہے اور امام کیلئے قطعاً ممنوع ہے۔ (صفحہ 135) | انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جس طرح نبی کریم ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا، بالکل اسی طرح تم لوگوں کو نماز پڑھانے میں کسی قسم کی کوئی کمی نہیں چھوڑتا ہوں۔ ثابت نے بیان کیا ہے انس بن مالکؓ ایک ایسا عمل کرتے تھے جسے میں تمہیں کرتے نہیں دیکھتا۔ جب وہ رکوع سے سر اٹھاتے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے اور اسی طرح دونوں سجدوں کے درمیان اتنی دیر تک بیٹھے رہتے کہ دیکھنے والا سمجھتا کہ بھول گئے ہیں۔ (صحیح بخاری، رقم 821) |
| 21- ہمارے امام اعظم کے نزدیک صرف ایک آیت جو چھ حرف سے کم نہ ہو (جیسے مدھامتٰن) سے بھی نماز جائز ہے۔ (صفحہ 145) | عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس نے سورۃ فاتحہ نہ پڑھی اس کی نماز نہ ہوئی۔ (صحیح بخاری، رقم 756) |
| 22- کوئی حنفی اگر کسی شافعی کے پیچھے نماز پڑھے اور اسے معلوم ہو کہ وہ نماز میں ارکان مذہب حنفی کی رعائیت نہیں کرے گا تو حنفی کو اس کی اقتداء جائز نہیں، اس کے پیچھے نماز نہ ہوگی۔ (صفحہ 149) | قارئین کرام! آپ دیکھیے کہ ان کے نزدیک چاروں مذاہب حق پر ہیں لیکن ایک مذہب والے کی نماز دوسرے مذہب والے کے پیچھے باطل ہے۔ کیا اہل حق کے پیچھے نماز باطل ہوتی ہے؟ |
| 23- ایک مسجد میں ایک فرض کی دو نمازیں یا جماعتیں ایک ساتھ قصداً کرنا بلا وجہ شرعی ناجائز | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "(اے لوگو) اللہ کی طرف رجوع کر کے اس |

| | |
|---|---|
| وممنوع ہے لیکن ایک جماعت حنفیہ کے امام حنفی کے پیچھے ہواور دوسری شافعیہ یا مالکیہ یا حنبلیہ کی اپنے ہم مذہب امام کے پیچھے ہوتو اس میں کوئی حرج نہیں۔<br>(صفحہ 160) | سے ڈرتے رہواور نماز قائم کرواور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ۔ (یعنی) ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کوٹکڑے ٹکڑے کردیا اور فرقہ فرقہ بن گئے، ہرفرقہ جوکچھ اس کے پاس ہے اسی میں مگن ہے''۔<br>(سورۃ الروم،آیت 32-31) |
| 24- صلوۃ التسبیح کا طریقہ یہ ہے کہ سبحانك اللھم پڑھ کر 15 دفعہ سبحٰن اللہ والحمدللہ ولاالٰہ الا اللہ واللہ اکبر، پھر الحمد وسورت پڑھ کر یہی کلمہ 10 دفعہ پھر رکوع میں تسبیحات رکوع کے بعد 10 دفعہ پھر رکوع کے بعد کھڑے ہوکر ربنا ولک الحمد کے بعد 10 دفعہ، پھر سجدہ میں تسبیح کے بعد 10 دفعہ، پھر سراٹھا کر دس بار پھر دوسرے سجدے میں دس بار، یہ ایک رکعت میں پچھتر (75) دفعہ ہوا۔ اسی طرح باقی تین رکعتوں میں ملا کر 300 دفعہ ہوا۔<br>(صفحہ 172) | ابو قلابہ بیان کرتے ہیں کہ مالک بن حویرث ؓ نے کہا کہ میں تمھیں رسول اللہ ﷺ کی طرح نماز کیوں نہ سکھا دوں۔ انہوں نے ہمارے شیخ عمرو بن سلمہ کی طرح نماز پڑھائی۔ وہ تیسری یا چوتھی رکعت پر (سجدہ سے فارغ ہوکر کھڑے ہونے سے پہلے) بیٹھتے تھے (یعنی جلسہ استراحت کرتے)۔<br>(صحیح بخاری، رقم 818)<br>اسی کا حکم رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی کو بھی دیا تھا کہ دوسرا سجدہ کرنے کے بعد اطمینان سے بیٹھ جاؤ، پھر کھڑے ہوجاؤ۔<br>(صحیح بخاری، رقم 6251)<br>فقہ حنفیہ کے ماننے والے چونکہ جلسہ استراحت کے منکر ہیں اس لیے صلوۃ التسبیح میں پڑھی جانے والی تسبیحات جلسہ استراحت میں انکو تسلیم |

نہیں اور انہوں نے حدیث رسولؐ میں صلوۃ التسبیح کا جو طریقہ ہے، اسے چھوڑ کر عبداللہ بن مبارک کے قول کو اختیار کیا ہے۔

(دیکھئے سنن الترمذی، رقم حدیث 481)

اس سلسلے کی صحیح روایت ملاحظہ فرمائیں۔

ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عباس بن عبدالمطلبؓ سے فرمایا: اے عباس اے میرے چچا! کیا میں آپ کو دس ایسی باتیں نہ بتاؤں جب آپ ان پر عمل کرنے لگیں تو اللہ آپ کے سارے گناہ معاف کر دے۔ آپ چار رکعت نماز پڑھیں، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور کوئی سورۃ پڑھیں، جب پہلی رکعت کی قرات کر لیں تو حالت قیام میں پندرہ مرتبہ سبحان اللہ والحمد اللہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر کہیں، پھر رکوع کریں تو یہی کلمات رکوع میں دس بار کہیں، پھر جب رکوع سے سر اٹھائیں تو یہی کلمات دس دفعہ کہیں، پھر جب سجدہ میں جائیں تو حالت سجدہ میں دس بار کہیں پھر سجدہ سے سر اٹھائیں تو دس بار کہیں، پھر جب دوسرا سجدہ کریں تو دس بار کہیں، پھر جب دوسرے سجدے سے سر اٹھائیں تو دس بار کہیں، اس طرح یہ 75 بار ہوا، یہی عمل آپ چاروں

| | |
|---|---|
| | رکعتوں میں کریں۔ (سنن ابوداؤد رقم 1297، سنن الترمذی رقم 482، سنن ابن ماجہ 1386، اسنادھم صحیح) |
| 25- شبینہ فی نفسہ جائز وروا ہے۔ اکابر ائمہ کا معمول رہا ہے، اسے حرام کہنا شریعت پر افتراء ہے۔ سید علی صفی قدس سرہ نے ایک دن رات میں تین لاکھ ساٹھ ہزار قران مجید ختم کیے۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ بایاں پاؤں رکاب میں رکھ کر قران مجید شروع فرماتے اور داہنا پاؤں رکاب میں نہ پہنچتا تھا کہ قران شریف ختم ہوجاتا تھا۔ (صفحہ 175) | عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اس نے قران سمجھا ہی نہیں جس نے تین دن سے کم مدت میں قران ختم کرڈالا''۔ (جامع ترمذی 2949، صحیح) اپنے نظریے کے دفاع میں سلف صالحین کی شان میں اس قدر غلو نامناسب ہے۔ |
| 26- ایک آدمی مسجد میں پہنچا، امام اور لوگ نماز فجر ادا کررہے تھے۔ اب اگر آنے والا شخص امید رکھتا ہے کہ اسے ایک رکعت جماعت کے ساتھ مل جائے گی تو وہ مسجد کے دروازے کے پاس دو سنتیں پہلے ادا کرلے۔ (صفحہ 181) | قیسؓ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ ﷺ نکلے اور جماعت کیلئے اقامت کہہ دی گئی، تو میں نے آپ کے ساتھ فجر پڑھی پھر نبی کریم ﷺ پلٹے تو مجھے دیکھا کہ میں نماز پڑھنے جارہا ہوں، تو آپؐ نے فرمایا: ''قیس ذرا ٹھہرو، کیا دو نمازیں ایک ساتھ (پڑھنے جارہے ہو)؟'' میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول ﷺ! میں نے فجر کی دو سنتیں نہیں پڑھی تھیں۔ آپؐ نے فرمایا: تب کوئی حرج نہیں۔ (ترمذی، رقم 422، صحیح) |

| | |
|---|---|
| 27- سجدہ سہو ایک سلام کے بعد کرنا چاہئے، دوسرا سلام پھیرنا منع ہے۔ یہاں تک کہ اگر دونوں قصداً پھیر دے گا، سجدہ سہو نہ ہو سکے گا اور نماز پھیرنا واجب رہے گا۔ (صفحہ 191) | عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا تو آپ سے کہا گیا کہ کیا نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ لوگوں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی اتنی رکعتیں پڑھی ہیں۔ یہ سن کر آپؐ نے دونوں پاؤں پھیرے اور دو سجدے کیے اور (پھر) سلام پھیرا۔ (صحیح بخاری، رقم 401) اس حدیث میں دونوں طرف سلام پھیرنے کا ذکر ملتا ہے۔ |
| 28- غسل میت ایک دفعہ دیا جائے گا، غسل دوبارہ دینے کی مطلقاً کسی حال میں حاجت نہیں۔ اگر نجاست برآمد ہو، دھو دی جائے۔ (صفحہ 218) | حضرت ام عطیہ انصاریہؓ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی وفات ہوئی تو آپؐ وہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ انہیں تین دفعہ غسل دو، یا پانچ مرتبہ غسل دو اور اگر مناسب سمجھو تو اس سے بھی زیادہ دے سکتی ہو۔ (صحیح بخاری، رقم 1253) |
| 29- نماز جنازہ مسجد میں مطلقاً مکروہ ہے۔ صحیح یہ ہے کہ مسجد میں نہ جنازہ ہو، نہ امام جنازہ، نہ صف جنازہ، یہ سب مکروہ ہے۔ (صفحہ 225) | عباد بن عبداللہ بن زبیرؓ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حکم دیا کہ سعد بن ابی وقاصؓ کا جنازہ مسجد میں سے گزارا جائے تا کہ وہ بھی ان کا جنازہ پڑھ سکیں، آپؓ کی بات پر لوگوں نے اعتراض کیا تو آپؓ نے فرمایا: لوگ |

| | |
|---|---|
| | کس قدر جلد بھول گئے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (بدری صحابی) سہیل بن بیضاء رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ مسجد میں ہی تو ادا کی تھی۔ (صحیح مسلم، رقم 2252) |
| 30- قبر جس قدر میت سے متصل ہوتی ہے۔ اس اندرونی حصہ کو پختہ کرنا منع ہے۔ اور باہر سے پختہ کرنے میں حرج نہیں اور معظمان دینی کے لیے ایسا کرنے میں بہت سے مصالح شرعیہ ہیں۔ (صفحہ 225) | جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر پر بیٹھنے، اسے پختہ بنانے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرماتے سنا ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم 3225، سندہ صحیح) چونکہ بریلوی مسلک میں مزارات ومقبروں کی تعمیر وتعظیم کا بڑا عمل دخل ہے، اس لیے ان کے نزدیک ان کی تعمیر میں بہت سی شرعی مصلحتیں ہیں۔ |
| 31- ہمارے نزدیک مستحب یہی ہے کہ میت کو قبلہ کی طرف سے قبر میں لے جائیں۔ (صفحہ 231) | ابی اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حارث نے وصیت کی کہ ان کی نماز جنازہ عبداللہ بن یزیدؓ پڑھائیں، تو انہوں نے ان کی نماز پڑھائی اور انہیں قبر میں پاؤں کی طرف سے داخل کیا اور کہا کہ یہی مسنون طریقہ ہے۔ (سنن ابوداؤد، 3211، سندہ صحیح) |
| 32- مرتد کو وکیل کر سکتے ہیں، اس کی وکالت (نکاح میں) صحیح ہوجائے گی، اگرچہ اس سے میل جول حرام ہے۔ (صفحہ 298) | ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اور اسلام سے پھر جائے، اس کو قتل کر ڈالو''۔ (صحیح بخاری، رقم 6922) |

مندرجہ بالا سطور میں بریلوی مسلک کے چند مسائل کا قران وحدیث سے جو موازنہ کیا گیا ہے، اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ فقہ میں انسانی عقل کی آمیزش حد سے زیادہ ہے اور علما نے اپنی فہم کے گھوڑے سرپٹ دوڑائے ہیں جن میں سے اکثر دین اسلام کے مخالف ہیں اور ان کے ایجاد کردہ مسائل اور دین اسلام میں بعد المشرقین پایا جاتا ہے۔

## 4- دیگر مذاہب (شافعیہ، حنبلیہ ، مالکیہ) اور دین اسلام :

اللہ رب العزت نے دین اسلام کو رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں مکمل کر دیا تھا اور مومنین پر اپنی نعمت پوری کر دی تھی جسکا تفصیلی تذکرہ گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین، تابعین اور اتبع تابعین لوگوں کے سوالات کے جواب اپنی رائے سے بالکل نہیں دیتے تھے اور ہر مسئلے کیلئے قران و حدیث کو ہی معیار سمجھتے تھے۔اس بات کی تائید سنن دارمی کے ان حوالاجات سے بخوبی ہوتی ہے جو کتاب کے شروع میں درج کیے گئے ہیں۔ بعد کے علماء نے فقہ کی تدوین واشاعت میں اس قدر رائے اور قیاسات کا سہارا لیا کہ فقہ کیا سے کیا بن گیا۔ حیران کن بات یہ ہے کہ آپس کی ضد اور ہٹ دھرمی سے وہ لوگ اس بات سے بھی غافل رہے کہ ان کی فقہ کے احکام میں دین اسلام سے مماثلت کم سے کم ہوگئی ہے۔ ذیل میں ہم فقہ شافعیہ، حنبلیہ اور مالکیہ کے چند مسائل کا قران وحدیث سے موازنہ کر کے ثابت کریں گے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو ان کے اصلی مقام سے گرا دیا گیا ہے اور ان احکامات کو جو کہ فرض کا درجہ رکھتے ہیں، کس طرح سنت، مستحب یا نفل کہہ کر ان کی افادیت کو کم کیا گیا ہے۔

### 4.1- عید کی نماز

**شافعی مذہب:** نماز عید سنت ہے۔ (منہاج الطالبین، صفحہ 24)

**مالکی مذہب:** عید کی دو رکعت سنت ہیں۔ (مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 49)

**حنبلی:** نماز عیدین فرض کفایہ ہے۔ (المقنع لابن قدامہ، صفحہ 43)

**دین اسلام:** نماز عید اسی طرح فرض ہے جس طرح نماز جمعہ فرض ہے۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''تا کہ تم (روزوں کی) گنتی پوری کرو اور اللہ نے جو ہدایت تمہیں دی ہے، اس پر اسکی بڑائی بیان کرو''۔ (سورۃ البقرۃ، آیت 185)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح روزروں کی گنتی پوری کرنا فرض ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرنا بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بڑائی سے مراد عید الفطر کی نماز ہے۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان (اقدس) سے یہ کلمات ادا ہوئے ہیں کہ عید الاضحیٰ کی نماز دو رکعت ہے، جمعہ کی نماز دو رکعت ہے، عید الفطر کی نماز دو رکعت ہے اور جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء کرے وہ نامراد ہو گیا۔

(رواہ ابن خزیمہ، جز2، صفحہ 340، سندہ صحیح)

نماز جمعہ اور نماز مسافر کے ساتھ عیدین کی نماز کا ذکر کرنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نماز جمعہ اور نماز مسافر کی طرح نماز عیدین بھی فرض ہے، مزید برآں قصر فرض نماز میں ہوتا ہے نہ کہ نفل نماز میں۔ قصر کا ذکر بھی نماز عیدین کی فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

ایک مرتبہ عہد رسالت میں 29 رمضان کو چاند نظر نہ آیا۔ اگلے دن سب نے روزہ رکھا۔ دن کے آخری حصہ میں ایک قافلہ آیا۔ قافلہ والوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گواہی دی کہ انہوں نے گذشتہ شام چاند دیکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس دن روزہ کھولنے کا حکم دیا اور اگلے دن عید کیلئے نکلنے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد 1157، نسائی 1558، مسند احمد 3695)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز کیلئے نکلنے کا حکم دینا، اسکی فرضیت پر دلالت کرتا ہے۔

**4.2- تحیۃ المسجد:**

**شافعی مذہب:** تحیۃ المسجد نفل ہے۔ (منہاج الطالبین، صفحہ 16)

**مالکی مذہب:** تحیۃ المسجد نفل ہے۔ (مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 38)

**حنبلی مذہب:** تحیۃ المسجد مستحب ہے۔ (فتح الباری، جز 2، صفحہ 83)

**دین اسلام:** حضرت ابوقتادہؓ مسجد میں داخل ہوئے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے پایا، وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''تمہیں دو رکعت نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع ہوئی''؟ ابوقتادہؓ نے عرض کیا، میں نے آپ ﷺ کو اور لوگوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا (تو میں بھی بیٹھ گیا)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھے نہیں، جب تک دو رکعتیں نہ پڑھ لے''۔
(صحیح مسلم 1655)

ایک شخص جمعہ کے روز (مسجد میں) داخل ہوا۔ نبی کریم ﷺ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ اس شخص نے عرض کیا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر دو رکعتیں پڑھ لو۔ (صحیح بخاری، 930)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب جمعہ کے دن مسجد میں آئے اور امام خطبہ دے رہا ہو تو اسے چاہئے کہ دو رکعتیں پڑھے لیکن ہلکی پڑھے۔ (صحیح مسلم، 2024)

تبصرہ: جو نماز اتنی ضروری ہے کہ خطبہ کے دوران بھی اسے ادا کرنے کا حکم ہے۔ وہ نماز ان مذاہب کیلئے غیر ضروری ہے۔

## 4.3- عیدگاہ میں خواتین کی حاضری:

**شافعی مذہب:** عیدگاہ میں خواتین کی حاضری سنت ہے۔ (منہاج الطالبین، صفحہ 24)

**مالکی مذہب:** جن پر نماز عید فرض ہے، ان پر عید کی دو رکعتیں سنت ہیں۔
(مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 49)

**حنبلی:** عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔ (المقنع لابن قدامۃ، صفحہ 43)

جب عید کی نماز سب مردوں پر ہی فرض نہیں تو عورتیں کس گنتی میں ہیں۔

**دین اسلام:** حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہمیں عید کے دن عیدگاہ جانے کا حکم دیا جاتا تھا، حتیٰ کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم کنواری لڑکی کو بھی اس کے پردے سے نکال کر عیدگاہ لے جائیں بلکہ ہمیں یہاں تک حکم دیا جاتا تھا کہ ہم ان عورتوں کو بھی عیدگاہ لے جائیں جو اذیت ماہانہ میں ہوں۔ ایسی عورتیں لوگوں کے پیچھے بیٹھ جائیں (نماز نہ پڑھیں) لیکن لوگوں کی تکبیر کے ساتھ تکبیر کہتی رہیں، ان کی دعا کے ساتھ دعا مانگیں اور اس دن کی خیر و برکت اور پاکیزگی کی امیدوار رہیں۔ (صحیح بخاری، 324)

ابن عباسؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیدالفطر کی دو رکعت نماز پڑھائی، نہ اس سے پہلے نماز پڑھی اور نہ بعد میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے پاس تشریف لائے، آپؐ کے ساتھ بلالؓ تھے۔ آپؐ نے انہیں نصیحت کی اور صدقہ دینے کا حکم دیا۔ (صحیح بخاری، 1431)

حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں، عید کے دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پہلے نماز پڑھتے پھر خطبہ دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے صدقہ دو صدقہ دو صدقہ دو تو صدقہ دینے والوں میں عورتیں زیادہ ہوتی تھیں۔ (صحیح مسلم 2053)

**تبصرہ:** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدگاہ جانے کا حکم دیا لیکن ان مذاہب نے ان پر عیدگاہ جانا فرض نہیں کیا۔

## 4.4- اذان کا جواب:

**شافعی مذہب:** سننے والے کو موذن کے قول کے مثل کہنا سنت ہے۔

(منہاج الطالبین، صفحہ 4)

**مالکی مذہب:** جواب دینا ضروری نہیں ہے۔ (بلوغ الامانی، جز 3، صفحہ 33)

**حنبلی:** جو شخص اذان سنے، اسکے لیے مستحب ہے کہ وہی کہے جو موذن کہہ رہا ہے۔ (المقنع، صفحہ 23)

**دین اسلام:** حضرت ابوسعیدؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم اذان سنو تو جو موذن کہہ رہا ہے اسی کے مثل کہو۔ (صحیح بخاری، 611)

عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا کہ جب تم موذن کی اذان سنو تو جو کچھ وہ کہہ رہا ہو اسی کے مثل کہو۔ (صحیح مسلم، 849)

تبصرہ: ان مذاہب میں سے کسی نے اذان کے جواب کو فرض قرار نہیں دیا۔

## 4.5- جمعہ کے دن غسل کرنا:

**شافعی مذہب:** غسل جمعہ سنت ہے۔ (منہاج الطالبین، صفحہ 22)

**مالکی مذہب:** جمعہ کے دن غسل کرنا سنت ہے۔ (مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 47)

**حنبلی مذہب:** غسل جمعہ مستحب ہے۔ (المقنع، صفحہ 17)

**دین اسلام:** رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''جمعہ کے دن غسل کرنا ہر بالغ پر فرض ہے''۔
(صحیح بخاری، 858)

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''تم میں سے کوئی شخص جمعہ کی نماز کیلئے آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کرے۔ (صحیح بخاری، 877)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ غسل (جمعہ) کا حکم دیا کرتے تھے۔
(صحیح بخاری، 878)

تبصرہ: احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ غسل جمعہ فرض ہے لیکن کسی مذہب نے اسے فرض نہیں مانا۔

## 4.6- نماز میں اللھم انی اعوذ بک من عذاب جھنم کا پڑھنا

**شافعی مذہب:** درود کے بعد دعا پڑھنا درود کی طرح سنت ہے۔
(منہاج الطالبین، صفحہ 12)

**مالکی مذہب:** جو دعا چاہے پڑھے۔ (مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 47)

**حنبلی مذہب:** اس دعا کا پڑھنا مستحب ہے اور اگر کوئی اور دعا جو حدیث میں وارد ہوئی ہے پڑھ لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ (المقنع، صفحہ 30)

**دین اسلام:** رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں، تم میں سے جب کوئی تشہد سے فارغ ہو، اسے چاہیئے کہ چار چیزوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے:

**اللّٰهم انی اعوذبك من عذاب جهنم ، ومن عذاب القبر، ومن فتنته المخيا و ممات ومن شر فتنته المسيح الدجال۔** (صحیح مسلم، 1324)

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو اس دعا کی تعلیم اس اہتمام سے دیتے تھے جس اہتمام سے آپ ان کو قران کی کسی صورت کی تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ فرماتے تھے اسطرح کہو

**اللّٰهم انی اعوذبك من عذاب جهنم ، ومن عذاب القبر، ومن فتنته المخيا و ممات ومن شر فتنته المسيح الدجال۔** (صحیح مسلم، 1333)

تبصرہ: دعائے مذکور پڑھنا فرض ہے لیکن ان مذاہب میں نہیں۔

## 4.7- سورج گرہن اور چاند گرہن کی نماز:

**شافعی مذہب:** چاند گرہن اور سورج گرہن کی نماز سنت ہے۔ (منہاج الطالبین، صفحہ 25)

**مالکی مذہب:** سورج گرہن کی نماز سنت ہے۔ (مختصر العلامہ خلیل، صفحہ 50)

**حنبلی مذہب:** سورج گرہن کی نماز سنت ہے۔ (مرعاۃ المفاتیح، جز3، صفحہ 370)

**دین اسلام:** ابومسعودؓ کہتے ہیں، جب تم سورج گرہن اور چاند گرہن دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ اور نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری، 1041)

حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم سورج گرہن یا چاند گرہن دیکھو تو نماز پڑھو۔ (صحیح بخاری، 1042)

حضرت مغیرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب تم گرہن دیکھو تو نماز پڑھو اور اللہ سے دعا کرو۔ (صحیح بخاری، 1043)

تبصرہ: گرہن کی نماز فرض ہے کہ لیکن مذاہب نے اسے فرض قرار نہیں دیا۔

قارئین کرام! ان مختصر معروضات سے یہ امر واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے احکامات کو فرض کے درجے سے نکال کر کس طرح انہیں لوگوں کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

## 5- تبلیغی جماعت

دارالعلوم دیوبند کی دعوت کے تحت تبلیغی جماعت اٹھی اور تھوڑے ہی عرصے میں برصغیر پاک و ہند میں پھیل گئی۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ یہ جماعت دینی جذبے سے سرشار ہے اور پوری دنیا میں دین کی دعوت کا پہنچانا ان کا نصب العین ہے۔ تاہم تبلیغی لٹریچر پر نظر ڈالنے سے ایسا لگتا ہے کہ اس میں عقائد کی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ جماعت کی بنیاد فقہ حنفیہ پر ہونے کے ساتھ ساتھ تبلیغی نصاب میں صوفیا اور تصوف کے افکار کی بھرمار ہے اور ایسی حکایات و واقعات بغیر دلیل و سند کے نقل کیے گئے ہیں کہ ان سے اصل اسلامی عقائد کو شدید ٹھیس پہنچتی ہے۔ ذیل میں تبلیغی نصاب سے چند اقتباسات قارئین کرام کی غور و فکر کیلئے درج کیے جا رہے ہیں جو کہ مندرجہ بالا بیان کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں۔

### 5.1- عبادات و ریاضات میں غلو:

نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں: ”کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے اپنی قوم کو ہر بھلائی کی بات بتانہ دی ہو اور ہر بری بات سے ڈرانہ دیا ہو“۔ (صحیح مسلم، 4776)

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے اعمال کی پابندی کرو جتنے اعمال کی تم میں طاقت ہے، اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ تو ثواب دینے سے نہیں اُکتاتا، البتہ تم خود اکتا جاؤ گے۔ یقیناً اللہ کے نزدیک وہی عمل پسندیدہ ہے جس کو ہمیشہ کیا جائے چاہے وہ کم ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ کے اہل بیت جب کوئی عمل کرتے تو اسے تواتر سے کرتے۔

(صحیح مسلم، رقم 1827)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ تین حضرات، نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے

گھروں کی طرف آپ ؐ کی عبادت کے متعلق پوچھنے آئے، جب انہیں نبی کریم ﷺ کا عمل بتایا گیا تو جیسے انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا کہ ہمارا نبی کریم ﷺ سے کیا مقابلہ! آپ ؐ کی تو تمام اگلی پچھلی لغزشیں معاف کردی گئی ہیں۔ان میں سے ایک نے کہا کہ آج سے میں ہمیشہ رات بھر نماز پڑھوں گا۔دوسرے نے کہا کہ میں ہمیشہ روزے سے رہوں گا اور کبھی افطار نہیں کروں گا۔تیسرے نے کہا کہ میں عورتوں سے جدائی اختیار کرلوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے اوران سے پوچھا کیا تم نے ہی یہ باتیں کہی ہیں؟ سن لو! اللہ تعالیٰ کی قسم! میں رب العالمین کو تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اور میں تم سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں۔لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی وہ مجھ میں سے نہیں ہے‘‘۔

(صحیح بخاری، رقم 5063)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اے ایمان والو! اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے‘‘۔ (سورۃ الحجرات، آیت 1)

مندرجہ بالا آیت واحادیث سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ ہوتے ہیں۔

1- کوئی نیکی ایسی نہیں جو رسول اللہ ﷺ نے نہ بتائی ہو اور جو نہیں بتائی وہ نیکی نہیں ہے۔

2- رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں دین ودنیا کا توازن واضح نظر آتا ہے۔انہوں نے ترک دنیا کی تعلیم نہیں دی بلکہ نفس کے حق کو تسلیم کیا۔

3- ایمان والوں پر فرض ہے کہ وہ عبادات کا وہ طریقہ اختیار فرمائیں جو کہ سنت سے ثابت ہے۔جو سنت سے آگے بڑھے گا، اسکا رسول ﷺ سے کوئی تعلق نہیں۔

ان احکامات کی ترجمانی اور بھی دیگر احادیث وآیات سے ہوتی ہے، تاہم یہاں صرف اصول بیان

کرنے کیلئے مندرجہ بالا چند آیات واحادیث سے استفادہ کیا گیا ہے۔ ذیل میں ہم تبلغی نصاب سے چند اقتباسات درج کرتے ہیں اور قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کو پڑھتے ہوئے ان اصولوں کو مدنظر رکھیں جو اوپر بیان ہوئے ہیں اور فیصلہ فرمائیں کہ عبادات کی یہ اقسام کہاں تک حق بجانب ہیں۔

5.1.1- محمد بن سماک فرماتے ہیں کہ کوفہ میں میرا ایک پڑوسی تھا، اسکے ایک لڑکا تھا جو دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا اور رات کو نماز میں اور شوقیہ اشعار میں رہتا، وہ سوکھ کر ایسا ہو گیا کہ صرف ہڈی اور چمڑہ رہ گیا۔ اسکے والد نے مجھ سے کہا کہ تم ذرا اسکو سمجھاؤ۔ میں ایک مرتبہ اپنے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، وہ سامنے سے گزرا، میں نے اسکو بلایا، وہ آیا اور سلام کر کے بیٹھ گیا۔ میں نے کہنا شروع ہی کیا تھا کہ وہ کہنے لگا چچا شاید آپ محنت کی کمی کا مشورہ دیں گے۔ چچا اس محلے کے چند لڑکوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ دیکھیں کون شخص عبادت میں زیادہ کوشش کرتا ہے۔ انہوں نے کوشش اور محنت کی اور وہ اللہ کی طرف بلا لیے گئے، جب وہ بلائے گئے تو بڑی خوشی اور سرور کے ساتھ گئے، اب میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا، میرا عمل دن میں دوبار ان پر ظاہر ہوتا ہوگا، وہ کیا کہیں گے جب اس میں کوتاہی پائیں گے۔ چچا جان ان جوانوں نے بڑے بڑے مجاہدے کیے، ان کی محنتیں اور مجاہدے بیان کرنے لگا، جن کو سن کر ہم متحیر رہ گئے، اس کے بعد وہ لڑکا اٹھ کر چلا گیا، تیسرے دن ہم نے سنا وہ بھی رخصت ہو گیا۔ (فضائل نماز، صفحہ 221)

5.1.2- شیخ عبدالواحد مشہور صوفیا میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ایک روز نیند کا اتنا غلبہ ہوا کہ رات کو اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے، خواب میں دیکھا کہ ایک نہایت حسین خوبصورت لڑکی سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے ہے، جسکے پاؤں کی جوتیاں تک تسبیح میں مشغول رہتی ہیں، کہتی ہے کہ میری طلب میں کوشش کر، میں تیری طلب میں ہوں، اسکے بعد اس نے چند شوقیہ اشعار پڑھے۔ یہ خواب سے اٹھے اور قسم کھالی کہ رات کو نہیں سوؤں گا، کہتے ہیں کہ چالیس برس تک صبح کی نماز عشاء کے وضو سے پڑھی۔ (فضائل نماز، صفحہ 260)

5.1.3- ابوبکر ضریر کہتے ہیں کہ میرے پاس ایک نوجوان غلام رہتا تھا، دن بھر روزہ رکھتا تھا اور رات بھر تہجد پڑھتا تھا، ایک دن وہ میرے پاس آیا اور بیان کیا کہ میں اتفاق سے آج رات سو گیا تھا، خواب میں دیکھا کہ محراب کی دیوار پھٹی اور اس میں سے چند لڑکیاں نہایئت ہی حسین اور خوبصورت ظاہر ہوئیں، مگر ان میں ایک نہایئت بدصورت بھی۔ میں نے ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ اور یہ بدصورت کون ہے؟ وہ کہنے لگیں کہ ہم تیری گذشتہ راتیں ہیں اور یہ تیری آج کی رات ہے۔ (فضائل نماز، صفحہ 261)

5.1.4- ایک سید صاحب کا قصہ لکھا ہے کہ بارہ دن تک ایک ہی وضو سے ساری نمازیں پڑھیں اور پندرہ برس مسلسل لیٹنے کی نوبت نہیں آئی، کئی کئی دن ایسے گذر جاتے کہ کوئی چیز کھانے کی نوبت نہ آتی۔ (فضائل نماز، صفحہ 263)

5.1.5- خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کے بارے میں کہتے ہیں کہ خلافت کے بعد سے جنابت کے غسل کی نوبت نہیں آئی (بیوی سے دور رہے)۔ (فضائل نماز، صفحہ 264)

5.1.6- سعید بن المسیب کے متعلق لکھا ہے کہ پچاس برس تک عشاء اور صبح کی نماز ایک ہی وضو سے پڑھی۔ (فضائل نماز، صفحہ 266)

5.1.7- ابوالمعتمر کے بارے میں لکھا ہے کہ چالیس برس تک ایک ہی وضو سے نماز عشاء اور نماز فجر پڑھی۔ (فضائل نماز، صفحہ 266)

5.1.8- امام ابوحنیفہ کے متعلق تو کثرت سے یہ چیز نقل کی گئی ہے کہ تیس یا چالیس یا پچاس برس عشاء اور صبح ایک وضو سے پڑھی۔ (فضائل نماز، صفحہ 266)

5.1.9- حضرت امام شافعی کا معمول تھا کہ رمضان میں ساٹھ قران شریف نماز میں پڑھتے تھے۔ (فضائل نماز، صفحہ 266)

5.1.10- ابوعتاب سلمی چالیس برس تک رات بھر روتے تھے اور دن کو روزہ رکھتے تھے۔ (حوالہ مذکور)

5.1.11- حضرت اویس قرنی مشہور بزرگ اور افضل ترین تابعی ہیں، بعض مرتبہ رکوع کرتے اورتمام رات اسی حالت میں گزار دیتے، کبھی سجدے میں یہ حالت ہوتی کہ تمام رات سجدے میں گزار دیتے۔ (فضائل نماز، صفحہ 282)

5.1.12- ایک بزرگ کی خدمت میں ایک شخص ملنے آیا، وہ ظہر کی نماز میں مشغول تھے، وہ انتظار میں بیٹھ گیا، جب نماز سے فارغ ہوئے تو نفلوں میں مشغول ہو گئے اور عصر تک نفلیں پڑھتے رہے، یہ انتظار میں بیٹھا رہا، نفلوں سے فارغ ہوئے تو عصر کی نماز شروع کر دی اور اس سے فارغ ہوکر ذکر میں مشغول ہو گئے اور مغرب تک مشغول رہے، پھر مغرب کی نماز پڑھی اور نفلیں شروع کر دیں، عشاء تک مشغول رہے، یہ بیچارہ انتظار میں بیٹھا رہا، عشاء کی نماز پڑھ کر پھر نفلوں کی نیت باندھ لی اور صبح تک اس میں مشغول رہے، پھر صبح کی نماز پڑھی اور ذکر شروع کر دیا اور درود و وظائف پڑھتے رہے بیٹھے بیٹھے آنکھ جھپک گئی تو فوراً آنکھوں کو ملتے ہوئے اٹھے تو استغفار کرنے لگے اور یہ دعا پڑھی ''اللہ سے پناہ مانگتا ہوں ایسی آنکھ سے جو نیند سے بھرتی نہیں''۔

(فضائل نماز، صفحہ 284)

5.1.13- سہل بن عبداللہ تستری پندرہ دن میں ایک مرتبہ کھانا تناول فرماتے تھے اور رمضان المبارک میں ایک لقمہ، البتہ روزانہ اتباع سنت کی وجہ سے محض پانی سے روزہ افطار فرماتے تھے۔ حضرت جنید ہمیشہ روزہ رکھتے تھے لیکن دوستوں میں سے کوئی آتا تو اسکی وجہ سے روزہ افطار کرتے تھے۔ (فضائل رمضان، صفحہ 593)

## 5.2- نماز میں انہماک

انسان چونکہ فطرتاً کمزور پیدا ہوا ہے اسلیئے اسکے اندر قدرتی کمزوریاں پائی جاتی ہیں اور اسلام نے ان کمزوریوں کو تسلیم کیا ہے۔ تاہم فضائل اعمال کے کردار ان کمزوریوں سے بھی مبرا ہیں۔

انسؓ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب نے بدر میں پڑاؤ ڈالا تو

ان کے پاس قریش کے پانی لانے والے اونٹ آئے۔ان میں بنوحجاج کا ایک سیاہ فام غلام بھی تھا تو انہوں نے اسے پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب اس سے ابوسفیان اور اسکے ساتھیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے لگے تو وہ کہنے لگا: مجھے ابوسفیان کا تو پتہ نہیں ہے، البتہ ابوجہل عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف یہاں (قریب موجود) ہیں۔ جب اس نے یہ کہا تو وہ اسے مارنے لگے۔اس پر اس نے کہا کہ ہاں تمہیں بتاتا ہوں کہ ابوسفیان ادھر ہے۔ جب انہوں نے اسے چھوڑا اور (دوبارہ) پوچھا تو اس نے کہا: ابوسفیان کا تو مجھے پتہ نہیں البتہ ابوجہل، عتبہ، شیبہ اور امیہ بن خلف یہاں لوگوں میں موجود ہیں۔ جب اس نے پھر یہ بات کی تو وہ اسے مارنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے، آپؐ نے جب سلام پھیرا تو فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جب وہ سچ کہتا ہے تو تم اسے مارتے ہو اور جب وہ تم سے جھوٹ بولتا ہے تو اسے چھوڑ دیتے ہو۔ (صحیح مسلم، رقم حدیث 4621)

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے اندر دھیان بٹ جانا ایک فطرتی عمل ہے۔ لیکن چند واقعات فضائل اعمال سے ملاحظہ فرمائیں۔

5.2.1- ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ ان کے پاؤں میں پھوڑا نکل آیا۔طبیبوں نے کہا: اگر ان کا پاؤں نہ کاٹا گیا تو ہلاکت کا اندیشہ ہے۔ یہ سن کی والدہ نے کہا: ابھی ٹھہر جاؤ، جب یہ نماز کی نیت باندھ لیں تو کاٹ لینا، چنانچہ ایسے ہی کیا گیا، ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

(فضائل نماز، صفحہ 263)

5.2.2- مسلم بن یسار جب نماز پڑھتے تو گھر والوں سے کہہ دیتے تم باتیں کرتے رہو، مجھے تمہاری باتوں کا پتہ نہیں چلے گا۔ ربیع کہتے ہیں کہ جب میں نماز میں ہوتا ہوں تو مجھ پر اس کا فکر سوار ہوتا ہے کہ مجھ سے کیا کیا سوال و جواب ہوگا۔ عامر بن عبداللہ جب نماز پڑھتے تو گھر والوں کی باتوں کی تو کیا خبر ہوتی، ڈھول کی آواز کا بھی پتہ نہیں چلتا۔کسی نے ان سے پوچھا کہ تمہیں نماز میں کسی چیز کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا: ہاں مجھے اس کی خبر ہوتی ہے کہ ایک دن اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہونا ہے اور دونوں گھروں جنت یا دوزخ میں سے ایک میں جانا ہوگا۔انہوں نے عرض کیا: یہ نہیں

پوچھتا۔ ہماری باتوں میں کسی کی خبر ہوتی ہے؟ فرمایا کہ مجھ میں نیزوں کی بھالیں گھس جائیں یہ زیادہ اچھا ہے اس سے کہ مجھے نماز میں تمہاری باتوں کا پتہ چلے۔ایک صاحب سے پوچھا گیا کہ تمہیں نماز میں دنیا کا خیال آتا ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہ نماز میں آتا ہے اور نہ بغیر نماز کے۔ (فضائل نماز،صفحہ 284)

## 5.3- مکاشفہ اور علم الغیب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

''(اے رسولؐ) آپ کہہ دیجیے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کرتا ہوں، آپ کہہ دیجیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہوسکتے ہیں سو کیا تم غور نہیں کرتے''؟ (سورۃ الانعام،آیت 50)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں، ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ تعالیٰ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہے اور جو کچھ دریاؤں میں ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسکو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تر اور خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں لکھا ہوا ہے''۔ (سورۃ الانعام،آیت 59)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''آپ فرما دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کیلئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا، مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا ہو اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سا منافع حاصل کر لیتا اور کوئی نقصان مجھ کو نہ پہنچتا۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں اُن لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں''۔ (سورۃ الاعراف،آیت 188)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے۔ اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام باتوں سے خبردار ہے''۔ (سورۃ توبہ، آیت 78)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(اے رسول) کہہ دیجے کہ آسمان والوں میں سے اور زمین والوں میں سے کوئی کچھ نہیں جانتا سوائے اللہ کے۔ انہیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ کب اٹھا کر کھڑے کیے جائیں''۔
(سورۃ النمل، آیت 65)

مندرجہ بالا آیات سے یہ امر روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ غیب کا جاننے والا صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ اور کسی کو اس علم میں دسترس نہیں۔ تاہم فضائل اعمال میں ایسے صوفیوں کے قصے بے شمار ہیں جن کو غیب کی اخبارات میں تسلط ہے۔ ایسے لوگوں کو اصحاب کشف کہا جاتا ہے۔ یہ اصطلاح صوفیوں میں بہت عام ہے اور اہل کشف حضرات وہ کچھ دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں جسکا تصور ایک عام شخص نہیں کر سکتا۔ ان کے زعم باطل کے مطابق کشف کی مثال وحی کی صداقت جیسی ہے اور اس سے یقینی علم حاصل ہوتا ہے، حالانکہ ان کا یہ مفروضہ غلط ہے۔ مشہور لبنانی محقق ڈاکٹر صبحی صالح تحریر فرماتے ہیں: ''جو شخص بھی کشف کا مدعی ہے ہم آسانی سے اس کو کشف کا مفہوم سمجھا سکتے ہیں اور اس پر یہ حقیقت الم نشرح کر سکتے ہیں کہ کشف و وحی دونوں ایک چیز نہیں۔ جہاں تک کشف کا تعلق ہے، اس کی دلالت اپنے مفہوم پر واضح اور متعین نہیں ہوتی۔ کشف اکثر اوقات محنت و مشقت، روحانی ریاضت یا طویل سوچ بچار کا ثمرہ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کشف کے ذریعے نفس انسانی میں نہ یقین کامل پیدا ہوتا ہے اور نہ مکمل شک و شبہ۔ بخلاف ازیں کشف ایک شخصی اور ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور وہ کسی بلند پایہ ماخذ و مصدر سے حقیقت کو حاصل نہیں کرتا۔ عجیب بات یہ ہے کہ جو لوگ کشف و الہام کو مانتے ہیں وہ بھی ان کے مفہوم کو واضح نہیں کر سکتے۔ کیونکہ یہ الفاظ لاشعور کے خانہ میں جاگزیں ہوتے ہیں۔ اور لاشعور تو اپنے نام کی طرح لاشعور ہوا

جو عقل وشعور سے کوسوں دور ہے۔'' (علوم القران، صفحہ 38)

ذیل میں ہم فضائل اعمال سے چند اقتباسات نقل کرتے ہیں جن سے قارئین کرام کو اندازہ ہوگا کہ ان کے صوفیائے کرام اور دیگر برگزیدہ ہستیوں کی دسترس سے کوئی چیز بھی باہر نہیں۔

5.3.1- تذکرۃ الخلیل یعنی سوانح حضرت اقدس خلیل احمد جناب نور اللہ مرقدہ میں بروایت ظفر احمد صاحب لکھا ہے کہ حضرت کے پانچویں حج میں جس وقت حضرت محترم مسجد الحرام میں طواف قدوم کے لیے تشریف لائے تو احقر محبّ الدین صاحب (مشہور صاحب کشف) کے پاس بیٹھا تھا۔ وہ اس وقت درود کی کتاب کھولے اپنے ورد پڑھ رہے تھے کہ دفعۃً میری طرف مخاطب ہو کر فرمانے لگے: اس وقت حرم میں کون آ گیا کہ سارا حرم نور سے بھر گیا۔ اتنے میں خلیل اللہ صاحب ان کے پاس سے گزرے تو وہ کھڑے ہو گئے اور ہنس کر فرمانے لگے کہ میں بھی تو کہوں کہ آج حرم میں کون آ گیا ہے۔ (فضائل ذکر، صفحہ 352)

5.3.2- شیخ ابو یزید قرطبی فرماتے ہیں: میں نے یہ سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھے، اسکو دوزخ کی آگ سے نجات ملے گی۔ میں نے یہ خبر سن کر ایک نصاب یعنی ستر ہزار کی تعداد اپنی بیوی کیلئے بھی پڑھا اور کئی نصاب خود اپنے لیے پڑھ کر ذخیرہ آخرت بنایا۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ یہ صاحب کشف ہے، جنت دوزخ کا بھی اسکو کشف ہوتا ہے، مجھے اسکی صحت میں کچھ تردد تھا۔ ایک دفعہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا، دفعۃً اس نے ایک چیخ ماری اور اسکا سانس پھولنے لگا اور کہا کہ میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے، اسکی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ میں اسکی حالت دیکھ رہا تھا، میں نے سوچا کہ ایک نصاب اس کی ماں کو بخش دوں جس سے اسکی سچائی کا مجھے تجربہ ہو جائے گا۔ چنانچہ میں نے ایک ستر ہزار کا نصاب ان نصابوں میں سے جو اپنے لیے پڑھے تھے، اسکی ماں کو بخش دیا، میں نے اپنے دل میں چپکے سے بخشا تھا اور میرے پڑھنے کی سوائے اللہ کے کسی کو خبر بھی نہیں تھی۔ مگر وہ نوجوان فوراً کہنے لگا، چچا میری ماں دوزخ سے ہٹا دی گئی۔ قرطبی کہتے ہیں کہ مجھے اس قصے سے دو

فائدے ہوئے؛ ایک تو اس برکت کا جو ستر ہزار کی مقدار پر میں نے سنی تھی اسکا تجربہ ہوا اور دوسرا اس نوجوان کا یقین ہو گیا۔ (فضائل ذکر، صفحہ 404)

5.3.3- ایک معتمد دوست نے راقم سے ایک خوشنویس لکھنؤ کی حکایت بیان کی، ان کی عادت تھی کہ جب صبح کے وقت کتابت شروع کرتے تو اول ایک بار درود شریف ایک بیاض پر جو اسی غرض سے بنائی تھی، لکھ لیتے، اس کے بعد کام شروع کرتے، جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو غلبہ فکر آخرت سے خوفزدہ ہو کر کہنے لگے کہ دیکھیے وہاں جا کر کیا ہوتا ہے۔ ایک مجذوب آ نکلے اور کہنے لگے: بابا کیوں گھبراتا ہے، وہ بیاض سرکار میں پیش ہے اور وہ اس پر صاد بن رہے ہیں۔

(فضائل درود شریف، صفحہ 736)

5.3.4- حضرت عبدالواحد بن زید جو مشائخ چشتیہ کے مشہور بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ میں تین رات تک مسلسل یہ دعا کرتا رہا کہ یا اللہ! جو جنت میں میرا رفیق ہو اس سے ملاقات کرادے۔ تین دن بعد مجھے بتایا گیا کہ تیری ساتھی میمونہ سودا ہے۔ (فضائل صدقات، صفحہ 628)

5.3.5- حضرت شبلی فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ میرے دل نے کہا کہ تو بخیل ہے؛ مگر میرے نفس نے کہا کہ نہیں بخیل نہیں ہوں، میرے دل نے پھر کہا کہ تو بخیل ہے، میں نے اس کو جانچنے کیلئے یہ ارادہ کر لیا کہ سب سے پہلے میرے پاس جو کچھ آئے گا، میں سب کا سب اس فقیر کو دے دوں گا جو مجھے سب سے پہلے ملے گا، میری یہ نیت پوری بھی نہیں ہونے پائی تھی کہ مجھے ایک شخص نے پچاس دینار نذر کیے۔ میں نے وہ لے لیے اور اپنی نیت کے موافق کسی فقیر کی تلاش میں نکلا۔ سب سے پہلے مجھے ایک نابینا فقیر ملا جو ایک حجام سے حجامت بنوا رہا تھا۔ میں نے وہ سب کے سب اس نابینا کو دے دیے۔ اس نے کہا کہ یہ اس حجام کو دے دو۔ میں نے کہا کہ پچاس اشرفیاں؟ (اتنی اشرفیاں اجرت میں دی جاتی ہیں؟) نابینا نے اوپر کو سر اٹھا کر کہا: ہم نے کہا نہیں تھا کہ تو بخیل ہے؟ (گویا اسے خبر تھی کہ اس کے دل میں کیا ہے)۔

(فضائل صدقات، صفحہ 633)

5.3.6- حضرت فضیل بن عیاض عرفات کے میدان میں غروب تک بالکل چپ رہے اور جب آفتاب غروب ہوگیا تو فرمانے لگے: ''اے اللہ! اگرچہ تو نے معاف فرمادیا لیکن میری بدحالی پر پھر بھی افسوس ہے''۔ (فضائل حج، صفحہ 842)

5.3.7- شیخ بنان فرماتے ہیں کہ میں مصر سے حج کو جارہا تھا، میرا توشہ میرے ساتھ تھا۔ راستہ میں ایک عورت ملی، کہنے لگی: بنان! تم تو مزدور ہی نکلے توشہ لادے لیے جارہے ہو، تمہیں یہ وہم ہے کہ وہ تمہیں روزی نہیں دے گا، میں نے اسکی بات سن کر اپنا توشہ پھینک دیا۔ تین دن تک مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، راستہ میں چلتے چلتے مجھے ایک پازیب پڑا ہوا ملا، میں نے یہ سوچ کر اٹھالیا کہ اس کا مالک مل جائے تو اسے دوں، وہ شاید اس پر مجھے کچھ دے دے، تو وہ عورت پھر سامنے آگئی؛ کہنے لگی: تم تو دکاندار ہی نکلے کہ شاید پازیب کے بدلے کچھ دے دے، اسکے بعد اس عورت نے میری طرف کچھ درہم پھینک دیے کہ لو انہیں خرچ کرتے رہو۔ میں انہیں خرچ کرتا رہا اور واپسی میں مصر تک انہوں نے مجھے کام دیا۔ (فضائل حج، صفحہ 871)

## 5.4- موت کا علم:

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''بیشک اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے، وہی بارش نازل فرماتا ہے، وہ جانتا ہے کہ رحم مادر میں کیا ہے، کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا نہ کوئی جانتا ہے کہ وہ کس زمین میں مرے گا، اللہ ہی جاننے والا باخبر ہے''۔ (سورۃ لقمان، آیت 34)

مندرجہ بالا آیت کی رو سے کوئی نفس اپنی موت کے وقت اور جگہ کو نہیں جانتا، تاہم فضائل اعمال کے بزرگان اس بات سے بھی پوری طرح باعلم ہوتے ہیں۔

5.4.1- ابوسعید خزار فرماتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں تھا، ایک مرتبہ باب بنی شیبہ سے گزر رہا تھا کہ میں نے ایک نوجوان کی نعش رکھی ہوئی دیکھی، جو نہایت حسین چہرہ والا تھا، میں نے جو اس کے چہرے کو غور سے دیکھا تو وہ تبسم کرتے ہوئے کہنے لگا، تمہیں معلوم نہیں کہ عشاق مرتے نہیں بلکہ وہ

زندہ ہی رہتے ہیں، اگرچہ ظاہر میں مرجائیں۔ ان کی موت ایک عالم سے دوسرے عالم میں انتقال ہوتا ہے۔ (فضائل حج، صفحہ 883)

5.4.2- شیخ ابو یعقوب سنوسی فرماتے ہیں کہ میرے پاس ایک مرید مکہ مکرمہ میں آیا اور کہنے لگا کہ اے استاد! میں کل ظہر کے وقت مرجاؤں گا۔ یہ اشرفی لے لیجیے، اس میں نصف قبر کھودنے والے کی اجرت ہے اور نصف کفن وغیرہ کی قیمت ہے، جب دوسرے دن ظہر کا وقت آیا وہ مسجد حرام میں آیا اور طواف کیا اور تھوڑی دور جا کر مرگیا۔ میں نے اس کی تجہیز و تکفین کی، جب اس کو قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا: کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہے؟ کہنے لگا: ہاں! میں زندہ ہوں اور اللہ جل شانہ کا ہر عاشق زندہ ہوتا ہے۔ (فضائل حج، صفحہ 883)

## 5.5- قبر پرستی:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''وہ مردہ ہیں، زندہ نہیں ہیں اور وہ نہیں جانتے کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے''۔

(سورۃ النحل، آیت 21)

تاہم تبلیغی نصاب کے بزرگ جو کہ قبر میں ہیں وہ نہ صرف سب کچھ سنتے اور جانتے ہیں بلکہ اب بھی سوال کرنے والوں کو صدقہ دیتے ہیں۔ چند اقتباسات فضائل اعمال و صدقات سے ملاحظہ فرمائیں۔

5.5.1- ابو حفص سمرقندی لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت مالدار تھا۔ اس کے دو بیٹے تھے۔ جب اسکا انتقال ہوا تو میراث آدھا آدھا تقسیم ہوا۔ اس میں تین موئے مبارک بھی تھے۔ چھوٹا بھائی اس بات پر راضی ہوگیا کہ موئے مبارک وہ رکھ لے اور سارا مال بڑا بھائی رکھ لے۔ کچھ عرصہ بعد بڑا بھائی کنگال ہوگیا اور چھوٹا مالدار ہوگیا۔ جب اس کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور اقدس کی خواب میں زیارت کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو، اسکی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ جل شانہ سے دعا کیا کرے۔ (فضائل درود، صفحہ 745)

ربیعہ بن خراش فرماتے ہیں: میں نے علیؓ کو فرماتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر جھوٹ مت بولو کیونکہ جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری، رقم 106)

5.5.2- عرب کی ایک جماعت مشہور سخی کریم کی قبر کی زیارت کو گئی، دور کا سفر تھا، رات کو وہاں ٹھہرے، ان میں سے ایک شخص نے قبر والے کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کو کہہ رہا ہے کہ کیا تو اپنے اونٹ کو میرے بختی اونٹ کے بدلے میں فروخت کرتا ہے؟ خواب دیکھنے والے نے خواب میں ہی معاملہ کرلیا، وہ صاحب قبر اٹھا اور اس کے اونٹ کو ذبح کر دیا۔ جب یہ اونٹ والا نیند سے اٹھا تو اس کے اونٹ کے خون جاری تھا، اس نے اٹھ کر اسکو ذبح کیا اور گوشت تقسیم کر دیا۔ سب نے پکایا، کھایا، یہ لوگ وہاں سے واپس ہوگئے۔ جب وہ لوگ اگلی منزل پر پہنچے تو ایک شخص بختی اونٹ پر سوار ملا جو یہ تحقیق کر رہا تھا کہ فلاں نام کا کوئی شخص تم میں ہے؟ اس خواب والے شخص نے کہا کہ یہ میرا نام ہے، اس نے پوچھا کہ تو نے فلاں قبر والے کے ہاتھ کچھ فروخت کیا تھا؟ خواب دیکھنے والے نے خواب کا قصہ سنایا۔ جو شخص اونٹ پر سوار تھا اس نے کہا کہ وہ میرے باپ کی قبر تھی۔ یہ اسکا بختی اونٹ ہے، اس نے مجھے خواب میں کہا کہ اگر تو میری اولاد ہے تو میرا بختی اونٹ فلاں شخص کو دے دے، تیرا نام لیا تھا، یہ بختی اونٹ تیرے حوالے ہے، یہ کہہ کر وہ اونٹ دے کر چلا گیا۔

(فضائل صدقات، صفحہ 589)

5.5.3- مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے، جو اہل ضرورت اور فقراء کیلئے چندہ کر دیا کرتے تھے، جب کسی کو کوئی حاجت پیش آتی تو وہ ان سے کہتا، وہ اہل ثروت لوگوں سے مانگ کر اسکو دے دیا کرتے تھے۔ ایک فقیر ان کے پاس آیا تو کہا کہ میرا لڑکا پیدا ہوا ہے اور میرے پاس اسکی اصلاح کیلئے کچھ بھی نہیں ہے۔ یہ صاحب اٹھے اور لوگوں سے مانگا لیکن کچھ بھی نہ ملا۔ یہ سب سے مایوس ہوکر ایک سخی کی قبر پر گئے اور اسکی قبر پر بیٹھ کر سارا قصہ بیان کیا اور وہاں سے اٹھ کر چلے آئے۔ واپس آ کر اپنے پاس سے ایک دینار نکالا، اس کو توڑ کر دو ٹکڑے کیا، ایک اپنے پاس رکھ لیا اور ایک فقیر کو دے دیا کہ قرض دیتا ہوں، اس سے کام چلا لو، جب تمہارے پاس ہو جائیں تو میرا قرضہ

دے دینا۔ رات کو قبر والے کو خواب میں دیکھا، وہ کہہ رہا تھا میں نے تمہاری بات سن لی تھی مگر مجھے جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی۔ تم میرے گھر والوں کے پاس جاؤ اور انہیں کہو کہ گھر میں فلاں جگہ پر جو چولھا بن رہا ہے، اس کے نیچے ایک چینی کا مرتبان گڑھا ہوا ہے، اس میں پانچ سو اشرفیاں ہیں، وہ اس فقیر کو دے دیں۔ وہ صبح ان کے گھر گئے، گھر والوں سے سارا قصہ بیان کیا، گھر والوں نے وہ جگہ کھود کر اشرفیاں اسکے حوالے کر دیں۔ اس شخص نے کہا کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں، اسکے مالک تم لوگ ہو، میں صرف ایک خواب کی بدولت یہ نہیں لے سکتا لیکن گھر والوں نے اصرار کیا کہ وہ مر کر بھی سخاوت کر رہا ہے تو کتنی بے غیرتی ہے کہ ہم زندہ ہو کر بھی نہ کریں یہ کہہ کر اشرفیاں اسکے حوالے کر دیں۔ (فضائل صدقات، صفحہ 592)

مندرجہ بالا واقعہ میں یہ جملہ موجود ہے کہ خواب کوئی شرعی چیز نہیں تاہم فضائل درود شریف تو خوابوں کا مجموعہ ہے جس میں مختلف قسم کے درود لوگوں کو خواب میں سکھائے گئے ہیں۔

## 5.6- ابدال:

چونکہ فضائل اعمال پر تصوف کی چھاپ حد سے زیادہ ہے، اس لیے صوفیوں کے قصے اور کرامات جابجا نظر آتے ہیں، اور ان کی خود ساختہ اصطلاحات (ابدال، غوث وغیرہ جن کا ذکر تصوف کے بیان میں آئے گا) کا استعمال بھی کیا گیا ہے۔ انکے ایک مشہور عالم کی ایک تقریر انٹرنیٹ پر موجود ہے جس میں انہوں نے ایک بزرگ کے عرس کے پروگرام میں شرکت کی اور اسی تقریر کے دوران قطب، غوث، ابدال، فرد وغیرہ پر ایسی تمہید باندھی کہ دربار موہری شریف کے متولی بھی کہنے لگے کہ ہمارے عقائد اور ان کے عقائد میں ایک پگڈنڈی کا بھی فرق نہیں ہے۔

ابو داؤد حدیث نمبر 4286 اور مشکوۃ المصابیح حدیث نمبر 6277 میں شام کے ابدالوں (شکرگزار، عبادت گزار لوگوں) کا لفظ ہے مگر یہ دونوں احادیث ضعیف ہیں۔ اسی طرح باقی ایجاد کردہ اصطلات کا بھی یہی حال ہے تاہم تبلیغی نصاب میں ان کے ابدال خضرؑ سے ملاقات بھی کرتے ہیں۔

جیسا کہ صحیح مسلم حدیث نمبر 4776 کے حوالے سے گزرا ہے کہ ہر نیکی کا بتانا ہر نبی پر فرض ہوتا ہے اور جو وہ نہ بتائے، وہ نیکی نہیں ہوتی۔ تاہم مندرجہ ذیل واقعات پر غور فرمایئے جو صاحب فضائل اعمال نے درج کیے ہیں۔

5.6.1- ابدال میں سے ایک بزرگ نے حضرت خضر علیہ السلام سے درخواست کی کہ مجھے کوئی عمل بتایئے جو میں رات میں کیا کروں۔ انہوں نے کہا مغرب سے عشا تک نفلوں میں مشغول رہو، کسی شخص سے بات نہ کرو، ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ھواللہ پڑھو (اسی طرح لمبی نماز کی تعلیم دی)۔ بعض لوگوں نے اس کا تجربہ کیا، انہوں نے دیکھا کہ وہ جنت گئے، وہاں انبیائے کرام اور سید الکونین کی زیارت ہوئی۔ (فضائل درود شریف، صفحہ 701)

5.6.2- ابدال میں سے ایک شخص نے خضر علیہ السلام سے دریافت کیا کہ آپ نے اپنے سے زیادہ مرتبہ والا کوئی شخص دیکھا ہے؟ فرمانے لگے ہاں دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں حاضر تھا، وہاں محدث عبدالرزاق حدیث کا درس دے رہے تھے۔ سب توجہ سے سن رہے تھے اور مجمع لگا تھا۔ ایک شخص سر جھکائے الگ بیٹھا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم دیکھتے نہیں سارا مجمع درس سن رہا ہے، تم نہیں سنتے؟ کہنے لگا، اس جگہ وہ لوگ ہیں جو رزاق کے عبد سے حدیثیں سنتے ہیں اور یہاں وہ ہیں جو رزاق سے حدیثیں سنتے ہیں۔ خضرؑ نے اس سے کہا اگر تمہاری بات سچ ہے تو بتاؤ میں کون ہوں! اس نے سر اٹھایا اور کہا کہ آپ خضر ہیں۔ اس سے میں نے جانا کہ مجھ سے بڑھ کر بھی ذی علم لوگ ہیں۔ (فضائل حج، صفحہ 787)

## 5.7- متفرق مضامین:

تبلیغی نصاب میں کچھ ایسے قصے کہانیاں بھی درج ہیں جن کا نہ کوئی سر ہے اور نہ پیر۔ چند واقعات مثال کے طور پر درج کیے جاتے ہیں۔

5.7.1- ایک کافر بادشاہ کا قصہ لکھا ہے کہ نہایت متشدد اور متعصب تھا، اتفاق سے مسلمانوں کی ایک لڑائی میں گرفتار ہو گیا، چونکہ مسلمانوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچ چکی تھیں اس لیے انتقام کا

جوش بھی ان میں بہت تھا، اس کو ایک دیگ میں ڈال کر آگ پر رکھ دیا، اول اس نے اپنے بتوں کو پکارنا شروع کیا اور مدد چاہی، کچھ نہ بن پڑا تو وہیں مسلمان ہوا اور لا الہ الا اللہ کا ورد شروع کیا، لگا تار پڑھ رہا تھا اور ایسی حالت میں جس جوش اور خلاص کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے؛ ظاہر ہے، فوراً اللہ شانہ کی طرف سے مدد ہوئی، اس زور کی بارش ہوئی کہ وہ آگ بجھ گئی اور دیگ بھی ٹھنڈی ہوگئی، اس کے بعد زور کی آندھی چلی اور وہ دیگ اڑی اور دور کسی شہر میں جہاں سب کافر تھے جا کر گری یہ شخص لگا تار کلمہ پڑھتا رہا۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہوئے اور اس کی روداد سن کر سب مسلمان ہوگئے۔ (فضائل ذکر، صفحہ 409)

5.7.2- صوفیاء نے اسم اعظم کے بارے میں عجیب وغریب چیزیں مشہور کی ہیں جن کو من وعن مولوی زکریا صاحب نے بیان کردیا ہے اور ذرہ بھی تحقیق گوارہ نہیں کی۔ اہل تصوف نے اسم اعظم کے حاملین کو غیر معمولی اوصاف کا مالک قرار دیا ہے اور عجیب وغریب کرامات ان سے منسوب کی ہیں اور اسکے علم کو نہایت خفیہ گردانا ہے۔ ملاحظہ ہو فضائل اعمال کی مندرجہ ذیل عبارت جس میں اسم اعظم کے حصول کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اسم اعظم معلوم ہونے کیلئے بڑی اہلیت اور بڑے ضبط وتحمل کی ضرورت ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کو اسم اعظم آتا تھا، ایک فقیر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے تمنا واستدعا کی کہ مجھے بھی سکھا دیجیے۔ ان بزرگ نے فرمادیا کہ تم میں اہلیت نہیں ہے۔ فقیر نے کہا کہ مجھ میں اسکی اہلیت ہے، تو بزرگ نے فرمایا: اچھا فلاں جگہ جا کر بیٹھ جاؤ اور جو واقعہ وہاں پیش آئے، مجھے اسکی خبر دو۔ فقیر اس جگہ گئے، دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص گدھے پر لکڑیاں لادے ہوئے آرہا ہے، سامنے سے ایک سپاہی آیا، جس نے اس بوڑھے کی مار پیٹ کی اور لکڑیاں چھین لیں، فقیر کو اس سپاہی پر بہت غصہ آیا۔ واپس آکر بزرگ سے سارا قصہ بیان کیا اور کہا کہ اگر مجھے اسم اعظم آجاتا تو اس سپاہی کیلئے بددعا کرتا۔ بزرگ نے کہا کہ اس لکڑی والے سے ہی میں نے اسم اعظم سیکھا ہے۔ (فضائل ذکر، صفحہ 418)

حیرت کی بات ہے کہ ان اسرائیلیات پر تو شیخ الحدیث یقین کرتے ہیں لیکن جو

احادیث صحیحہ میں اسم اعظم کی تعلیم ہے اسے زندگیوں میں نافذ کرنے کا حکم نہیں دیتے۔ مثلاً مندرجہ ذیل حدیث میں جو کلمات ہیں اسے ہر دعا میں پڑھنا چاہئے۔ بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ان کلمات کے ساتھ اللهم انی اسالك بانی اشهد انك انت الله لااله الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد دعا کرتے سنا تو فرمایا کہ قسم ہے اس رب کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس شخص نے اللہ سے اس کے اس اسم اعظم کے وسیلے سے مانگا ہے کہ جب بھی اسکے ذریعے دعا کی گئی ہے اس نے وہ دعا قبول کی ہے۔ (سنن ترمذی 3475، ابوداؤد 1493، ابن ماجہ 3857، صحیح)

5.7.3- سروق بیان کرتے ہیں کہ میں نے عائشہؓ سے پوچھا کہ اے ام المومنین! کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں اپنے رب کو دیکھا تھا؟ عائشہؓ نے کہا ''تم نے ایسی بات کہی کہ میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے جو شخص یہ کہتا ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج کو اپنے رب کو دیکھا تھا وہ جھوٹا ہے''۔ (صحیح بخاری، رقم حدیث 4855)

مندرجہ بالا بات کی تائید صحیح مسلم کی حدیث نمبر 444 سے بھی ہوتی ہے۔ تاہم تبلیغی نصاب کے مجنون آدمی میں بھی اتنی سکت ہے کہ وہ اللہ رب العزت کو دیکھ سکتا ہے۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں:

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ دیکھا کہ ایک مجنون شخص ہے، لڑکے اس کو ڈھیلے مار رہے ہیں، میں نے ان کو دھمکایا۔ وہ لڑکے کہنے لگے کہ یہ شخص یوں کہتا ہے کہ میں خدا کو دیکھتا ہوں، میں اس کے قریب گیا تو وہ کچھ کہہ رہا تھا، میں نے غور سے سنا تو کہہ رہا تھا کہ تو نے بہت ہی اچھا کیا کہ ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا۔ میں نے کہا یہ لڑکے تجھ پر ایک تہمت لگاتے ہیں، کہنے لگا: کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا: یہ کہتے ہیں کہ تم خدا کو دیکھنے کے مدعی ہو۔ یہ سن کر اس نے ایک چیخ ماری اور کہا: شبلی اس ذات کی قسم جس نے اپنی محبت میں مجھ کو شکستہ حال بنا رکھا ہے اور اپنے قرب و بعد میں مجھے بھٹکا رکھا ہے، اگر تھوڑی دیر بھی وہ مجھ سے غائب ہو جائے تو میں درد فراق سے ٹکڑے

ٹکڑے ہوجاؤں۔ (فضائل ذکر، صفحہ 478)

5.7.4- روزہ افطار کرنے کی دعا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ مشہور دعا یہ ہے اللھم انی لك صمت و بك امنت و علیك تو کلت و علی رزقك افطرت (یہ حدیث ضعیف ہے، اس کے راوی معاذ ایک تو لین الحدیث ہیں اور دوسرے ارسال کیے ہوئے ہیں۔ سنن ابوداؤد، رقم حدیث 2358 وتحفۃ الاشراف، رقم 1944)۔ پھر لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن عمرو بن العاص افطار کے وقت یہ دعا کرتے تھے اللھم انی اسالك بر حمتك التی وسعت کل شی ان تغفرلی (اس حدیث کو ابن ماجہ نے بیان کیا ہے، اسکے ایک راوی اسحاق بن عبیداللہ ضعیف ہیں۔ سنن ابن ماجہ رقم 1753، ارواء الغلیل، رقم 921، تحفۃ الاشراف: 8842)۔ لیکن حیرت کی بات ہے کہ اس باب میں جو سب سے زیادہ صحیح روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے، اسکا ذکر نہیں کیا۔ عبداللہ بن عمرؓ جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھتے ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ شَاءَ اللّٰه (ابوداؤد، رقم 2357، سندہ صحیح)

5.7.5- ابن ابی ملکیہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہؓ کی وفات سے تھوڑی دیر پہلے، جبکہ وہ نزع کی حالت میں تھیں، ابن عباسؓ نے ان کے پاس آنے کی اجازت چاہی، عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ مجھے ڈر ہے کہ وہ میری تعریف نہ کرنے لگ جائیں۔ (وہ اندر آئے اور کافی تعریف کی) ان کے جانے کے بعد آپ کی خدمت میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر ہوئے۔ محترمہ نے ان سے فرمایا کہ ابھی ابن عباس آئے تھے اور میری تعریف کی، میں تو چاہتی ہوں کہ کاش میں ایک بھولی بسری گمنام ہوتی۔ (صحیح بخاری، رقم 4753)

اللہ کے برگزیدہ بندوں کا شیوہ تو یہی رہتا ہے تاہم فضائل صدقات میں ایک قصہ لکھا ہے کہ ابو مرثد ایک مشہور سخی ہیں، ان کے پاس ایک شخص آیا اور کچھ اشعار ان کی تعریف میں پڑھے۔ انہوں نے فرمایا میرے پاس اس وقت تیرے دینے کو کچھ نہیں۔ ایک صورت ہوسکتی ہے کہ تو قاضی کے ہاں جا کر مجھ پر دس ہزار کا (جھوٹا) دعوی کردے، میں قاضی کے سامنے اسکا اقرار

کرلوں گا۔قاضی تیرے قرض میں مجھ کو قید کردے گا تو پھر میرے گھر والے مجھے قید میں تو رہنے نہیں دیں گے۔اتنی مقدار میں رقم جمع کرادیں گے،اس نے ایسا ہی کیا، یہ قید ہو گئے اور شام تک دس ہزار قاضی صاحب کے حوالے ہو کر یہ قید سے چھوٹ آئے اور وہ رقم اس شخص کو مل گئی۔ (فضائل صدقات،صفحہ 589)

5.76- قران مجید میں اللہ رب العزت نے عیسی علیہ السلام اوران کے حواریوں کا ایک قصہ بیان کیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''(وہ وقت یاد کرو) جب کہ (عیسیٰؑ کے) حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰؑ ابن مریم! کیا آپ کا رب ایسا کرسکتا ہے کہ ہم پرآسمان سے ایک دسترخوان نازل فرمائے؟ آپ نے کہا کہ اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان والے ہو، وہ بولے ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا اطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔عیسی بن مریم نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے دسترخوان نازل فرما تا کہ وہ ہمارے اگلوں اور پچھلوں کے لیے خوشی کی بات ہو اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو اور ہم کو رزق عطا فرما اور تو سب سے بہتر عطا کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں وہ دسترخوان تم لوگوں پر نازل کروں گا لیکن اس کے بعد جو شخص جھٹلائے گا میں اسکو ایسی سزا دوں گا جو جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دی ہوگی۔''

(سورۃ المائدہ،آیات 112 تا 115)

مندرجہ بالا واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ رب العزت نے ایسی خواہش پر دھمکایا کیونکہ یہ ایمان بالغیب کے بجائے ایمان بالمشاہدہ ہوتا۔احادیث میں بھی اس دسترخوان کے نزول کا ثبوت نہیں ملتا جس سے واضح ہوتا ہے کہ عیسیٰؑ کے حواریوں نے اپنی اس خواہش سے رجوع فرمالیا تھا۔تاہم تبلیغی نصاب میں ایسے واقعات درج کیے گئے ہیں کہ دسترخوان کا نزول تو دل کی خواہش کا تابع ہے۔ذیل میں اسی قسم کا ایک واقعہ نقل کیا جاتا ہے۔

حضرت ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ جنگل میں جارہا تھا، راستے میں ایک نصرانی راہب مجھے ملا جسکی کمر میں زنار (پٹکا) بندھ رہا تھا۔ اس نے میرے ساتھ رہنے کی خواہش ظاہر کی، میں نے ساتھ لے لیا۔ سات دن ہم چلتے رہے (نہ کھانا نہ پینا)۔ ساتویں دن اس نصرانی نے کہا: اے محمدی، کچھ اپنی فتوحات دکھاؤ۔ میں نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! اس کافر کے سامنے مجھے ذلیل نہ فرما، میں نے دیکھا کہ فوراً ایک دسترخوان سامنے رکھا گیا، جس میں روٹیاں، بھنا ہوا گوشت، تروتازہ کھجوریں اور پانی کا لوٹا رکھا ہوا تھا۔ ہم دونوں نے کھایا، پانی پیا اور چل دیے۔ ساتویں دن چلتے چلتے میں نے نصرانی سے کہا کہ اس مرتبہ تم کچھ دکھاؤ، تمہارا نمبر ہے، وہ اپنی لکڑی کے سامنے کھڑا ہوگیا اور دعا کرنے لگا۔ جب ہی دو دسترخوان آگئے جس میں ہر چیز میری والی سے دگنی تھی۔ میری حیرت پر اس نے بتایا کہ میں مسلمان ہوگیا ہوں۔ (فضائل صدقات، صفحہ 635)

5.7.7- عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا؛ ''شب قدر کو رمضان کے آخری عشرہ میں اسکی طاق راتوں میں ڈھونڈو''۔ (صحیح بخاری، 2017)

اس حدیث سے یہ بات واضح ہے کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے کوئی ایک رات ہوتی ہے۔ تاہم فضائل اعمال کے ایک بزرگ نے تو کمال ہی کر دیا۔ زکریا صاحب لکھتے ہیں:

شیخ العارفین محی الدین ابن عربی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ان لوگوں کا قول زیادہ صحیح ہے جو کہتے ہیں کہ شب قدر تمام سال رہتی ہے، اس لیے کہ میں نے دو مرتبہ اس کو شعبان میں دیکھا ہے، ایک مرتبہ 15 شعبان کو اور ایک مرتبہ 19 شعبان کو اور دو مرتبہ رمضان کے درمیانی عشرہ میں 13 رمضان کو اور 18 رمضان کو، اور رمضان کے آخری عشرے کی ہر طاق رات میں دیکھا ہے۔ اس لیے مجھے اس کا یقین ہے کہ وہ سال کی راتوں میں پھرتی رہتی ہے۔

(فضائل رمضان، صفحہ 613)

5.7.8- اللہ رب العزت فرماتا ہے:

’’کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوق اور پر پھیلائے اڑنے والے تمام پرندے اللہ کی تسبیح میں مشغول ہیں۔ ہرایک کو اسکی نماز اور تسبیح (کا طریقہ) معلوم ہے (جو تم نہیں جانتے)، اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے جو بھی لوگ کرتے ہیں‘‘۔

(سورۃ النور، آیت 41)

اس آیت سے واضح ہے کہ دنیا کی ہر چیز اللہ کے آگے جھکتی ہے اور اسکا طریقہ الگ الگ ہے جسکا ادراک انسانی آنکھ نہیں کرسکتی۔ تاہم زکریا صاحب رقمطراز ہیں کہ مشائخ نے لکھا ہے کہ شب قدر میں ہر چیز سجدہ کرتی ہے حتیٰ کہ درخت زمین پر گر جاتے ہیں اور پھر اپنی جگہ کھڑے ہو جاتے ہیں، ایسی چیزوں کا تعلق امور کشفیہ سے ہے جو ہر شخص کو محسوس نہیں ہوتے۔

(فضائل رمضان، صفحہ 615)

## 5.8- خلاصہ کلام:

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ تبلیغی نصاب میں صوفیا اور اہل تصوف وغیرہ کے من گھڑت قصوں کی بھرمار ہے۔ اس نصاب سے خطرہ ہے کہ یہ صحیح اسلامی عقیدے کی جڑوں کو کھوکھلا کرسکتا ہے۔ ان واقعات کو درج کرتے وقت یہ دیکھنا لازمی تھا کہ یہ حدیث کی کتاب کونسے درجے میں شامل ہے۔ ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں: ’’علماء نے یہ اصطلاح واضح کی ہے کہ صحت وحسن وضعف کے لحاظ سے کتب حدیث کے کئی طبقات ہیں۔ طبقہ اول میں صحیح بخاری، صحیح مسلم اور موطا امام مالک شامل ہیں۔ ان میں متواترا اور اس قسم کی کئی احادیث موجود ہیں۔ طبقہ دوم میں جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، مسند احمد بن حنبل اور نسائی شامل ہیں۔ ان میں درج احادیث اگرچہ طبقہ اول کا مرتبہ نہیں رکھتیں لیکن ان کے مؤلفین نے اپنی شرائط کے مطابق تساہل سے ہرگز کام نہیں لیا۔ طبقہ سوم میں وہ کتابیں شامل ہیں جن میں ضعیف حدیث کی کئی قسمیں جیسے شاذ، منکر اور مضطرب بھی پائی جاتی ہیں۔ جیسے مصنف ابن ابی شیبہ، مسند طیالسی، مسند عبد بن حمید، مصنف عبدالرزاق، طبرانی وطحاوی وغیرہ شامل ہیں۔ ان کتابوں سے صرف محدثین ہی استفادہ کرسکتے

ہیں۔ طبقہ چہارم میں وہ نا قابل اعتماد کتابیں آتی ہیں جو پچھلے زمانوں میں افسانہ طراز، قصہ گو، واعظ، صوفیا، مورخین اور غیر عادل بدعتیوں سے احادیث سن کر مرتب کی گئیں جیسے ابن مردویہ، ابن شاہین اور ابوشیخ کی کتابیں۔ علم حدیث کے ماہرین اس طبقے کی کتابوں پر اعتماد نہیں کرتے کیونکہ ان میں بدعات اور خواہشات نفسانی کے اسباب پائے جاتے ہیں''۔

(علوم الحدیث، صفحہ نمبر 325-326)

تبلیغی نصاب کے جو واقعات اوپر درج ہیں وہ بھی درجہ چہارم کی کتابوں سے ماخوذ ہیں جنکا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

## 6- اھل حدیث مذھب:

اہل حدیث مذہب انیسویں صدی کے درمیان میں نمودار ہوا اور اس کی بنیادی تعلیمات سید نذیر حسین اور صدیق حسن خان کے مکاتب فکر سے ماخوذ ہیں۔ ابتدا میں تو اس جماعت کا نعرہ صرف قران وحدیث تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا، ان میں بھی قیاس واجماع کے ذریعے فتاویٰ دینے کا رواج فروغ پاتا گیا۔ محدث روپڑی، فتاویٰ اہلحدیث جلد 3 صفحہ 226 پر لکھتے ہیں ''قیاس کہتے ہیں ایک حکم کو جو منصوص ہو اسکی علت کے ذریعے دوسری جگہ ثابت کرنا۔ قیاس کی حجیت میں اختلاف ہے مگر جب علت واضح ہو اور ایک طرف سے دلالۃ النص ہو تو اسکی حجیت میں شبہ نہیں۔ قیاس کی شروط میں اختلاف ہے، کتب حنفیہ میں چار مشہور ہیں، بعض کتب حنفیہ میں اس سے زائد شرائط بھی لکھی گئی ہیں اور امام شوکانی نے ارشاد الفحول میں اور نواب صدیق حسن صاحب نے حصول المامول میں بارہ لکھی ہیں اوران میں اختلاف بھی بتایا ہے۔''

مندرجہ بالا بیان سے ثابت ہوا کہ قیاس بھی اہل حدیث مذہب کی بنیادوں میں سے ایک ہے۔ مزید ثبوت کیلئے ہم مرکزی جمعیت اہل حدیث کے امیر جناب معین الدین صاحب لکھوی کے خطبہ صدارت کا ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جو انہوں نے کل پاکستان اہل حدیث کانفرنس لاہور منعقدہ 12,13,14 اپریل 1979 میں دیا تھا۔ موصوف فرماتے ہیں: ''مسلک

اہل حدیث کی بنیاد بھی انہی اصولوں پر ہے جن کو تمام ائمہ نے اسلام کی بنیاد قرار دیا ہے یعنی اللہ کی کتاب، اللہ کے رسول کی سنت، بعد اس کے اجماع صحابہ وتابعین اوراس کے بعد ائمہ مجتہدین کے اجتہادات اور فقہی فیوض جسے کتب اصول میں قیاس کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے''۔

(الاعتصام لاہور،صفحہ 8،مورخہ 20-27اپریل،1979)

امیر موصوف آگے کہتے ہیں: ''اس اجتماع کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ کسی فرقہ وارانہ تعصب کو ہوادی جائے اور پھراس سے کوئی سیاسی مفاد حاصل کیا جائے، بلکہ اس سے مقصد یہ ہے کہ مسلک اہل حدیث سے اپنے ہم وطنوں کو روشناس کرایا جائے تاکہ مختلف مکاتب فکر کی مسلک کے متعلق غلط فہمیاں دور ہوجائیں'' (حوالہ مذکور،صفحہ 8)۔

مزید فرماتے ہیں: ''اس طریقہ سے فرقہ وارانہ تعصب کو ختم کیا جاسکے اور ملک وملت کی خدمت کیلیئے ایک ساتھ کام کرنے کی راہ ہموار ہوسکے'' (حوا کہ مذکور)۔

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ امیر صاحب جماعت اہل حدیث کو بھی ایک مسلک سمجھتے ہیں اور باقی فرقوں کے ساتھ ملکر کام کرنا چاہتے ہیں۔لیکن طرفہ تماشا یہ ہے کہ فرقہ بندی کو ایک لعنت بھی سمجھتے ہیں (حوا کہ مذکور)۔

مزید براں اہل حدیث حضرات اپنے نام کے ثبوت میں جو آیات واحادیث پیش کرتے ہیں، ان سے قرآن مجید کا نام ثابت ہوتا ہے نہ کہ جماعت اہل حدیث کا۔منجملہ ان روایات کے،ان میں ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت بھی پیش کی جاتی ہے جس میں انہوں نے طلباء کو کہا تھا کہ ہمارے بعد تم ہی اہل حدیث ہو۔اول تو یہ روایت ہی موضوع ہے، دوسرا اگراسکو صحیح تسلیم بھی کیا جائے تو اس سے مراد علماء حدیث ہوئے نہ کہ عام لوگ، کیونکہ وہ نوجوان اس وقت تک عالم نہیں تھے اسلیئے اہل حدیث بھی نہیں تھے۔

بہرحال مرورایام کے ساتھ جماعت اہل حدیث بھی مختلف گروہ بندیوں کا شکار ہوگئی اوراس میں مزید فرقوں کا ظہور ہوا جن میں غزنویہ، ثنائیہ، روپڑیہ اورصدریہ (غرباء) وغیرہ شامل ہیں۔اہل حدیث کے فتاویٰ جو کہ تین جلدوں میں شائع ہوئے جنہیں ادارہ احیاالسنۃ النبویہ،ڈی

بلاک سیٹیلائٹ ٹاؤن سرگودھا نے 1977 میں شائع کیا، ان کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متعدد فتاویٰ کی دلیل میں کوئی آیت یا حدیث نہیں ہے، بعض مواقع پر اپنے فتوی کی تائید میں ضعیف حدیث پیش کرتے ہیں اور بعض موقعوں پر اپنے فتوی کی تائید میں کتب فقہ کی عبارات بھی پیش کر جاتے ہیں۔ ذیل میں فتاویٰ اہل حدیث کے چند مسائل کا احاطہ کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کرام مندرجہ بالا دعوی کی صداقت کا جائزہ لے سکیں۔

| فتاویٰ اہل حدیث | دین اسلام |
|---|---|
| 1- بعض علماء کہتے ہیں کہ کوّے کے قتل کے حکم سے اسکا حرام ہونا ثابت نہیں ہوتا مگر ظاہر حدیث ہے۔ ہاں اسکے جھوٹے کو بلی پر قیاس کرنے کی گنجائش ہے۔ اگرچہ پرہیز مناسب ہے مگر اس میں تشدد اچھا نہیں۔<br>(فتاوی اہلحدیث، جلد اول، صفحہ 237) | عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانچ جانور موذی ہیں، انہیں حرم میں بھی مارا جاسکتا ہے، چوہا، بچھو، چیل، کوا اور کاٹ لینے والا کتا۔<br>(صحیح بخاری، رقم 3314) |
| 2- مچھلی اور نمک وغیرہ شراب میں ڈال کر سرکہ بنانے کے متعلق حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابودرداءؓ اور ایک جماعت اسکو جائز سمجھتے ہیں، اس بنا پر شراب میں حل ہوئی دوائیں جائز ہوں گی۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 239) | انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ سے شراب کو سرکہ بنانے کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں۔ (صحیح مسلم، 3140)<br>ابوطلحہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے ان یتیموں کے سلسلے میں پوچھا جنہوں نے میراث میں شراب پائی تھی، آپؐ نے فرمایا: اسے بہادو، ابوطلحہ نے عرض کیا کہ کیا میں اسکا سرکہ نہ بنالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 3675، صحیح) |

| | |
|---|---|
| | حضرت طارق بن سوید جعفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے شراب بنانے کے متعلق سوال کیا تو آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا۔ انہوں نے کہا کہ میں اسے دوا کے لیے بناتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دوا نہیں بلکہ خود بیماری ہے۔ (صحیح مسلم، رقم 5141) |
| 3- جن گھڑوں اور برتنوں کی مٹی لید اور گوبر سے گوندھی جائے تو وہ برتن پاک ہیں۔ اول تو پکنے سے وہ چیز جل جاتی ہے، صرف مٹی رہ جاتی ہے، دوسرے گوبر وغیرہ ماکول اللحم جانور کا پاک ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 241) | عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کیلئے نکلے تو آپ نے فرمایا: میرے لیے تین پتھر ڈھونڈ لاؤ، میں دو پتھر اور ایک گوبر کا ٹکڑا لیکر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا تو آپ ﷺ نے دونوں پتھروں کو لے لیا اور گوبر کو پھینک دیا اور فرمایا: ''یہ ناپاک ہے''۔ (صحیح بخاری، 156، جامع ترمذی، رقم 17) صحیح بخاری اور جامع ترمذی میں اصحاب عرینہ کا ذکر ہے جن کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی آب وہوا راس نہ آنے کی وجہ سے اونٹنیوں کا پیشاب پینے کا کہا تھا۔ ان لوگوں نے بعدازاں رسول اللہ ﷺ کے چرواہوں کو قتل کردیا۔ اس واقعہ کی بنیاد پر امام ترمذی لکھتے ہیں کہ کچھ اہل علم کا قول ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب حلال ہے۔ (صحیح بخاری، رقم 233، جامع ترمذی رقم 72) |

| | |
|---|---|
| | تاہم دو احادیث جو رسول اللہ ﷺ سے منقول ہیں وہ دونوں ضعیف ہیں۔ یہ روایات مشکوۃ میں دار قطنی کے حوالے سے ہیں جن کی سند میں مصعب بن سوار شدید ضعیف ہے اور متروک الحدیث ہے۔ (مشکوۃ المصابیح، رقم حدیث 516,513) |
| 4- نمک کی کان میں اگر گدھا پڑ جائے اور وہ نمک ہو جائے تو اب اسکا حکم گدھے کا نہیں ہوگا (نمک کا ہوگا)۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 243) | اس مسئلہ کی بنیاد صرف قیاس ہے اور اسی قسم کا مسئلہ فقہ حنفیہ کی کتابوں میں بھی درج ہے۔ |
| 5- جب قضائے حاجت سے فارغ ہو تو یہ دعا پڑھے: اللّٰھم انی اعوذبك من الخبث والخبائث<br>(صفحہ 253) | یہ دعا ضعیف ہے۔ اسکی سند میں اسماعیل بن مسلم ضعیف ہیں۔ (سنن ابن ماجہ رقم 301، مشکوۃ المصابیح، رقم 374)<br>عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب بیت الخلا سے باہر آتے تو کہتے (غفرانک) (جامع ترمذی 7، ابن ماجہ 300، ابوداؤد 30، مشکوۃ 359 واسنادھم صحیح) |
| 6- غسل جنابت کا طریقہ یہ ہے۔۔۔۔ پھر پورا وضو کرے جس میں پاؤں بھی شامل ہیں۔ (صفحہ 254) | حضرت میمونہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا البتہ پاؤں نہیں دھوئے۔ پھر اپنی شرمگاہ کو دھویا اور جہاں کہیں نجاست لگی تھی اسکو دھویا۔ پھر اپنے اوپر پانی بہالیا۔ پھر اپنی جگہ سے ہٹ کر اپنے دونوں |

| | |
|---|---|
| | پاؤں کو دھویا۔ آپ ﷺ کا غسل جنابت اسی طرح ہوا کرتا تھا۔ (صحیح بخاری، رقم 249) |
| 7- (وضو کیلئے) پانی کا ایک چلو لیکر آدھا منہ میں ڈالے اور آدھا ناک میں چڑھائے۔ یہ عمل تین مرتبہ کرے اور ایسا بھی جائز ہے کہ منہ کیلئے الگ چلو اور ناک کیلئے الگ۔ (صفحہ 274) | عبداللہ بن زیدؓ نے پانی کا ایک طشت منگوایا، پھر ان (لوگوں) کو دکھانے کیلئے وضو (شروع) کیا۔ (پہلے) طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا، پھر انہیں تین بار دھویا۔ پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر ناک صاف کی، تین چلوؤں سے تین دفعہ۔ (صحیح بخاری، رقم 192) |
| 8- وضو کے بعد شرمگاہ پر چھینٹے مارنے والی حدیث اگرچہ ضعیف ہے مگر اصول ہے کہ ایسے مسائل میں ضعیف حدیث پر عمل درست ہے۔ (صفحہ 278) | یہ حدیث صحیح ہے۔ (ابوداؤد 166، نسائی 134، ابن ماجہ 461)۔ضعیف حدیث میں شک ہوتا ہے، اس پر عمل کا اصول محدثین کا نہیں ہے، فرقہ پرستوں کا ہے۔ |
| 9- شافعیہ کہتے ہیں کہ عورت کو چھونے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ حنفیہ کہتے ہیں نہیں ٹوٹتا۔ ہم کسی طرف زور نہیں دیتے ہاں اگر کوئی احتیاط کرے تو وضو کرے۔ (صفحہ 282) | سنن ابوداؤد اور سنن نسائی میں ایک حدیث ہے کہ ابراہیم تیمی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنا کہ نبی کریم ﷺ نے ان کا بوسہ لیا اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔ لیکن ابراہیم تیمی کا عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں۔ (ابوداؤد، رقم 178 و نسائی رقم 170) تاہم ابوداؤد میں یہی حدیث عروہ بن زبیرؓ سے بھی مروی ہے جس میں ابراہیم تیمی نہیں |

| | |
|---|---|
| | ہیں جس سے یہ واقعہ ثابت ہو جاتا ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم 179) یہ بات کتنی حیرت انگیز ہے کہ قران و حدیث کے علمبردار صرف حنفیہ اور شافعیہ کے اختلاف کا حوالہ ہی دے سکے اور اسی بنیاد پر اپنا فیصلہ سنا دیا۔ |
| 10- تیمّم کیلئے اگر ایک دفعہ ہاتھ زمین پر مار کر منہ پر مل لے اور دوسری دفعہ مار کر ہاتھوں پر کہنیوں تک مل لے تو یہ بھی جائز ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 287) | عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (تیمّم کے سلسلے میں) ان سے فرمایا کہ تمہیں بس اتنا ہی کافی تھا اور آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے، پھر انہیں پھونکا اور دونوں ہاتھوں سے چہرے اور پہنچوں کا مسح کیا۔ (صحیح بخاری، رقم 338) جامع ترمذی میں ہے کہ عمار بن یاسرؓ فرماتے ہیں کہ ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے تیمّم کا حکم دیا''۔ امام ترمذی فرماتے ہیں عمارؓ کی حدیث جس میں ہے کہ ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شانوں اور بغلوں تک تیمّم کیا، چہرے اور دونوں ہاتھوں والی حدیث کے مخالف نہیں کیونکہ عمارؓ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسکا حکم دیا تھا بلکہ انہوں نے صرف اتنا کہا کہ ہم نے ایسا ایسا |

| | |
|---|---|
| | کیا، پھر جب اس بارے میں انہوں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے انہیں چہرے اور دونوں ہتھیلوں کا حکم دیا تو وہ چہرے اور دونوں ہتھیلوں ہی پر رک گئے، جسکی نبی کریم ﷺ نے تعلیم دے تھی، اسکی دلیل تیمّم کے سلسلہ میں عمار رضی اللہ عنہ کا وہ فتوی ہے جسے انہوں نے نبی کریم ﷺ کے بعد دیا ہے کہ تیمّم صرف چہرے اور دونوں ہتھیلوں ہی کا ہے، اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ وہ اسی جگہ رک گئے جسکی نبی اکرم ﷺ نے انہیں تعلیم دی تھی اور آپؐ نے انہیں جو تعلیم دی تھی وہ چہرے اور دونوں ہتھیلوں تک ہی محدود تھی۔<br>(جامع ترمذی، رقم 144، سند صحیح) |
| 11- جراب کے خُف (موٹے) ہونے کا ثبوت مسح کے معنی سے واضح ہوتا ہے کیونکہ مسح شرع میں یہ ہے کہ پانی اوپر رہے اندر نہ جائے۔ پتلی جراب میں پانی اندر چلا جائے گا تو مسح نہ ہوا۔ اس لیے ترمذی کی حدیث میں خُف کا لفظ ہے۔<br>(حوالہ مذکور، صفحہ 11) | خف کا لفظ جامع ترمذی حدیث نمبر 98 میں ہے لیکن اس سے اگلی حدیث نمبر 99 میں الجوربین کا لفظ ہے جسکا سیدھا سادہ مطلب ہے جرابیں۔<br>یعنی جب ان کو طہارت کر کے پہنے، تو پھر ان پر مسح صحیح ہے، اتارنا ضروری نہیں، اور جن لوگوں نے اس میں قیدیں لگائی ہیں کہ موزے موٹے ہوں، یا چمڑے کے ہوں، اتنے کہ خود تھم |

| | |
|---|---|
| | جائیں، یہ سب خیالی باتیں ہیں جنکی شرع میں کوئی دلیل نہیں۔ (ترمذی 99، ابوداؤد 159، نسائی 124، تحفۃ الاشراف 11534) |
| 12- تحیۃ المسجد نہ واجب ہے، نہ سنت موکدہ ہے بلکہ مستحب ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 25) | ایک شخص جمعہ کے روز مسجد میں داخل ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تم نے نماز پڑھ لی؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر دو رکعتیں پڑھو۔ (صحیح بخاری، رقم 930) ابو قتادہؓ مسجد میں داخل ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کے درمیان بیٹھے ہوئے پایا، وہ بھی بیٹھ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں دو رکعت نماز پڑھنے سے کیا چیز مانع ہوئی؟ ابو قتادہؓ نے عرض کیا! میں نے آپؐ کو اور لوگوں کو بیٹھے دیکھا تو میں بھی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو بیٹھے نہیں جب تک دو رکعت نہ پڑھ لے''۔ (صحیح بخاری، رقم 1655) جو نماز اتنی ضروری ہے کہ خطبہ کے دوران بھی اسے ادا کرنے کا حکم ہے، وہ ان کے نزدیک صرف مستحب ہے۔ اہل حدیث کہلوانے والوں |

| | |
|---|---|
| | کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی یہی وقعت ہے۔ |
| 13- عید کی نماز تاخیر سے پڑھی گئی اور عیدگاہ میں ہی جمعہ کا وقت ہوگیا۔ اگر جامع مسجد پہنچ کر جمعہ پڑھیں تو وقت نہیں رہے گا۔ ایسی صورت میں چونکہ حدیث میں ہے کہ ''میرے لیے تمام زمین کو مسجد بنا دیا گیا ہے''۔ اسلیئے جہاں وقت ہوجائے نماز پڑھ لی جائے۔ مسجد میں پہنچنے کی خاطر قضا نہ کی جائے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 28) | یزید بن خمیر بیان کرتے ہیں کہ صحابی رسول حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ لوگوں کے ساتھ عیدالفطر یا عیدالاضحیٰ کے دن نکلے، تو انہوں نے امام کے دیر کرنے کو ناپسند کیا اور کہا: ہم تو اس وقت عید کی نماز سے فارغ ہوجاتے تھے اور یہ اشراق پڑھنے کا وقت تھا۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 1135، صحیح)<br>حیران کن بات ہے کہ آخر اتنی تاخیر سے عید کی نماز کس دلیل سے پڑھی گئی کہ جمعہ کا وقت ہوگیا۔ |
| 14- مکروہ اوقات میں ہر جگہ نماز منع ہے مگر مکہ مکرمہ میں ہر وقت درست ہے۔ (صفحہ 59) | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سورج کا اوپر کا کنارہ طلوع ہونے لگے تو نماز نہ پڑھو یہاں تک کہ وہ بلند ہوجائے۔ اور جب سورج ڈوبنے لگے تو اس وقت بھی نماز نہ پڑھو، یہاں تک کہ غروب ہوجائے۔<br>(صحیح بخاری، 583)<br>حضرت عبداللہ سناعیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے ساتھ شیطان کا سینگ ہوتا ہے، پھر |

| | |
|---|---|
| | جب سورج بلند ہوجاتا ہے تو شیطان اس سے ہٹ جاتا ہے۔ پھر جب سورج سر پر آجاتا ہے تو شیطان اسکے ساتھ مل جاتا ہے اور جب سورج ڈھل جاتا ہے تو شیطان اس سے الگ ہوجاتا ہے۔ پھر جب سورج غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے تو شیطان پھر اس سے آملتا ہے اور جب غروب ہوجاتا ہے تو شیطان اس سے دور ہو جاتا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے روکا ہے۔ (سنن نسائی، 560 صحیح) مندرجہ بالا احادیث میں مکروہ اوقات کی وجہ بتائی گئی ہے جو سورج کی شیطان سے کشمکش ہے۔ اس میں جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں۔ |
| 15- حاجی سیدھا گھر نہ جائے، مسجد میں یا کسی جگہ بیٹھ جائے، لوگ ملاقات کر لیں اور دعا کرالیں تا کہ اس حدیث پر عمل ہوجائے کہ حاجی کی دعا گھر میں داخل ہونے سے پہلے مستجاب ہے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 59) | یہ حدیث ابن عمرؓ سے مروی ہے اور مسند احمد میں بیان ہوئی ہے۔ اسکی اسناد سخت ضعیف ہیں، اس میں محمد بن الحارث الحارثی اور عبدالرحمان ابن البیلمانی ضعیف ہیں اور محمد بن عبدالرحمان البیلمانی بھی ضعیف ہے۔ بلکہ امام بخاری کہتے ہیں کہ وہ منکر الحدیث ہے۔ (مسند احمد، رقم 4602) |
| 16- اگر امام عصر پڑھ رہا ہو تو اسکے پیچھے ظہر کی | ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے |

| | |
|---|---|
| نیت بھی کرسکتا ہے اور عصر کی بھی۔ اگر ظہر کی نیت کرے تو عصر بعد میں پڑھے اور اگر عصر کی نیت کرے تو ظہر بعد میں پڑھے۔ ترتیب کا اس وقت خیال نہ کرنا چاہیے۔ (صفحہ 61) | فرمایا: اقامت کے بعد فرض نماز کے علاوہ کوئی نماز نہیں ہوتی۔ ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں: مگر وہ نماز جس کیلئے اقامت کہی گئی ہے۔<br>(مسند احمد، رقم 2674، صحیح) |
| 17- ثناء سے پہلے بسم اللہ کا ذکر خصوصی طور پر نہیں آیا بلکہ عمومی طور پر آیا ہے یعنی جو کام اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے وہ دم کٹا یعنی بے برکت ہے۔ اسلیئے ایسے موقع پر ایک دوسرے پر تشدد نہ چاہئے نہ ایسے مسائل پر زور دینا چاہئے کیونکہ دونوں جانب معمولی دلیل ہے۔<br>(صفحہ 120) | عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ جب نماز شروع کرتے تو یہ دعا پڑھتے (سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ) (سنن ترمذی 243 وابن ماجہ 806، اسنادھما صحیح)<br>یہی بیان حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم 775، صحیح) |
| 18- صلوۃ التسبیح کے متعلق مشکوہ وغیرہ میں ضعیف حدیث آئی ہے۔ (صفحہ 392) | صلوۃ التسبیح کا طریقہ سنن ترمذی، رقم حدیث 482 میں بیان ہوا ہے جسے البانی صاحب نے صحیح کہا ہے۔<br>(صحیح وضعیف سنن ترمذی، رقم حدیث 482)<br>یہی حدیث ابن ماجہ میں ہے جسکا ایک راوی موسیٰ بن عبیدہ ضعیف ہے۔ علماء نے اختلاف کیا ہے کہ یہ حدیث کیسی ہے، امام ابن خزیمہ اور امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے، ایک اور جماعت نے اسکو حسن کہا ہے، اور ابن الجوزی نے اس کو موضوعات میں ذکر کیا، حافظ ابن حجر نے کہا یہ |

| | |
|---|---|
| | حدیث حسن ہے اور ابن الجوزی نے برا کیا جو اسکو موضوع قرار دیا۔ (سنن ابن ماجہ، رقم 1386، تحفتہ الا شراف 12015) یہی طریقہ سنن ابوداؤد، رقم حدیث 1297 میں بھی بیان ہوا ہے جس میں موسی بن عبیدہ نہیں ہے۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ جسکی وجہ سے اس نماز کی نسبت رسول اللہ ﷺ سے بغیر شک وشبہ کے ثابت ہوتی ہے۔ سنن ابن ماجہ میں بھی دوسری سند سے یہ روایت موجود ہے جو کہ ہر قسم کی علت سے پاک ہے۔ (سنن ابوداؤد 1297، سنن ابن ماجہ 1387، صحیح) |
| 19- حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بارش ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے نماز عید مسجد میں پڑھائی (مشکوہ)۔ (صفحہ 395) | یہ حدیث مشکوہ المصابیح رقم 1448 میں مذکور ہے اور اسکی سند ضعیف ہے۔ اسکی سند میں دو راوی عیسی بن عبدالاعلیٰ اور عبیداللہ بن عبداللہ مجہول ہیں۔ ابو داؤد اور ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے مگر وہ احادیث بھی ضعیف ہیں۔ (سنن ابوداؤد 1160، ابن ماجہ 1313) |
| 20- ماہ رمضان المبارک میں بحالت صیام جو شخص چوپایہ کے ساتھ جماع کرے، تو جیسا فقہ حنفیہ کا مذہب ہے، روزہ کے فاسد ہونے میں | رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی کو جانور کے ساتھ جماع کرتے پاؤ اسے قتل کردو اور جانور کو بھی قتل کردو''۔ (سنن ترمذی 1455، صحیح) |

| | |
|---|---|
| کوئی شبہ نہیں کیونکہ جیسے کھانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ وہ شے خوراک ہو یا نہیں جیسے مٹی، ایسے ہی جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے خواہ کسی شے سے جماع ہو۔ (صفحہ 562) | حدیث کے علمبرداروں نے یہاں بھی فقہ حنفیہ کا سہارا لیا ہے۔ |
| 21- سکول کے چپڑاسی سے سودا سلف منگوانا، اس کا کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسکی ڈیوٹی میں فرق نہ آئے جس پر اس کو تنخواہ ملتی ہے۔ سودا سلف کے علاوہ دوسرے کام لینے کی بھی یہی شرط ہے خواہ کھانا پکانا ہو یا کوئی اور کام ہو سکول کے سقے کا بھی یہی حکم ہے۔ (فتاوی اہلحدیث، جلد سوم، صفحہ 44) | یہ فتویٰ بلا دلیل دیا گیا ہے۔ |
| 22- زنا سے جو بچہ پیدا ہو، اسکی وراثت کے متعلق مشکوۃ شریف میں حدیث ہے: اگر لونڈی یا آزاد عورت سے نکاح کیا تو بچہ زانی کا نہیں کہلائے گا، نہ اسکا وراث ہوگا۔ (صفحہ 117) | یہ حدیث سنن ترمذی کے حوالے سے مشکوۃ المصابیح میں درج ہے۔ اسکی سند میں ایک راوی عبداللہ ابن لھیتہ ضعیف ہے۔ ابن حبان نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (ابن حبان، 5964 و ترمذی 2113) (مشکوۃ المصابیح، رقم حدیث 3054) |
| 23- جو نکاح عدت میں ہو اور ناکح مر جائے تو اس کی منکوحہ اولاد حلال ہوگی اور وارث بھی ہوگی۔ (صفحہ 125) | اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور عقد نکاح جب تک کہ عدت ختم نہ ہو جائے پختہ نہ کرو''۔ (سورۃ البقرہ، آیت 235، جزوی) |

| | |
|---|---|
| 24- ابوداؤد میں حدیث ہے کہ ایک شخص نے کنواری لڑکی سے نکاح کیا، اسکے قریب گیا تو اسکو حاملہ پایا۔ رسول اللہ ﷺ نے دونوں میں جدائی کرادی۔<br>(صفحہ 198) | یہ حدیث ضعیف ہے اسکے راوی یزید بن نعیم لین الحدیث ہیں۔ (ابوداؤد رقم 2132، تحفۃ الاشراف 18756)<br>اس سلسلے کی صحیح روایت درج ذیل ہے:<br>حضرت ابوسنابل بن بعکک بن سباق رضی اللہ عنہ نے حضرت سبیعہ اسلمیہ رضی اللہ عنہا سے کہا: تیری عدت ختم نہیں ہوگی حتیٰ کہ چار ماہ دس دن گزر جائیں، یعنی دونوں عدتوں میں سے آخری عدت۔ چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور آپ سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فتویٰ دیا کہ میں وضع حمل کے بعد نکاح کرسکتی ہوں۔ جب ان کا خاوند فوت ہوا تو وہ حمل کے نویں مہینے میں تھیں۔ وہ حضرت سعد بن خولہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں جو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع میں فوت ہو گئے تھے۔ تو جب حضرت سبیعہ نے بچہ جنا تو انہوں نے اپنی قوم کے ایک جوان شخص سے نکاح کرلیا۔<br>(سنن نسائی، 3549 سندہ صحیح) |
| 25- نامرد کی بابت فیصلہ یہ ہے کہ ایک سال کی مہلت دی جاتی ہے تا کہ اپنا علاج کرائے، | یہ حکم بلا دلیل دیا گیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رفاعہ قرظی ؓ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت |

| | |
|---|---|
| اگر آرام نہ ہو تو عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار ہے۔ (صفحہ 209) | میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ رفاعہ نے مجھے طلاق دی تھی پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر قرظیؓ سے نکاح کر لیا لیکن وہ نامرد ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا کہ غالباً تم رفاعہ کے پاس دوبارہ جانا چاہتی ہو لیکن ایسا اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم اپنے موجودہ شوہر کا مزہ نہ چکھ لو اور وہ تمہارا مزہ نہ چکھ لے۔ (صحیح بخاری، رقم 5260)<br>یہ خاتون بھی اسی قسم کی الجھن کا شکار تھیں مگر اہلحدیث والا فتوی انہیں نہیں دیا گیا۔ |
| 26- خاوند کے الفاظ کہ میں اس کو نہیں رکھتا، یہ طلاق ہے۔ طلاق کیلئے لفظ طلاق شرط نہیں۔ (صفحہ 264) | حدیث میں طلاق کا یہ لفظ بھی آیا ہے " تیرا معاملہ تیرے ہاتھ میں ہے" مگر وہ سب روایات ضعیف ہیں ان کے راوی کثیر، لین الحدیث ہیں۔ (سنن ابوداؤد 2204، 2205، ترمذی 1178، نسائی 3439)<br>لیکن اس کے باوجود عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ازواج مطہرات کو یہ اختیار دیا گیا تھا (عقد میں رہنے یا نہ رہنے کا) تو ہم نے آپؐ کو ہی اختیار کیا پھر آپ نے اسے کچھ بھی شمار نہیں کیا (یعنی اسے طلاق قرار نہیں دیا)۔<br>(سنن ابوداؤد، رقم 2203، صحیح) |
| 27- تین طلاقوں کے بعد کوئی شخص اپنی عورت | اسکا جواب نمبر 25 کے حوالے سے صحیح بخاری |

| | |
|---|---|
| سے مجامعت کرے اور اولاد ہوجائے، اس پر اگر کسی نے فتوی دیا ہے کہ عورت سے رجوع ہوسکتا ہے یا کوئی اور غلطی لگی ہے تو وہ اولاد حلال ہوگی اور وارث بھی ہوگی۔ (صفحہ 273) | رقم حدیث 5260 کی صورت میں دیا جاچکا ہے۔ تین طلاق کے بعد تو علیحدگی ہوگی اور دوسرے آدمی سے نکاح ہوگا۔ وہ اگر آزاد کرے تو پھر پہلے مرد سے نکاح جائز ہے۔ |
| 28- اگر کوئی شخص شیطان کے پنجے میں آکر سوتیلی والدہ سے زنا کرلیتا ہے تو اگر اسکی زوجہ اسکی سوتیلی ماں کی بیٹی پوتی وغیرہ ہوتو اس صورت میں حنفیہ کے نزدیک اس کی زوجہ حرام ہوجائے گی۔ (صفحہ 290) | حدیث کے علمبردار بوقت ضرورت فقہ حنفیہ کے مطابق بھی فیصلہ فرمانے میں قباحت نہیں سمجھتے۔ |
| 29- زید نے قران مجید پر ہاتھ رکھ کر جھوٹ بولتے ہوئے اپنے ووٹ کا اندراج غلط جگہ کرالیا۔ اس سے توبہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ جس کے حق میں ووٹ لیا تھا اگر وہ اپنے مقابل سے لائق اور عوام کے حق میں بہتر تھا تو پھر اللہ کے حضور توبہ کافی ہے۔ اگر دوسرا عوام کیلئے اچھا تھا تو توبہ کے ساتھ اسے بھی راضی کرنا ہے، خواہ معافی مانگ کر خواہ کچھ دے دلا کر یا آئندہ اس کے حق میں ووٹ دینے والے کھڑے کرے۔ (صفحہ 300) | اسلام کا نظام حکومت تو خلافت ہے نہ کہ یہ انگریز کا وضع کردہ جمہوری ووٹنگ سسٹم۔ بجائے حق کی تلقین کے، ووٹر کو چاہئے کہ دوسرے شخص کو راضی کرے چاہے کچھ دے دلا کر ہی راضی کرے۔ حدیث کے ماننے والوں کی اس منطق پر سوائے انا اللہ وانا الیہ راجعون کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ |
| 30- قران مجید کی آیت کا تعویز ادب کرنے والے نمازی کو لکھ کر دینے میں کوئی حرج نہیں | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے تعویز لٹکایا، اس نے شرک کیا''۔ |

| | |
|---|---|
| پڑھا لیا جائے تا کہ پردہ میں رہے۔ پیشاب ہمبستری کے وقت اتار لیا جائے۔<br>(صفحہ 419) | (مسند احمد، رقم 7740، صحیح)<br>عبداللہ بن عکیم فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کوئی چیز لٹکائی، وہ اسی کے سپرد کر دیا گیا''۔ (ترمذی 2072، صحیح) |
| 31- بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج ماجوج تبلیغ سے خالی نہیں خواہ اس وقت کی لاگ چلی آتی ہو جبکہ سد سکندری نہیں بنی تھی یا جنوں کی معرفت رسول اللہ کی بعثت ان تک پہنچی ہو۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے جب سد سکندری توڑیں گے تب ان کو تبلیغ ہو جائے اور جو پہلے کے گزر چکے ان پر مواخذہ نہیں ہوگا۔ (اسلیئے تبلیغ ہوگی ، وہ انکار کریں گے، تب عذاب ہوگا)۔<br>(صفحہ 433) | یہ جواب سوائے مفروضے کے کچھ بھی نہیں۔ اللہ نے جیسا چاہا ویسا یاجوج ماجوج کو پیدا کیا اور جو چاہے ان سے کام لے۔ صحیح مسلم میں ہے کہ جس بچے کو خضرؑ نے مارا تھا، اسکو طبعاً کافر بنایا گیا تھا۔ اگر وہ زندہ رہتا تو زبردستی اپنے والدین کو سرکشی اور کفر کی طرف لے جاتا۔<br>(صحیح مسلم، 6766)<br>ایسی چیزوں میں عقل کے گھوڑے دوڑانے کے بجائے، ان کا علم اللہ کی طرف منسوب کرنا چاہیئے۔ |

قارئین کرام کو مندرجہ بالا تقابل سے ہمارے دعویٰ کی صداقت کا علم ہو گیا ہو گا کہ صرف حدیث پر عمل کرنے والوں کے فتاویٰ میں کیسی کیسی کمزوریاں پائی جاتی ہیں۔ جو جماعت باقی فرقوں سے خود کو ممتاز کہتی تھی، رفتہ رفتہ وہ بھی فقہی موشگافیوں اور اندرونی انتشار و فرقہ بندی کا شکار ہو کر رہ گئی ہے۔

## 7- تصوف اور صوفی ازم:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ''میں نے ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جسکا اللہ نے مجھے تمہیں بتانے کا حکم دیا مگر یہ کہ تم کو بتا دی ہے اور ایسی کوئی چیز نہیں چھوڑی جس سے اللہ نے مجھے منع کیا مگر

یہ کہ تم کو اس سے منع کر دیا، اور تمہیں ایسی شریعت پر چھوڑا ہے جسکی رات اور دن روشنی میں برابر ہیں''۔ (اخرجہ الشافعی 9/70، والبیھقی فی شعب الایمان 1185، والخطیب فی الفقیہ والمتفقہ 1/270، اسنادہ حسن، السلسلۃ الصحیحہ، 4/417)

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے'' آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کیا''۔ (سورۃ المائدہ، آیت 3)

مندرجہ بالا آیت اور حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ جو چیز بھی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہوگی وہ خیر ہوگی، اور جو ثابت نہیں ہوگی وہ خیر بھی نہیں ہوگی یا باالفاظ دیگر وہ اسلام میں داخل نہیں ہوگی۔ اگر ہم اس کسوٹی پر تصوف کو پرکھیں تو یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ اس کے خدوخال خیر القرون کے بعد میں وضع کیے گئے۔

شیعہ ازم کے باب میں یہ بات بیان کی گئی تھی کہ یہودی شروع سے ہی اسلام کی بیخ کنی میں لگے ہیں اور انہوں نے ہی عبداللہ ابن سبا کے ذریعے اسلام میں شیعہ مذہب کی بنیاد رکھوائی۔ اسی طرح اگر تصوف کے ابتدائی لوگوں پر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نظریات بھی شیعہ ازم سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلامی تاریخ کے اندر وہ پہلے تین افراد جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوئے وہ تینوں شیعہ تھے اور اس دور میں شیعت کے مرکز کوفہ میں رہائش پذیر تھے۔ ان تین میں سے ایک ابو ہاشم الکوفی ہے جو کوفہ کے مشہور شیعوں میں سے تھا بلکہ اس کے بارے میں تو یہاں تک کہا جاتا ہے کہ وہ زندیق اور دہریہ تھا۔

(طرائق الحقائق، مصنف الحاج معصوم علی، جلد 1، صفحہ 101)

دوسرا شخص جابر بن حیان ہے جس کے متعلق مشہور مستشرق ماسینیئن کہتا ہے'' تاریخ میں یہ پہلا شخص ہے جو صوفی کے لقب سے مشہور ہوا۔ آٹھویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں اسکا نام سامنے آیا۔ یہ کیمیا دان اور کوفہ کا مشہور شیعہ ہے۔ تصوف میں اسکا خاص مقام ہے۔ (التصوف، ماسینیئن عربی ترجمہ صفحہ 26)۔ ماسینیئن کہتا ہے'' صوفیاء کا لفظ جو کہ جمع کے صیغے میں آتا ہے، سب سے پہلے اس لفظ کو 199ھ بمطابق 814ء میں سنا گیا۔ سکندریہ میں فسادات کے

دوران سب سے پہلے اس لفظ کا ظہور ہوا۔ یہ تقریباً وہی وقت ہے جس زمانے میں کوفہ میں شیعیت پروان چڑھ رہی تھی۔ عبدک صوفی شیعوں کا مشہور رہنما تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ امامت تعین کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔ یعنی ہر امام اپنے بعد والے امام کو متعین کرتا ہے۔ عبدک سبزی خور تھا، اس نے کبھی گوشت نہیں کھایا، بغداد میں 210ھ بمطابق 825ء میں اس نے وفات پائی۔ اس لحاظ سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ صوفی کا لفظ سب سے پہلے کوفہ میں منظر عام پر آیا۔

(التصوف، مصنف مائسینیئن، عربی ترجمہ، صفحہ 27، دار الکتاب لبنان 1984)۔

مندرجہ بالا حوالا جات سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

1- تصوف کا لفظ 210ھ میں منظر عام پر آیا لہذا یہ خیر القرون کے بعد کے زمانے سے تعلق رکھتا ہے اسلیئے خیر سے دور ہے۔

2- تصوف کے ایجاد کنندہ شیعہ ذہنیت سے تعلق رکھنے والے ہیں اسی لیے تصوف کے ائمہ تقریباً وہی ہیں جو کہ شیعہ مذہب میں ائمہ مانے جاتے ہیں۔

تصوف کی شہرہ آفاق کتاب، کشف المحجوب میں علی ہجویری صاحب نے ایک باب قائم کیا ہے جس کا عنوان ہے ''ارباب طریقت کے امام ائمہ اہل بیت'' جس میں وہ لکھتے ہیں، ''ویسے تو تمام اہل بیت رسول اللہ ﷺ طہارت ازل سے مخصوص ہیں اور روحانیت کے میدان میں ان میں سے ہر ایک کا مقام بہت بلند ہے اور تمام کے تمام ارباب طریقت کے رہنما اور پیشوا ہیں، یہاں اختصار کی خاطر صرف چند حضرات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ پھر اس کے بعد انہوں نے مندرجہ ذیل ترتیب میں ان ائمہ کے نام اور مختصر حالات بیان کیے ہیں۔

1- امام حسن بن علیؓ		2- امام حسین بن علیؓ

3- امام زین العابدینؒ		4- امام ابو جعفر محمد باقر

5- امام جعفر صادق

چونکہ امام جعفر صادق کے بعد کے ائمہ میں شیعہ مذہب میں شدید اختلاف ہے اور بہت سے فرقے مختلف لوگوں کو امام مانتے ہیں، اسی لیے غالباً علی ہجویری صاحب نے انہی ناموں پر اکتفا کیا ہے۔

ان ہی ائمہ کو شیعہ ازم کے باب میں لکھا جا چکا ہے جو صوفی ازم اور شیعہ ازم کی ابتدائی مماثلت کو ظاہر کرتا ہے۔ تاہم یہ امر قابل غور ہے کہ طریقت وتصوف کے ذیلی فرقوں کے بیان میں صاحب کشف المحجوب تمام فرقوں کا تعلق اہل سنت سے ثابت کرتے ہیں۔ پہلے تو فرقوں کے جواز میں وہی منطق پیش کرتے ہیں کہ سواد اعظم کو پکڑ نا لازمی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اختلاف کو رحمت قرار دیا ہے (ان دونوں ضعیف روایات کا بیان گذشتہ صفحات میں گذر چکا ہے) پھر لکھتے ہیں ''اور یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے 73 فرقے ہونگے جس میں صرف ایک نجات پانے والا ہوگا، اس میں مندرجہ بالا تمام فرقے یعنی بریلوی، دیوبندی، اہل حدیث وغیرہ اور تمام سلاسل شامل ہیں۔''

(شرح کشف المحجوب، صفحہ 166، تحقیق وترجمہ الحاج کپتان واحد بخش سیال)۔

صوفیا کرام کے بارہ فرقے گنوائے گئے ہیں جن میں سے دس مقبول اور دو مردود ہیں۔

مقبول سلاسل یہ ہیں:

1- محاسبی 2- قصاری 3- لیفوری 4- جنیدی

5- ثوری 6- سہلی 7- حکمی 8- خرازی

9- حنیفی 10- ستاری

یہ تمام فرقے حق پر ہیں اور اہل سنت والجماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور دو مردود فرقوں میں ایک حلولی ہے جو عقیدہ حلول وامتزاج رکھتے ہیں، نیز سالمی اور مشید بھی انہی میں سے ہیں۔ دوسرا فرقہ حلاجی ہے جو تارک شریعت ہے۔ یہ لوگ ملحد اور بے دین ہیں اس لیے مردود ہیں۔

(حوالہ مذکور، صفحہ 422)

آگے لکھتے ہیں کہ، ابوالحسن نوری فرماتے ہیں کہ حق کے ساتھ متصل ہونا غیر اللہ سے جدا ہونا ہے اور غیر اللہ سے نجات پانا حق تعالیٰ سے متصل ہونا ہے یعنی جو شخص ہمت کر کے حق تعالیٰ کے ساتھ واصل ہوتا ہے غیر اللہ سے اسکا تعلق چھوٹ جاتا ہے اور وہ واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ پس

حق تعالیٰ سے وصال خلقت سے جدائی کا سبب بن جاتا ہے اور جب مخلوقات سے تعلق قطع ہوجاتا ہے تو حق تعالیٰ کا قرب و وصال حاصل ہوتا ہے (حوالہ مذکور)۔اس عقیدے کو وحدت الوجود کہا جاتا ہے کہ گویا صوفی کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات میں گم ہوگئی اور دونوں کا وجود ایک ہوگیا۔اس نظریے کومختلف جگہ پر بیان کیا گیا ہے۔مثلاً ابوالحسن نوری ایک قاضی سے فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ اللہ کے ساتھ کھاتے ہیں، اللہ کے ساتھ پیتے ہیں، اللہ کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کلام کرتے ہیں۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 555)

اہل تصوف نے متعدد خودساختہ مقامات اپنے زعم باطل میں قائم کررکھے ہیں جن میں فنا فی اللہ اور بقاباللہ بھی شامل ہیں۔علی ہجویری لکھتے ہیں۔''جہاں دیگر مذاہب میں آخری مقام فنا فی اللہ تھا اور ہندو، بدھ اور عیسائی راہب ترک دنیا کر کے غاروں اور جنگلوں میں رہ جاتے تھے،اسلام نے آکر بقاباللہ کی رہنمائی کی۔ بقاباللہ سے مراد یہ ہے کہ مقام فنا کی محویت، مستی اور استغراق سے نکل کر ہوش میں آنا اور فرائض زندگی ادا کرنا۔لیکن چونکہ فنا فی اللہ میں سالک صفات الٰہی سے متصف ہوجاتا ہے(اللہ اسکی آنکھیں، ہاتھ، بازو بن جاتا ہے)اس لیے مقام بقاباللہ میں پہنچ کراس کے سر پرخلافت الٰہیہ کا تاج رکھا جاتا ہے''(حوالہ مذکور،صفحہ 50)

مندرجہ بالا بیان سے ایسا تاثر ملتا ہے کہ جیسے عیسایت میں رہبانیت کی تعلیم گویا دینی فریضہ تھی اور اسلام میں بھی اس جیسی تعلیم پائی جاتی ہے لیکن اس کا انداز جداگانہ ہے۔حالانکہ یہ تاثر بالکل غلط ہے۔اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:

''اور رہبانیت کوتو انہوں نے خود ایجاد کرلیا تھا،ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر اللہ کی رضامندی کی طلب میں (انہوں نے اسے اختیار کیا) مگر پھر وہ اس کا حق ادا نہ کرسکے جیسے کہ اسکا لحاظ رکھنے کا حق تھا''۔ (سورۃ 57،آیت 27)

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اہل تصوف وحدت الوجود کوتو عین حق بجانب سمجھتے ہیں لیکن حلول کا عقیدہ (یعنی اللہ رب العزت کسی کے اندر اتر آئے) رکھنے والوں کومردود کہتے ہیں۔البانی صاحب

کے مطابق تو وحدت الوجود کا عقیدہ، حلول کے عقیدے سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ وہ فرماتے ہیں" وہ لوگ جو خود کو تصوف کے ساتھ جوڑتے ہیں وہ مختلف مراتب کے لوگ ہیں، جن میں سے کچھ تو تمام حدیں پار کر کے اسلام کو بھی ایسے خیر باد کہہ گئے ہیں جیسے مکھن سے بال نکلتا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے قران حکیم کی آیات کی ایسی من مانی تشریح کی ہے کہ ان کا فلسفہ اور ارتداد ایک ہی چیز نظر آتا ہے۔ علماء اسلام کی نظر میں جو لوگ وحدت الوجود پر یقین رکھتے ہیں، وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا عقیدہ دہریوں سے ملتا ہے تاہم الفاظ جدا ہیں۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ، اس اکیلے کے سوا کچھ نہیں۔ یعنی جو کائنات ہم دیکھتے ہیں وہ سب اللہ ہے۔ اس وجہ سے ان لوگوں کو وحدت الوجود کے نظریہ کے لوگ کہا جاتا ہے۔ اگر کوئی مسلمان یہ دعوی کرتا ہے کہ اللہ ہی ہر چیز میں موجود ہے تو اس سے دو عقیدے مراد ہو سکتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ کسی کے اندر اتر آئے جسکو حلول کا عقیدہ کہتے ہیں۔ اس عقیدہ کے مطابق اللہ اور مخلوق دو علیحدہ ہستیاں ہوتی ہیں جیسا کہ اسماعیلی اور علاوی شیعہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور دوسری بات جو مراد ہو سکتی ہے وہ وحدت الوجود ہے جس میں خالق اور مخلوق میں کوئی فرق نہیں رہتا اور وہ دونوں ایک ہی ہو جاتے ہیں۔ یہ عقیدہ بلا شبہ گمراہ کن ہے"۔

(youtu.be/10UWtq22DJg)

اہل تصوف کی مختلف فرقوں میں تقسیم اور ایک دوسرے کو گمراہ کن کہنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تفرقہ بندی نے تصوف کی جڑوں کو بھی کھوکھلا کیا ہوا ہے۔

### 7.1- خودساختہ اصلاحات:

اہل تصوف نے اپنے زعم باطل میں مختلف منازل اور مقامات ایجاد کیے ہیں جن کی پشت پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ مثلاً شارح کشف المحجوب لکھتے ہیں" ابدال، اوتاد، غوث، قطب یہ مردان غیب کے نام ہیں جو دنیا میں کسی نہ کسی خدمت پر کسی نہ کسی علاقے میں مامور من اللہ ہوتے ہیں۔ دنیا میں غوث ایک ہوتا ہے جس کے ہمراہ دو قطب ہوتے ہیں۔ غوث زمان کو قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ ایک اس کے دائیں جانب ہوتا ہے اور ایک بائیں جانب۔ ان کے

ماتحت ابدال اوراوتاد ہوتے ہیں جومختلف علاقوں میں تکوینی امور پر مامور ہوتے ہیں''۔

(حوالہ مذکور،صفحہ 455)

قطب مدار صاحب کی ملاقات کا ایک واقعہ بھی ملاخطہ فرمائیے۔علی ہجویری تحریر فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر وراق ترمذی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن حکیم ترمذی نے مجھ سے کہا کہ اے ابوبکر آج میں تجھے ایک جگہ لے جانا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بندہ حاضر ہے۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔تھوڑی دیر بعد ہم ایک سخت مشکل صحرا میں پہنچ گئے۔ وہاں کچھ سبزہ تھا اور ایک درخت کے نیچے ایک سنہری تخت پڑا تھا جس پر خوبصورت لباس میں ملبوس ایک بزرگ بیٹھے تھے۔ جب حکیم ترمذی ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے اٹھ کران کو اپنے پاس تخت پر بٹھا دیا۔اس کے بعد ہرطرف سے بزرگ آنا شروع ہوئے حتیٰ کہ ان کی تعداد چالیس ہوگئی۔اس کے بعد اس بزرگ نے اشارہ کیا اور آسمان سے کھانے پینے کی چیزیں نازل ہوگئیں اور ہم سب نے کھائیں۔ میں نے ان (ترمذی صاحب) سے دریافت کیا کہ یا شیخ وہ کون سا مقام اور بزرگ ہیں۔انہوں نے فرمایا یہ بنی اسرائیل کا صحرا ہے اور بزرگ قطب مدار ہیں۔ (حوالہ مذکور،صفحہ 620)

شارح کشف المحجوب لکھتے ہیں''انسانی فطرت کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ جس طرح جسم کے پانچ یا چھ حواس ہیں جن کے ذریعے ظاہری دنیا کی اشیاء کا ہمیں شعور ہوتا ہے،اسی طرح انسانی روح کے بھی چھ حواس ہیں جن کو تصوف کی اصطلاح میں لطائف ستہ کہا جاتا ہے جن کے ذریعے باطنی دنیا کا ہمیں شعور ہوتا ہے۔ یہ لطائف جسم کے اندر مختلف مقامات پر ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

1- لطیفہ نفس: اس کا مقام زیر ناف ہے اور اسکے نور کا رنگ زرد ہے۔
2- لطیفہ قلب: اس کا مقام بائیں چھاتی ہے اور اس کے نور کا رنگ سرخ ہے۔
3- لطیفہ روح: اس کا مقام دائیں چھاتی ہے اور اسکے نور کا رنگ سفید ہے۔
4- لطیفہ سر: اس کا مقام وسط چھاتی ہے اور اسکے نور کا رنگ سبز ہے۔

5- لطیفہ خفی: اس کا مقام وسط پیشانی ہے اور اسکے نور کا رنگ نیلگوں ہے۔

6- لطیفہ اخفیٰ: اس کا مقام سر کی چوٹی ہے اور اسکے نور کا رنگ سیاہ ہے۔

جب ذکر الٰہی اور مراقبات کی مختلف مشقوں کے ذریعے ان روحانی حواس کو زندہ کیا جاتا ہے تو جس طرح ہمیں جسمانی حواس کے ذریعے مادی زندگی کا شعور حاصل ہوتا ہے، اسی طرح روحانی حواس کے ذریعے ہمیں باطنی دنیا کا شعور حاصل ہوتا ہے اور قرب حق کے منازل طے ہوتے ہیں۔ یاد رہے کہ ایمان کے تین مدارج ہیں، علم الیقین، عین الیقین اور حق الیقین''۔

(حوالہ مذکور، صفحہ 42)

یہ امر کس قدر حیرت انگیز ہے کہ اللہ رب العزت نے تو دین مکمل ہونے کا اعلان ۱۰ ہجری میں کیا (سورۃ المائدہ، آیت 3) اور رسول اللہ ﷺ نے وہ تمام باتیں بتا دیں جو کہ ہمیں قرب الٰہی کا مستحق بنائیں (صحیح مسلم، رقم 4776)۔ نیز اللہ رب العزت نے تو رسول اللہ ﷺ کو واضح حکم دیا تھا کہ ''اے رسولؐ! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے رب کی جانب سے نازل کیا گیا ہے اسے (بے کم وکاست) پہنچا دیجیے۔ اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا (سورۃ المائدہ، آیت 67)۔ لیکن یہ سب تعلیمات اور طریقے اس کے باوجود کیسے اللہ اور اسکے رسول ﷺ سے اوجھل رہ گئے؟ اگر مراقبوں اور مشقوں سے باطنی امور کو طے کرنا فرض تھا تو اللہ رب العزت نے اپنے رسولؐ کو کیوں مطلع نہ کیا اور انہوں نے یہ طور طریقے اور اصطلاحات اپنے صحابہ تک کیوں نہ پہنچائیں؟ احادیث صحیحہ سے ایسی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو موجودہ تصوف جیسی کوئی بھی تعلیم دی ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ کتاب مذکور میں علی ہجویری صاحب نے خلفائے راشدین کو بھی تصوف کے اکابرین میں شمار کیا ہے۔

اس پر طرفہ تماشا یہ ہے کہ فرقہ پرستوں کے علماء نے بھی ان اصطلاحات کا من وعن استعمال کیا اور بغیر کسی دلیل کے ان کو معاشرے میں پھیلا دیا۔ مثلاً مشہور تبلیغی رہنما طارق جمیل صاحب اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں ''ولی، ولی کو پہچانتا ہے، ابدال کی پرواز کو نہیں پہچان سکتا، ابدال ابدال کی پرواز دیکھتا ہے، قطب کی پرواز نہیں دیکھتا، قطب، قطب کی پرواز دیکھتا ہے، قطب

الابدال کی پرواز نہیں دیکھ سکتا۔قطب الابدال،قطب الابدال کی پرواز دیکھتا ہے،غوث کی پرواز نہیں دیکھ سکتا۔غوث غوث کی پرواز دیکھتا ہے، نبی کی پرواز نہیں دیکھ سکتا‘‘۔اہل تصوف کے ساتھ ان علماء کے ہاتھوں بھی معاشرے میں تصوف کا پوداا پنی نشو ونما حاصل کرتا ہے۔

(youtu.be/XSkmkt5HtnU)

## 7.2- ضعیف وموضوع روایات:

اپنے نظریات کو ثابت کرنے کیلئے کشف المحجوب میں کثرت سے اقوال الرجال سمودیے گئے ہیں جو کہ چنداں قابل وقعت نہیں۔تاہم مختلف مقامات پر احادیث رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیش کی گئی ہیں لیکن وہ صحت کے مقام پر پوری نہیں اترتیں۔ذیل میں ایسی چندروایات اوران کی تخریج درج کی جارہی ہے۔

### 7.2.1- لی مع الله وقت لا یسعنی ملك المقرب و نبی المرسل (صفحہ نمبر 141)

یہ حدیث صحیح نہیں ہے(دیکھیے کشف الخفا ھنداوی، رقم 2159 والاسرار المرفوعۃ فی الاخبار الموضوعۃ، رقم 392)

### 7.2.2- المتعبد بلافقه كالحمار في الطاحونته (صفحہ نمبر 153)

امام البانی کہتے ہیں: یہ حدیث موضوع ہے۔امام ابن الجوزی نے اسے موضوعات میں نقل کیا ہے اوراسکی علت محمد بن ابراہیم ہے جو متہم بالحدیث ہے۔امام ابن حبان کہتے ہیں کہ وہ حدیثیں گھڑا کرتا تھا اور اس حدیث سے دلیل لینا ٹھیک نہیں (السلسلۃ الاحادیث الضعیفہ والموضوعۃ، جز2،صفحہ 198،نمبر 782)

### 7.2.3- همةالعلماء الدراية و همة السفها الرواية(صفحہ نمبر 157)

یہ حدیث موضوع ہے۔ابن عساکر نے اسے مرسلاً روایت کیا ہے۔
(دیکھیں حدیث نمبر 6099،ضعیف الجامع)

### 7.2.4- من سمع صوت اهل التصوف فلا یومن علی دعائهم

کتب عنداللہ من الغافلین (صفحہ نمبر 46)

یہ روایت موضوع ہے (الکتاب التصوف المنشاء والمصادر، جز 1 صفحہ 42)

7.2.5- ان امتی لن تجتمع علی ضلا لۃ فا ذا رایتم اختلافا فعلیکم بالسواد الاعظم

یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ (صحیح ،ضعیف سنن ابن ماجہ، بلاالبانی، نمبر 3950)

## 7.3- قران مجید کی من مانی تشریحات:

جیسا کہ البانی صاحب کے حوالے سے اوپر نقل کیا گیا ہے تصوف کے لوگوں نے قران مجید کی آیات کی من مانی تشریحات کی ہیں تا کہ ان کے مکتبہ فکر کو سہارا مل سکے۔ ذیل میں چند حوالہ جات پیش کیے جاتے ہیں۔

7.3.1- سورۃ المدثر، آیت نمبر 4 میں اللہ رب العزت نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے کپڑوں کو پاک رکھنے کا حکم دیا۔ فثیابکَ فطھر۔ فطھر سے مراد طہارت ہے۔ لیکن علی ہجویری صاحب کے نزدیک فطھر سے مراد فقصر ہے یعنی اپنے جامہ کو چھوٹا کرو۔ (صفحہ 243)

7.3.2- سورۃ الجن، آیت نمبر 16 میں اللہ رب العزت فرماتا ہے وان لو استقاموا علی الطریقہ لا سقینھم مآء غدقا اور اگر یہ لوگ راہ ہدایت یعنی اسلام پر جمے رہتے تو ہم انہیں وافر پانی پلاتے۔ لیکن ہجویری صاحب کا ترجمہ کچھ یوں ہے ''یعنی اگر وہ طریقت تصوف پر قائم رہے تو ہم انہیں خاص پانی ''روحانیت'' سے سیراب کر دیں گے''۔

7.3.3- سورۃ بنی اسرائیل، آیت نمبر 17 میں اللہ رب العزت فرماتا ہے'' اور وہ آپ سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ روح میرے رب کا امر ہے اور تمہیں بہت کم علم دیا گیا ہے''۔ اسکے باوجود ہجویری صاحب نے ایک پوری فصل قائم کی ہے جس کا عنوان ہے روح کے متعلق اقوال مشائخ جس میں اقوال الرجال کی بھرمار ہے کہ روح کیا چیز ہے اور اسکے مقامات کیا ہیں۔ نیز ان حضرات نے اپنی ارواح کو دیکھا بھی ہے۔ (صفحہ 678)

7.3.4- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے'' وہ ذات جس نے سات آسمان اوپر نیچے پیدا کیے، تم رحمان کی تخلیق میں کوئی کمی پیشی نہ دیکھو گے، اپنی نگاہ دوڑاو، کیا تمہیں کوئی شگاف نظر آتا ہے''؟ (سورۃ

الملک، آیت 3)۔لیکن ابوعمر دمشقی فرماتے ہیں: تصوف نام ہے کائنات کو نقص کی نگاہ سے دیکھنے کا۔ (صفحہ 222)

## 7.4- انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام کے مقام کا مقابلہ:

اہل تصوف ایسے ایسے واقعات نقل کرتے ہیں جو اکثر گذشتہ انبیاء سے مخصوص ہوتے ہیں لیکن ان ہی واقعات کو تصوف کے بزرگوں کے ساتھ بھی جوڑ دیا جاتا ہے تا کہ ان کا خودساختہ مقام بہت بلند معلوم ہو۔ذیل میں کشف المحجوب سے چند واقعات نقل کیے جاتے ہیں۔

7.4.1- سورۃ البقرہ، آیت نمبر 60 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور (وہ وقت یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم کے لیے پانی مانگا تو ہم نے کہا کہ اپنی لاٹھی پتھر پر مارو تو اس میں سے بارہ (12) چشمے پھوٹ نکلے''۔ایک صوفی بزرگ لکھتے ہیں کہ وہ ایک دفعہ ابوحلیم کے پاس سے گزرے تو کیا دیکھتے ہیں کہ بھیڑیا ان کی بکریوں کی حفاظت کرر ہا ہے۔انہوں نے ایک لکڑی کا پیالہ پہاڑ کے نیچے رکھ دیا اور پہاڑ میں سے دو چشمے پھوٹ نکلے ایک دودھ کا اور دوسرا شہد کا۔انہوں نے فرمایا کہ اے بیٹے باوجودیکہ موسیٰؑ کی قوم ان کی خیانت کرر ہی تھی، پہاڑ نے ان کو پانی دیا۔لیکن محمدﷺ کا مقام موسیٰؑ سے بلند ہے اسی لیے جب میں آپ کی متابعت کرتا ہوں تو پہاڑ کیوں نہ مجھے دودھ اور شہد دیتا۔(صفحہ نمبر 347)

7.4.2- سورۃ سبا، آیت نمبر 14 میں اللہ رب العزت سلمان علیہ السلام کی موت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے ''پھر جب ہم نے سلمانؑ کو موت دینے کا فیصلہ کیا (اوران کی وفات ہوگئی تو) جنات کو ان کی موت کی خبر کسی چیز نے نہیں دی مگر زمین کے (ایک) کیڑے نے جو ان کے عصا کو کھاتا رہا تھا۔پھر جب (وہ عصا کھوکھلا ہو گیا اور) سلمانؑ گر پڑے تو جنات کو معلوم ہوا ہے (وہ غیب نہیں جانتے) اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو ذلت آمیز عذاب میں (مبتلا) نہ رہتے''۔اب یہی واقعہ ایک صوفی ابوتراب نخشبی کے ساتھ بھی پیش آیا۔علی ہجویری فرماتے ہیں'' آپ کی وفات بھی بصرہ کے صحرا میں ہوئی۔آپ کے وصال کے کئی سال بعد جب لوگ وہاں پہنچے تو آپ کو اس

حال میں دیکھا کہ قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے ہیں، عصا ہاتھ میں ہے اور سر پہاڑ پر رکھ کر کھڑے ہیں۔ آپ کا جسم سوکھ کر لکڑی ہو چکا ہے لیکن کسی جنگلی جانور کو یہ ہمت نہ ہوئی کہ ان کے پاس بھٹکتا''۔ (صفحہ 406)

7.4.3- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ انبیاء میں سے کسی نبی نے جہاد کیا تو نماز عصر کے قریب جب وہ بستی کے قریب پہنچے تو انہوں نے سورج سے کہا: تو بھی مامور ہے اور میں بھی مامور ہوں۔ اے اللہ اسے کچھ وقت کیلئے مجھ پر روک دے۔ تو اسے روک دیا گیا حتی کہ اللہ نے انہیں فتح عنایت فرمائی (صحیح مسلم، رقم 4555)۔ علی ہجویری ایک صوفی محمد بن اسماعیل کے متعلق لکھتے ہیں کہ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو شام کا وقت تھا۔ موت کی سختی کے بعد آنکھ کھولی تو ملک الموت کو سامنے کھڑا دیکھا اور اس سے کہا کہ ٹھہر جاؤ۔ تم بھی مامور ہو اور میں بھی مامور ہوں۔ جو تجھے حکم ملا ہے اسکا وقت فوت نہیں ہوتا اور جو مجھے حکم ملا ہے اسکا وقت فوت ہو رہا ہے۔ مجھے شام کی نماز پڑھنے دو۔ آپ نے نماز پڑھی اور جاں بحق ہو گئے۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 452)

7.4.4- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا واقعہ تو تواتر سے احادیث میں بیان ہوا ہے لیکن صوفیا کی معراج کا قصہ بھی قابل ذکر ہے۔ علی ہجویری صاحب ایک صوفی ابو یزید کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں ''ابتدا میں جب میں نے وحدانیت کی طرف سیر کی تو مجھے محسوس ہوا کہ میرے باطن کو آسمان کی طرف لے گئے ہیں لیکن اس نے راستے میں کسی چیز کی طرف توجہ نہ کی۔ بہشت و دوزخ دکھائے گئے لیکن ان کی طرف بھی توجہ نہ ہوئی حتیٰ کہ میں تنزیہہ وتقدیس کے میدانوں سے گذرتا ہوا کائنات کے حجابات سے بلند ہوا تو اپنے آپ کو ایک پرندہ کی صورت میں پایا جسکا جسم احدیت سے بنا ہوا تھا یہاں تک کہ ازلیت کے مقام پر جا پہنچا اور احدیت کے درخت پر نظر ڈالی تو معلوم ہوا کہ وہ میں ہوں۔ یہ قصہ بہت طویل ہے۔ اہل طریقت اس کو ابو یزید کی معراج کہتے ہیں''۔ (صفحہ 637-638)

7.4.5- علی ہجویری صاحب اولیاء کو انبیاء کی طرح گناہوں سے محفوظ قرار دیتے ہیں البتہ الفاظ کا چناؤ بدل دیا گیا ہے۔ وہ انبیاء کو معصوم اور اولیاء کو محفوظ کہتے ہیں ہر اس آفت سے جس سے

ولایت کی نفی ہو جائے۔یعنی بالفاظ دیگران سے انبیاء کے مثل کوئی ایسی غلطی سرزد نہیں ہو سکتی جس سے ان کے مقام میں فرق آجائے۔ یہ خصوصیت صرف انبیاء کو حاصل ہے تاہم اہل تصوف کے نزدیک صوفیا کو بھی یہ خصوصیت حاصل ہے۔ (صفحہ 614)

## 7.5- خضر علیہ السلام سے فرضی ملاقاتیں:

اہل تصوف اپنی تحریروں میں یہ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ ان کے بزرگان کے پاس خاص علم ہوتا ہے اور اسکی وجہ سے ان کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے اور غیر معمولی تصرفات ان کو حاصل ہوتے ہیں۔اس لیے وہ ایسے واقعات نقل کرتے ہیں کہ قاری کا دماغ اس بات پر یقین کر لے کہ واقعی ان کے پاس بہت علم و حکمت ہے۔

سورۃ البقرۃ میں اللہ رب العزت فرماتا ہے کہ ”یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ مچھر کی مثال بیان کرے یا اس سے بڑی چیز کی مثال کرے، پس جو لوگ ایمان لائے وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے رب کی طرف سے حق ہے لیکن جن لوگوں نے کفر کیا وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کا کیا مطلب ہے؟ اللہ ایسی مثالوں کے ذریعے بہت سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہت سے لوگوں کو ہدایت دیتا ہے۔لیکن ان مثالوں سے وہی لوگ گمراہ ہوتے ہیں جو فاسق ہیں۔“ (آیت 26)

مندرجہ بالا آیت کے مصداق اللہ رب العزت نے بہت سے ایسے واقعات بیان کیے ہیں جن سے مختلف مکاتب فکر نے اپنی عقل کے مطابق نتائج اخذ کیے ہیں۔ مثلاً سورۃ سبا کے مطابق جس شخص نے ملکہ بلقیس کا تخت پلک جھپکنے میں حاضر کیا، اسکے بارے میں مشہور کیا گیا کہ اسکو اسم اعظم کا علم تھا اور پھر اسم اعظم کے متعلق بہت سی اسرائیلیات گھڑی گئیں اور عجیب وغریب اذکار وضع کیے گئے۔اسی طرح یاجوج ماجوج بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہیں جن کے وجود پر بھی لاتعداد گھڑی ہوئی اخبارات موجود ہیں اور ایک عالم (شیخ عمران حسین) تو موجودہ بنی اسرائیل کو ہی یاجوج ماجوج مانتے ہیں اور ان کے مطابق ذوالقرنین کی بنائی دیوار بھی گر چکی ہے۔اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی خضر علیہ السلام بھی ہیں جن کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے پاس سے

ایک خاص علم عطا کیا تھا۔ تاہم ان کے واقعہ میں ایک بات بہت غور طلب ہے جسکی اطلاع رسول اللہ ﷺ نے دی ہے۔ جب خضرؑ اور موسیٰؑ ایک کشتی میں سوار ہوئے تو ایک چڑیا آئی اور کشتی کے کنارے پر بیٹھ گئی، پھر سمندر میں سے ایک یا دو چونچیں ماریں۔ (اسے دیکھ کر) خضرؑ بولے کہ اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم نے اللہ کے علم سے اتنا بھی کم نہیں کیا جتنا اس چڑیا نے سمندر سے کیا ہے۔ نیز انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اے موسیٰ! مجھے ایسا علم دیا گیا ہے جسے تم نہیں جانتے اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے اسے میں نہیں جانتا۔ (صحیح بخاری، نمبر 122)

رسول اللہ ﷺ نے اس خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کاش موسیٰؑ تھوڑا اور صبر کرتے تو ایسے اور واقعات ہمارے سامنے آتے (صحیح بخاری، نمبر 122)۔

مندرجہ بالا حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

1- جو علم موسیٰؑ کو دیا گیا تھا، خضرؑ اس علم سے واقف نہیں تھے۔

2- یہ علم شریعت میں کوئی اتنی ضروری حیثیت نہیں رکھتا اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اگر موسیٰؑ صبر کرتے تو چند واقعات اور علم میں آجاتے۔ ورنہ رسول اللہ ﷺ اس علم کے حصول بارے میں بھی کوئی اشارہ فرماتے، لیکن انہوں نے فرمایا کہ ہر بھلائی کی بات بتا دی گئی ہے۔
(صحیح مسلم، رقم 4776)

تاہم خضر علیہ السلام کے واقعہ کو عجیب وغریب رنگ دیا گیا اور یہ باور کرایا گیا کہ چونکہ خضرؑ اللہ کے ولی تھے اس لیے ان کے پاس ایک خاص علم تھا جو اللہ کے نبی کے پاس بھی نہیں تھا۔ اسی وجہ سے صوفیاء نے اپنے بزرگوں کے متعلق ایسے افسانے گھڑے جس سے ان کا علمی مرتبہ بلند تر دکھایا جاسکے۔ ایسے ہی واقعات کشف المحجوب میں بھی ملتے ہیں۔

7.5.1- محمد بن علی ترمذی کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ خضر علیہ السلام کے صحبت یافتہ ہیں۔ ابوبکر وراق جو آپ کے مرید ہیں وہ روایت کرتے ہیں کہ ہر اتوار کے دن خضر علیہ السلام آپ کے پاس آتے اور گفتگو کرتے تھے (صفحہ 446)

7.5.2- یہی ابوبکر وراق روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت حکیم ترمذی نے مجھے ایک کتاب

کے چند اوراق دے کر حکم دیا کہ اسے دریا میں ڈال دو۔ لیکن میرے دل کو یہ بات گوارہ نہ ہوئی اور میں نے کتاب کا نسخہ لیکر اپنے گھر میں رکھ دیا۔ اور ان سے جا کر کہا کہ دریا میں پھینک دیا۔ آپ نے پوچھا کہ پھر کیا ہوا۔ میں نے جواب دیا کہ کچھ بھی نہ ہوا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ پھر تم نے دریا میں پھینکا ہی نہیں۔ جاؤ اور ڈال کر آؤ۔ میں نے جذبات پر قابو پا کر کتاب کے نسخے کو دریا میں ڈال دیا۔ جونہی میں نے یہ کام کیا تو دریا کے پانی میں شگاف پیدا ہوا اور اندر سے ایک صندوق برآمد ہوا اور کاغذوں کو اندر لیکر پانی میں چلا گیا۔ میں نے عرض کی کہ یا شیخ یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے یہ کتاب تصنیف کی لیکن لوگوں کا سمجھنا مشکل تھا۔ حضرت خضرؑ نے کہا کہ مجھے دے دو۔ اور پانی کو اللہ نے حکم دیا کہ یہ کتاب خضر تک پہنچا دے۔ (صفحہ 447)

7.5.3- ابراہیم خواص سے کسی نے پوچھا کہ آپ نے عجائب میں سے کیا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ویسے تو میں نے بہت عجائب دیکھے ہیں لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک دفعہ خضر علیہ السلام نے مجھ سے درخواست کی کہ مجھے اپنی صحبت میں رہنے دو۔ لیکن میں نے یہ بات قبول نہیں کی۔ (صفحہ 467)

لیجئے جناب! موسیٰؑ نے خضرؑ سے علم سیکھنے کیلئے انکی صحبت کی درخواست کی تھی۔ یہاں خضرؑ نے ابراہیم خواص کی صحبت کی درخواست کی لیکن انہوں نے یہ درخواست منظور نہیں کی۔ اس سے آپ ابراہیم خواص کے علم و مرتبہ کا اندازہ لگایئے۔ لیکن یہ امور کشفیہ میں سے ہوگا، اسکو ہم جیسے لوگ کیا سمجھ سکتے ہیں۔

## 7.6- سنت سے بے رغبتی:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ کی قسم! اللہ رب العالمین سے میں تم سب سے زیادہ ڈرنے والا ہوں اور سب سے زیادہ پرہیزگار ہوں لیکن میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں۔ جس نے میری سنت سے بے رغبتی کی، وہ مجھ میں سے نہیں ہے“ (صحیح بخاری، رقم 5063)۔ ہمارے لیے

ایک معیار مقرر کردیا گیا ہے، اگر اس معیار سے آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے تو ہمارے اعمال قبولیت کے بجائے رد کر دیے جائیں گے۔ لیکن صوفیا حضرات ان قیود سے آزاد ہیں، چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

7.6.1- رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں "سفید لباس پہنو کیونکہ یہ پاکیزہ اور عمدہ لباس ہے (جامع ترمذی، رقم 2810، سندہ صحیح)۔ لیکن ہجویری صاحب لکھتے ہیں "بعض مشائخ نے اکثر نیلا لباس اختیار کیا ہے۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ اکثر سیر و سیاحت میں رہتے ہیں اور دوسرا یہ کہ نیلا لباس چونکہ ماتم کی علامت ہے اور دنیا مصائب کا گھر ہے اسلیئے یہ لوگ نیلا لباس پہن کر عشق محبوب میں سوگ مناتے ہیں"۔ (صفحہ 255)

7.6.2- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اے آدم! شیطان تمہیں ہرگز فتنہ میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے والدین کو جنت سے نکلوا دیا تھا اور ان دونوں کے لباس اتروا دیے تھے تاکہ ان کی شرمگا ئیں انہیں دکھادے"۔ (سورہ الاعراف، آیت 27) تاہم علی ہجویری صاحب لکھتے ہیں "ہمارے اس زمانے میں بھی غزنی میں ایک درویش ہیں جن کا نام موئد رحمۃ اللہ علیہ ہے، وہ بھی لباس کی پروانہیں کرتے (ننگے رہتے ہیں)۔ اور یہ بات اس مقام پر درست بھی ہے"۔ (صفحہ 255)

7.6.3- حضرت شاہ شجاع کرمانی کے متعلق مشہور ہے کہ آپ چالیس سال تک نہ سوئے ایک دفعہ جب نیند آ گئی تو خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ (صفحہ 440)

7.6.4- حضرت سہل بن عبداللہ تستری کے متعلق روایت ہے کہ آپ پندرہ دن کے بعد ایک بار کھانا کھاتے تھے اور ماہ رمضان میں عید تک کچھ نہ کھاتے تھے اور ہر رات چار سو رکعت نماز ادا کرتے تھے۔ (صفحہ 785)

7.6.5- شیخ ابونصر سراج کے متعلق روایت ہے کہ آپ ایک دفعہ ماہ رمضان میں بغداد پہنچے اور مسجد شونیریہ میں معتکف ہو گئے۔ درویشوں نے آپ کو امام تسلیم کر لیا۔ حتیٰ کہ آپ نے عید تک نماز

تراویح پڑھائی اور ماہ رمضان میں پانچ قران ختم کیے۔ ہر رات خادم ایک روٹی لاتا اور کمرے میں رکھ دیتا تھا۔عید کے دن جب آپ نماز کیلئے عید گاہ تشریف لے گئے تو خادم نے کمرہ کے اندر دیکھا کہ تیس روٹیاں ویسی کی ویسی پڑی ہیں۔ (صفحہ 785)

7.6.6- ابراہیم بن ادھم کے متعلق روایت ہے کہ آپ رمضان کے دوران کچھ نہیں کھاتے تھے اور روز گرمی کے موسم میں مزدوری پر گندم کاٹتے اور جو کچھ وصول ہوتا وہ درویشوں کو کھلا دیتے اور ساری رات صبح تک نماز میں مشغول رہتے۔ دوست جس قدر اصرار کرتے، آپ نہ کھاتے تھے نہ سوتے تھے۔(صفحہ 785)

## 7.7- ترک دنیا اور رہبانیت:

تصوف پر عیسایت کی چھاپ بھی بہت زیادہ ہے۔ ہر وقت جنگلوں، صحراؤں میں دگرگوں رہنا اور گوشہ نشین بننا عیسائی راہبوں کا شیوہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''رہبانیت تو انہوں نے خود ہی ایجاد کر لی تھی ہم نے ان پر فرض نہیں کی تھی مگر اللہ کی رضا جوئی کی طلب میں (انہوں نے خود اسے اختیار کر لیا) پھر وہ اسکا حق بھی ویسا ادا نہ کر سکے جیسا کہ ادا کرنے کا حق تھا''۔ (سورۃ الحدید، آیت 27)

ایسی ہی زندگی کی تعلیم صوفیا کی کتابوں میں بھی ملتی ہے۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

7.7.1- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''وہ فلاح پا گیا جس نے نفس کو پاک کیا اور وہ تباہ ہو گیا جس نے نفس کو دبا دیا''۔ (سورۃ الشمّس، آیت 10-9)

تاہم صوفیا نے نفس کو مارنے کی تلقین کی ہے اور اسے درندوں سے تشبیح دی ہے۔ محمد بن علیان کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں''ابتدائے حال میں اپنے نفس کی شرارت پر کڑی نظر رکھتا تھا۔ ایک دن ایک لومڑی کا بچہ میرے حلق سے نکل کر باہر آ گیا۔ حق تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرمایا کہ یہ تمہارا نفس ہے۔ میں نے اسے پاؤں کے نیچے دبایا اور لاتیں مارنی شروع کر دیں۔'' (صفحہ 583)

7.7.2- ابوالعباس شقانی فرماتے ہیں کہ ایک دن میں گھر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک زرد رنگ

کا کتا میرے بستر پر سویا ہوا ہے۔ میں نے خیال کیا شاید محلے کا کتا گھر گھس آیا ہے۔ جب میں نے اسے بھگانے کا ارادہ کیا تو میرے دامن میں گھس کر غائب ہو گیا۔ (صفحہ 587)

7.7.3- ابراہیم خواص فرماتے ہیں کہ میں نے سنا کہ ولایت روم میں ایک عیسائی راہب ستر سال سے گوشہ نشین ہے۔ یہ سن کر مجھے تعجب ہوا کیونکہ رہبانیت کی عمر چالیس سال ہوتی ہے، یہ شخص کیوں ستر سال سے گوشہ نشین ہے چنانچہ میں نے اس سے ملنے کا ارادہ کیا۔ جب میں اس کے پاس پہنچا تو کھڑکی کھول کر اس نے کہا کہ ابراہیم مجھے معلوم ہو گیا کہ تم کس غرض سے آئے ہو۔ میں یہاں رہبانیت کی نیت سے نہیں بیٹھا بلکہ میرے نفس کا کتا بہت شریر ہے، میں اس لیے بیٹھا ہوں کہ لوگ اس کتے سے محفوظ رہیں۔ ورنہ میں کون اور کہاں گوشہ نشینی۔ (صفحہ 587)

مندرجہ بالا واقعہ تصوف اور عیسایئت کی مماثلت کا واضح ثبوت ہے۔

7.7.4- ذوالنون مصری فرماتے ہیں، میں نے ایک شخص کو ہوا میں اڑتے دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا تم نے یہ مرتبہ کیسے حاصل کیا۔ اس نے جواب دیا کہ خواہشوں کو چھوڑا اور ہوا میں اڑا۔ (صفحہ 588)

7.7.5- صوفیا کی زندگی میں عورتوں سے بے رغبتی اور شادی سے دور رہنے کا طرز عمل بھی عیسایت سے مستعار لیا گیا ہے۔ علی ہجویری لکھتے ہیں پہلا فتنہ جو آدم علیہ السلام پر مقدر ہوا اسکی اصل بھی عورت ہوئی ہے اور ہابیل اور قابیل کا جو فتنہ ظاہر ہوا اس کی بنیاد بھی عورت ہی ہے (حالانکہ قران مجید میں قتل کا سبب یہ بتایا گیا ہے کہ ایک بھائی کی قربانی قبول ہوئی اور دوسرے کی نہیں ہوئی) اور جب اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں یعنی ہاروت و ماروت کو زمین پر بھیجا تو ان کی گمراہی کا سبب بھی عورت ہے جس کا نام زہرہ تھا اور آج تک تمام دنیاوی اور دینی خرابیوں کا سبب بھی عورتیں ہیں (صفحہ 860)۔ جب ابراہیمؑ کی پہلی بیوی حضرت سارہؓ کے دل میں دوسری بیوی کا رشک پیدا ہوا تو انہوں نے نفس پر قابو پا کر دوسری بیوی کو صحرا میں پہنچا دیا اور خدا کے سپرد کر دیا اور پھر التفات نہیں کیا (صفحہ 862، یہ وجہ تسمیہ بھی قران مجید کے خلاف ہے)۔

7.7.6- احمد حماد سرخسی سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو شادی کی خواہش ہوتی ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔اس نے پوچھا کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ وجہ یہ ہے کہ کبھی میں حالت غیوب میں ہوتا ہوں اور کبھی حالت حضور میں۔ جب میں غیب ہوتا ہوں تو مجھے کونین کی خبر نہیں ہوتی۔ اور جب اپنے آپ میں حاضر ہوتا ہوں تو اپنے نفس پر اس قدر قابو رکھتا ہوں کہ جب مجھے ایک روٹی مل جاتی ہے تو اسے ہزاروں حوروں سے بہتر جانتا ہوں (صفحہ 861)

7.7.7- ابراہیم خواص کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک بزرگ کی زیارت کیلئے گیا۔اتنا پاکیزہ گھر تھا جیسے کسی ولی اللہ کا عبادت خانہ ہے۔اس گھر میں دو محراب تھے۔ایک میں وہ بزرگ بیٹھے تھے اور دوسرے میں ایک نیک خاتون بیٹھی تھیں اور وہ دونوں عبادت کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکے تھے۔تین دن تک ان کا مہمان رہا اور جاتے ہوئے پوچھا کہ اس عورت سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ میرے چچا کی بیٹی ہے۔ہمیں بچپن سے ایک دوسرے سے عشق تھا لیکن اسکا باپ رشتہ نہیں دیتا تھا۔آخر اس کے انتقال کے بعد ہماری شادی ہوئی۔پہلی رات بیوی نے کہا کہ ہمیں آج اپنے نفس کو روک کر اس شادی کی نعمت پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے چنانچہ ہم نے وہ رات عبادت میں گذار دی۔اگلی رات بھی اس نے یہی کہا۔پھر میں نے کہا کہ دو راتیں آپ نے کہنے پر عبادت کی۔اب دو راتیں میرے کہنے پر عبادت کرتے ہیں۔ چنانچہ آج پینسٹھ سال کا عرصہ گذر گیا اور ہم نے پرہیز سے کام لیا اور عبادت میں مصروف رہے۔ (صفحہ 857)

7.7.8- ان تعلیمات کا ہی اثر تھا کہ ایک صوفی نے زیر ناف بال صاف کرتے ہوئے اپنے آلہ تناسل کو قطع کرنے کا ارادہ کرلیا۔ (صفحہ 589)

## 7.8- دلوں کے حال کا علم:

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''بے شک اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کو خوب جاننے والا ہے''۔

(سورۃ آل عمران، آیت 119)

لیکن ان صوفیا کرام کا دعویٰ ہے کہ وہ بھی دلوں کی باتوں کو جاننے والے ہیں۔ چند واقعات ملاحظہ

فرمائیں۔

7.8.1- جنید بغدادی کے ایک مرید کے دل میں حضرت شیخ کے متعلق شکایت پیدا ہوئی اور اس نے سمجھا کہ میں بلند مقام تک پہنچ گیا ہوں۔ ایک دن آپ کی آزمائش کی خاطر آیا اور سوال کیا۔ حضرت جنید کو اس کے دل کا حال معلوم ہو گیا اور جنید بغدادی نے اسے ولایت سے معزول کر دیا۔ (صفحہ 421)

7.8.2- ابوعثمان کہتے ہیں کہ شجاع کرمانی کے پاس رکنے سے میرے دل میں وہاں رہنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میرے اس دل کی خواہش کا علم ابوحفص کو بھی ہو گیا۔ (صفحہ 427)

7.8.3- روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوسعید نیشاپور سے طوس کی طرف تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک وادی سے گذر ہوا تو آپ کے پاؤں سردی سے ٹھٹھر گئے۔ ایک درویش بھی آپ کے ساتھ تھا۔ درویش کے دل میں خیال آیا کہ صدری پھاڑ کر شیخ کے پاؤں پر لپیٹ دوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ صدری بہت قیمتی ہے اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیئے۔ جب طوس پہنچے تو اس درویش نے شیخ کی مجلس میں سوال کیا کہ شیطانی وساوس اور الہام حق میں کیا فرق ہے۔ آپ نے کہا کہ الہام وہ تھا جو تمہیں کیا گیا تھا کہ صدری پھاڑ کر ابوسعید کے پاؤں کو سردی سے بچاؤ اور شیطانی وسوسہ وہ تھا جس نے تجھے اس سے باز رکھا۔ (صفحہ 488)

7.8.4- علی ہجویری کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ابوالفضل محمد بن حسن کو وضو کروا رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ جب ہر چیز کا انحصار تقدیر پر ہے تو آزاد لوگ کیوں خوامخواہ کرامت کے طمع پر اپنے آپ کو پیروں کا غلام بنا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹے جو کچھ تم نے سوچا ہے وہ مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ (صفحہ 489)

7.8.5- نیشاپور میں ایک سوداگر تھا جو ابوسعید کی مجلس میں جایا کرتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت شیخ سے کسی شخص نے کچھ طلب کیا۔ اس وقت سوداگر کے پاس ایک دینار اور کچھ ریزگاری تھی۔ اس نے دینار دینا چاہا لیکن پھر ریزگاری دے دی۔ اس کے بعد شیخ سے سوال کیا کہ کیا اللہ سے نزاع

جائز ہے؟ انہوں نے کہا: تو نے اللہ سے نزاع کیا ہے، اس نے تیرے دل میں خیال ڈالا کہ دینار دو لیکن تم نے ریزگاری دے دی۔ (صفحہ 775)

مندرجہ بالا واقعات کا رسول اللہ ﷺ کے مندرجہ ذیل فرمان سے موازنہ فرمائیں اور غور کریں کہ صوفیاء کس حد تک چلے گئے ہیں۔ حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میرے پاس مقدمات لاتے ہو، میں بھی ایک انسان ہوں۔ ہوسکتا ہے تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو فریق ثانی سے زیادہ وضاحت کے ساتھ بیان کرسکتا ہو۔ لہٰذا اگر میں کسی شخص کیلئے اس کے بھائی کے حق کا فیصلہ کردوں تو وہ اسے نہ لے۔ یوں سمجھے کہ میں اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں''۔ (سنن نسائی، رقم 5403، صحیح)

## 7.9- کرامات کی دنیا:

صوفیاء کرام کے پاس کرامات کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس سے عام لوگوں کو متاثر کیا جاتا ہے۔ عام لوگ اس مسئلے کے فہم سے ناواقف ہوتے ہیں کہ اتباع کا معیار سنت رسول ہے، اور وہ جو منزل من اللہ ہے۔ اسکے علاوہ چاہے کوئی ہوا میں اڑتا ہوا بھی آئے لیکن اس کا عمل دین اسلام کے منافی ہے تو وہ قابل اتباع نہیں ہے۔ کرامات کا ظہور تو غیر مسلموں سے بھی ہوتا ہے۔ انٹرنیٹ پر ایسا بے شمار مواد ملتا ہے جس میں عیسائی راہبوں کو عجیب وغریب مشاہدات ہونے کے واقعات کو دکھایا جاتا ہے۔ اس معاملے میں اگر کسی شخص کو تردد ہو تو اسکا یہ زعم دور کیا جاسکتا ہے اور اس حقیقت کو آسانی سے الم نشرح کیا جاسکتا ہے کہ کرامات کا ظہور دیگر مذاہب باطلہ میں بھی موجود ہے۔ تاہم تصوف کی کتابیں ایسے واقعات سے لبریز ہیں جن میں صوفیا کو مافوق الفطرت قوتوں کا حامل بتایا جاتا ہے۔ چند واقعات قارئین کرام کے لیے پیش خدمت ہیں۔

7.9.1- ایک دفعہ عبداللہ بن مبارک کی والدہ باغ میں گئیں۔ وہاں جا کر کیا دیکھتی ہیں کہ وہ سو رہے ہیں اور ایک بہت بڑا سانپ گل ریحان کی شاخ منہ میں لیے ان کے چہرے سے مکھیاں اڑا رہا ہے۔ (صفحہ 359)

7.9.2- ابوحفص عربی نہیں جانتے تھے اوران کے مریدین بہت پریشان تھے کہ کس قدر عظیم شیخ ہیں لیکن بات کرنے کیلئے ترجمان کی ضرورت ہے۔لیکن جب مسجد شونیریہ میں پہنچے جہاں تمام مشائخ اورحضرت جنید بھی موجود تھے۔تو آپ نے ان کے ساتھ ایسی عربی میں بات کی کہ سب حیران ہوگئے۔ (صفحہ 409)

7.9.3- ابوحفص لوہار کا کام کرتے تھے۔ایک دن دکان پر بیٹھے تھے کہ ایک نابینا قران کی تلاوت کررہا تھا۔تلاوت قران کا آپ پراس قدر غلبہ ہوا کہ آپ محو ہوگئے۔اور چمڑے کے بغیر ہاتھ ڈال کرلوہے کا سرخ ٹکڑا نکال لیا۔ (صفحہ 410)

7.9.4- کہتے ہیں ایک دفعہ شہر بابل کے بازار میں ایک لڑکا اونٹ کی باگ پکڑے جارہا تھا۔ چونکہ اونٹ کا بوجھ بہت زیادہ تھا،اس کا پاؤں پھسل گیا اورٹانگ ٹوٹ گئی۔لڑکا بہت بے تابی سے رورہا تھا۔ابوالعباس کا وہاں سے گزرہوا،انہوں نے دعا کی اوراونٹ کی ٹانگ ٹھیک ہوگئی۔

(صفحہ 482)

7.9.5- طبرانی سےان کی ابتدائی حالت کے بارے میں پوچھا گیا توانہوں نے فرمایا کے مجھے طہارت کیلئے پتھر کی ضرورت ہوئی تو جو پتھر اٹھاتا وہ ہیرا بن جاتا اورمیں اسے پھینک دیتا۔

(صفحہ 618)

7.9.6- ایک درویش کے بزرگ نے بیت الجن سے دمشق کا سفراختیارکیا۔راستے میں کیچڑ کی وجہ سے تمام لوگ مشکل سے چل رہے تھے لیکن ان بزرگوں کے پاؤں بالکل صاف تھے۔

(صفحہ 632)

7.9.7- ابراہیم کہتے ہیں کہ ایک دفعہ ابتدائے حال میں مسلم کی زیارت کو گیا تو وہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اورالحمد غلط پڑھ رہے تھے۔میں اگلے دن وضو کیلئے دریائے فرات پر گیا تو ایک شیر میرے پیچھے آگیا۔اتنے میں مسلم آئے تو شیروں نے انہیں دیکھ کردم ہلانا شروع کردی۔انہوں نے شیروں کے کان پکڑ کرفرمایا کہ کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ ہمارے مہمانوں کو نہ چھیڑنا۔

اسکے بعد انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے ظاہر کو درست کیا تو مخلوق سے ڈرتے ہو، ہم نے باطن کو درست کیا تو مخلوق ہم سے ڈرتی ہے۔ (صفحہ 632)

7.9.8- عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ زمانہ طفلی میں ایک عورت تھی جسکو نماز میں بچھو نے چالیس مرتبہ ڈنگ مارا لیکن اسکی حالت میں کوئی تبدل واقع نہ ہوا۔ میرے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ اللہ کے کام میں مشغول تھی اپنے کام میں کس طرح مشغول ہو سکتی تھی۔ (صفحہ 750)

7.9.9- کہتے ہیں کہ حضرت سہل بن عبداللہ جب پیدا ہوئے تو روزہ دار تھے اور جس دن دنیا سے رخصت ہوئے تو بھی روزہ دار تھے۔ جب تفصیل پوچھی گئی تو بیان کیا جب پیدا ہوئے صبح کا وقت تھا تو شام تک دودھ نہ پیا اور جب وفات ہوئی تو بھی روزے سے تھے۔ (صفحہ 784)

7.9.10- ابوبکر شبلی کہتے ہیں کہ میرے شیخ فرماتے ہیں، ایک دفعہ ایک صحرا میں اولیا اللہ کا اجتماع ہوا اور میرے مرشد حضرت حصری مجھے بھی ساتھ لے گئے۔ بعض اولیا کو میں نے دیکھا کہ تخت پر سوار ہو کر آرہے ہیں اور بعض ہوا میں اڑتے ہوئے آرہے ہیں لیکن میرے شیخ نے کسی پر توجہ نہ دی۔ آخر کار ایک شخص آیا جو لاغر تھا، سر ننگا اور جسم جلا ہوا تھا، اسکو انہوں نے اونچی جگہ بٹھایا اور فرمایا باقی لوگ ولایت کے تابع ہیں اور ولایت اس شخص کے تابع ہے۔ (صفحہ 899)

## 7.10- حاصل کلام:

مندرجہ بالا مباحث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ تصوف کی عمارت رہبانیت، گوشہ نشینی، کرامات اور سنت سے آگے بڑھ جانے پر قائم ہے۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ کرامات کی وجہ سے کسی کی پیروی کرنے کی بجائے اسکو سنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے۔ جو دین اسلام پر عمل پیرا ہے، وہ ان تمام خرافات سے خود کو بچا کر رکھے گا۔ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس نے میرے کسی ولی سے دشمنی کی اسے میری طرف سے اعلان جنگ ہے"۔ (بخاری، رقم 6502)

لیکن ولایت کا معیار سنت کی پاسداری ہے، جو سنت کا دلدادہ نہیں اسکا ولایت سے کوئی رشتہ نہیں۔

اگر کوئی اللہ کا کامل ولی بھی ہو، وہ قابل احترام تو ضرور ہے، مگر قابل اتباع نہیں۔ اسلیئے کہ اتباع صرف منزل من اللہ کی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''اس چیز کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے اوپر نازل کی گئی ہے اور اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو، مگر تم نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو''۔

(سورۃ الاعراف، آیت نمبر 3)

جس طرح گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا کہ ان کی کتب میں قران مجید کے من مانے تراجم کیے جاتے ہیں، یہی حال ان کی تفاسیر کا بھی ہے۔ ذیل میں ہم مشہور لبنانی محقق ڈاکٹر صبحی صالح کی تحقیق پیش کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ ''صوفیاء کی تفاسیر اکثر دور افکار باتوں پر مشتمل ہیں جن کا قرآن سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ انداز تحریر نہایت دقیق وعویض ہے۔ ان کے کلام کے فہم وادراک پر وہی شخص قادر ہوسکتا ہے جو بحر تصوف کا شناور ہو ورنہ ان کا مطلب سمجھنا آسان نہیں۔ اس نوع کی مشہور ترین تفسیر وہ ہے جس کی نسبت شیخ محی الدین ابن عربی متوفی 638ھ کی طرف کی جاتی ہے۔ اگرچہ اکثر علماء اس نسبت کو درست قرار نہیں دیتے۔ ان کے خیال میں یہ تفسیر کسی اور نے تحریر کی اور اسے ابن عربی کی طرف منسوب کر دیا۔ اس تفسیر کا نمونہ ملاحظہ فرمایئے، قران کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک جن لوگوں نے ہماری آیات کا انکار کیا ہم ان کو آگ میں داخل کریں گے۔ جب ان کے چمڑے جل جائیں گے تو ہم اور تبدیل کر دیں گے تا کہ عذاب کا مزہ چکھیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے''۔ (النساء، آیت 56)

محی الدین عربی مذکورہ صدر آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''کفروابآیتنا'' سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ ہمارے افعال وصفات کی تجلیات سے مستور ومحجوب رہے۔ اس لیے کہ آیت کے شروع میں آل ابراہیم کی صفات علم وحکمت سے موصوف ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

''سوف نصلیھم '' سے آتش شوق مراد ہے۔اس لیے کہ ان کی طبیعتیں استحکام حجاب کے باوجود اپنی استعداد کی حد تک اس کو چاہتی تھیں۔ یا ذات باری کی صفات قہر کی آتش غضب مراد ہے۔ یا نفوس کی حرص و ہوس اور طلب وشوق کی حدت وشدت کی آگ مراد ہے۔''کلما نضجت جلودھم ''یعنی جسمانی حجابات اٹھ جائیں گے۔''بدلنٰھُم '' نئے حجابات عطا کریں گے،''لیذوقوا العذاب ''یعنی محرومی کی آگ کا مزہ چکھیں گے۔''ان اللہ کا ن عزیزا''یعنی وہ ان کو مقہور ومغلوب کردے گا اور اپنے غضب کی آگ میں جلا کر ہمیشہ حصول سعادت سے محروم رکھے گا۔''حکیما'' چونکہ وہ حکیم ہے اس لیے ان کو ان کے حسب حال سزا دے گا۔جس طرح وہ شہوانی اور جسمانی لذات میں گرفتار تھے،ان کو عذاب بھی اسی قسم کا دیا جائے گا''۔

(تفسیر شیخ الاکبر، جز1، صفحہ 153)

خلاصہ یہ ہے کہ اس تفسیر پر ایسے وجدانی ذوق کا رنگ غالب ہے جس کی بنیاد حدس نفسی پر رکھی گئی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسکی اکثر عبارتیں گہرائی میں ڈوبی ہوئی مگر معنویت سے عاری ہیں۔ اور یہ بات ڈھکی چھپی نہیں کہ دین اسلام نہ اصحاب ذوق کا مرہون منت ہے اور نہ ارباب وجد کا''۔

(علوم القران صفحہ 422، ڈاکٹر صبحی صالح، مترجم غلام احمد حریری، ملک سنز پبلشرز، فیصل آباد)

## 8- قادیانیت:

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:'' قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تقریباً تیس جھوٹے دجال پیدا نہ ہولیں۔ان میں سے ہر ایک کا یہی گمان ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے''۔ (صحیح بخاری، رقم 3609)

مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی جنکا ذکر گذشتہ صفحات میں گزرا ہے وہ اسی پیشین گوئی کی کڑی تھے۔ جس طرح یہودیوں نے مسلمانوں کے اندر انتشار پیدا کرنے کیلئے مختلف مکاتب فکر کو ہوا دی جو علیحدہ فرقوں کی حیثیت میں نمودار ہوئے اور امت مسلمہ کے شدید انتشار وفرقہ بندی کا موجب

بنے، اسی طرح برطانیہ کے صلیبیوں نے بھی برصغیر پاک وہند میں اپنے اقتدار کو دوام بخشنے کیلئے اور مسلمانوں کو جہاد سے متنفر کرنے کیلئے قادیان میں ایک پودا لگایا اور اسکی آبیاری اور نشونما کیلئے تمام اسباب بہم فراہم کیے اور تاحال جبکہ برصغیر میں تاج برطانیہ کا سورج غروب ہوئے ستر سال سے زیادہ کا عرصہ گذر چکا ہے، اس فتنے کا تحفظ یقینی بنائے ہوئے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اسکی جماعت کے متعلق اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ کوئی بھی بھٹکا ہوا شخص اس سے رہنمائی حاصل کر کے درست سمت کا تعین کرسکتا ہے۔ تاہم اس کتاب میں ہم قادیانیت کا ایک مختصر موازنہ ان نکات پر کرنے کی کوشش کریں گے کہ جن پر قیصر روم ہرقل نے ابو سفیان رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب ونسب، کردار اور دعوت اسلام کے متعلق معلومات لی تھیں اور یہ پیشن گوئی کی تھی کہ وہ عنقریب اس زمین کے مالک ہوں گے جہاں اس وقت میرے پاؤں ہیں۔ ذیل میں ہم یہ واقعہ نقل کرتے ہیں اور پھر ان سوالات وجوابات کی روشنی میں مرزائی کردار ودعوت کا جائزہ لیں گے۔

''ابوسفیانؓ بیان کرتے ہیں کہ ہرقل (شاہ روم) نے ان کے پاس قریش کے قافلے میں ایک آدمی بلانے کو بھیجا۔ اس وقت یہ لوگ تجارت کیلئے ملک شام گئے ہوئے تھے اور یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش اور ابوسفیان سے ایک وقتی عہد کیا ہوا تھا۔ جب ابوسفیان اور دوسرے لوگ ہرقل کے پاس ایلیاء پہنچے جہاں ہرقل نے دربار طلب کیا تھا تو اس کے گرد روم کے بڑے بڑے لوگ (علماء، وزراء، امراء) بیٹھے ہوئے تھے۔ ہرقل نے ان کو اور اپنے ترجمان کو بلایا۔ پھر ان سے پوچھا کہ تم میں سے کون شخص مدعی رسالت کا زیادہ قریبی عزیز ہے؟ ابوسفیان کہتے ہیں کہ میں بول اٹھا کہ میں اس کا سب سے قریبی رشتہ دار ہوں۔ یہ سن کر ہرقل نے حکم دیا کہ اس کو میرے قریب لاکر بیٹھا دو۔ پھر اپنے ترجمان سے کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں ابوسفیان سے اس شخص (یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق سوالات پوچھتا ہوں۔ اگر یہ مجھ سے کسی بات میں جھوٹ بولے تو اسکا جھوٹ ظاہر کردینا۔ (ابوسفیان کہتے ہیں کہ) اللہ کی قسم! اگر مجھے یہ غیرت نہ آتی کہ یہ

مجھے جھٹلائیں گے تو میں آپ ﷺ کی نسبت ضرور غلط گوئی سے کام لیتا۔ خیر پہلی بات جو ہرقل نے مجھ سے پوچھی وہ یہ تھی کہ اس شخص کا خاندان تم لوگوں میں کیسا ہے؟ میں نے کہا وہ تو بڑے اونچے عالی نسب والے ہیں۔ کہنے لگا اس سے پہلے بھی کسی نے تم لوگوں میں ایسی بات کہی تھی؟ میں نے کہا نہیں۔ کہنے لگا اچھا اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ ہوا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کہ بڑے لوگوں نے اس کی پیروی اختیار کی ہے یا کمزوروں نے؟ میں نے کہا کمزوروں نے۔ پھر اس نے کہا کہ اس کے تابعداروں میں لوگ روز بڑھتے جاتے ہیں یا کوئی پھر بھی جاتا ہے میں نے کہا نہیں (کوئی نہیں پھرتا)۔ کہنے لگا کہ دعوائے نبوت سے پہلے (کسی بھی موقع پر) کبھی اس نے جھوٹ بولا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ ہرقل نے کہا کیا تمہاری اس سے کبھی لڑائی ہوئی ہے۔ ہم نے کہا کہ ہاں۔ بولا پھر تمہاری اور اسکی جنگ کا کیا حال ہوتا ہے؟ میں نے کہا لڑائی ڈول کی طرح ہے کبھی وہ ہم سے میدان جنگ جیت لیتے ہیں اور کبھی ہم ان سے جیت لیتے ہیں۔ ہرقل نے پوچھا وہ تمہیں کس بات کا حکم دیتا ہے؟ میں نے کہا وہ کہتا ہے کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کرو، اس کا کسی کو شریک نہ بناؤ اور اپنے باپ دادا کی (شرک کی) باتیں چھوڑ دو۔ اور ہمیں نماز پڑھنے، سچ بولنے، پرہیزگاری اور صلہ رحمی کا حکم دیتا ہے۔ (یہ سب سن کر) ہرقل نے اپنے ترجمان سے کہا کہ ابوسفیان سے کہہ دے کہ میں نے تم سے اس کا نسب پوچھا تو تم نے کہا کہ وہ ہم میں عالی نسب ہے اور پیغمبر اپنی قوم میں عالی نسب ہی بھیجے جایا کرتے ہیں۔ میں نے تم سے پوچھا کہ (دعویٰ نبوت کی) یہ بات تمہارے اندر کسی اور نے بھی کی ہے تو تم نے جواب دیا کہ نہیں، تب میں نے (اپنے دل میں) کہا کہ اگر یہ بات اس سے پہلے کسی نے کہی ہوتی تو میں سمجھتا کہ اس شخص نے بھی اس بات کی تقلید کی ہے جو پہلے کہی جا چکی ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے بڑوں میں کوئی بادشاہ بھی گذرا ہے تم نے کہا کہ نہیں۔ تو میں نے (دل میں) کہا کہ ان کے بزرگوں میں سے کوئی بادشاہ ہوا ہوگا تو کہہ دوں گا کہ وہ شخص (اس بہانہ) اپنے آباؤ اجداد کی بادشاہت اور ان کا ملک (دوبارہ) حاصل کرنا چاہتا ہے۔ میں نے تم سے پوچھا کہ دعوی نبوت سے پہلے تم نے ان پر جھوٹ کا کوئی الزام لگایا ہے، تم نے کہا نہیں۔ تو میں نے سمجھ لیا کہ جو شخص آدمیوں کے ساتھ جھوٹ سے بچے وہ

اللہ کے بارے میں کیسے جھوٹی بات کہہ سکتا ہے۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ بڑے آدمی اسکے پیرو ہوئے ہیں یا کمزور لوگ؟ تو تم نے کہا کہ کمزور لوگ تو دراصل یہی لوگ ہی پیغمبروں کے متبعین ہوتے ہیں اور میں نے تم سے پوچھا کہ اس کے ساتھی بڑھ رہے ہیں یا کم ہورہے ہیں۔تم نے کہا وہ بڑھ رہے ہیں اور ایمان کی کیفیت یہی ہوتی ہے حتی کہ وہ کامل ہوجاتا ہے۔اور میں نے تم سے پوچھا کہ آیا کوئی شخص اس کے دین سے ناخوش ہوکر پھر بھی جاتا ہے تو تم نے کہا کہ نہیں۔اور ایمان کی مٹھاس یہی ہوتی ہے کہ جب وہ دلوں میں رچ جائے تو نکل نہیں سکتی۔اور میں نے تم سے کہا کیا وہ عہدشکنی کرتے ہیں تو تم نے کہا کہ نہیں، پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔ اور میں نے تم سے کہا کہ وہ تمہیں کس چیز کا کہتے ہیں۔تم نے کہا کہ وہ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرؤ اور تمہیں بتوں کی پرستش سے روکتے ہیں۔سچ بولنے اور پرہیزگاری کا حکم دیتے ہیں۔لہذا اگر یہ باتیں جو تم کہہ رہے ہو سچ ہیں تو عنقریب وہ اس جگہ کا مالک ہوجائے گا جہاں میرے یہ دونوں پاؤں ہیں''۔

(صحیح بخاری، کتاب الوحی، رقم حدیث 7)

مندرجہ بالا واقعہ صحیح بخاری کی طویل حدیث کا ایک حصہ ہے۔ ہرقل نے رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک دھونے کی تمنا بھی کی اور آپ ﷺ کے نامہ مبارک کو آنکھوں سے بھی لگایا۔اس واقعہ سے یہ مراد نہیں ہے کہ ایک غیر مسلم کے معیار پر کسی نبی کو پرکھا جاسکتا ہے بلکہ اس واقعہ میں ایسے سوالات ہیں جو کسی شخص کی اعلی ظرفی کی دلیل ہوتے ہیں اور ان خصوصیات کا حامل انسان یقیناً بلند درجہ پر فائز ہوتا ہے۔ان ہی فضائل کی وجہ سے تو آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی ایک زمانہ آپ ﷺ کا ثنا خواں ہے اور ایک عیسائی محقق مائیکل ایچ ہارٹ نے دنیا کے عظیم ترین سو انسانوں کی فہرست میں آپ ﷺ کو پہلے نمبر پر شمار کیا ہے۔نہ صرف یہ کہ پیغمبروں میں آپ ﷺ کو سرفہرست رکھا بلکہ جب فتوحات اسلامیہ کا ذکر آیا تو صلیبی جنگجوؤں کے بجائے حضرت عمر الفاروقؓ کا ذکر خیر سب سے پہلے کیا۔الغرض ان صفات پر کسی بھی بڑی شخصیت کو پرکھا جائے تو اسکی اصلیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔ان چند معیارات پر ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی شخصیت کو پرکھتے ہیں۔

## 8.1- خاندان:

چونکہ تمام انبیاء عالی نسب ہوتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ خاندان قریش سے تعلق رکھتے ہیں اور بعد میں آنے والوں کو بھی قریش خاندان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حکومت کے معاملے میں لوگ قریش کے تابع ہیں، مسلم، مسلم قریشوں کے تابع ہیں اور کافر، کافر قریشوں کے''۔ (مسند احمد، رقم 12031، سندہ صحیح)

اسی حکم کی بدولت ثقیفہ بنو ساعدہ میں مہاجرین و انصار کی مبارک جماعتوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا تھا اور انصار ان کے حق میں دستبردار ہوئے تھے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام قادیانی کے خاندان کے متعلق کیا معلومات میسر ہیں۔

مرزا اپنا تعارف کراتے ہوئے لکھتا ہے: ''اب میرے سوانح اس طرح پر ہیں کہ میرا نام غلام احمد، میرے والد صاحب کا نام غلام مرتضی، اور دادا صاحب کا نام عطا محمد اور میرے پردادا صاحب کا نام گل محمد تھا۔ اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ اور میرے بزرگوں کے پرانے کاغذات سے جواب تک محفوظ ہیں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس ملک میں سمرقند سے آئے تھے۔ (کتاب البریہ، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 163-162)

پھر مرزا نے اپنی قوم بدلی اور کہا: ''ان تمام کلمات الہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ کہ مغلیہ۔ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا''۔ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد 22، صفحہ 81)

پھر جب مرزا کو قریشی خاندان سے نسبت کی ضرورت محسوس ہوئی تو اس طرح کا مضحکہ خیز جواز ڈھونڈا، ''جیسا کہ ظاہر کے طور پر سنا گیا ہے کہ میں باپ کے لحاظ سے قوم کا مغل ہوں مگر بعض دادیاں میری سادات میں سے تھیں''۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ نہم، روحانی خزائن 21، صفحہ 363)

ایک جگہ یوں رقمطراز ہے: ''اور میں اپنے خاندان کی نسبت کئی دفعہ لکھ چکا ہوں کہ وہ ایک شاہی خاندان ہے اور بنی فارس اور بنی فاطمہ کے خون سے معجون مرکب ہے''۔

(تریاق القلوب، روحانی خزائن 15، صفحہ 286)

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''جس شخص نے بھی اپنا نسب کسی ایسی قوم سے ملایا جس سے اسکا کوئی (نسبی) تعلق نہیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے''۔

(صحیح بخاری، رقم 3508)

مندرجہ بالا حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی اصل قوم مغل تھی اور فارسی وسادات خاندانوں سے اس نے زبردستی نسبت جوڑی، اول تو وہ خاندان قریش کا فرد نہیں ہے کہ لوگ اس کے تابع ہوں اور دوسرا اس نے اپنی نسبتیں دوسرے خاندانوں سے جھوٹ کی بنیاد پر قائم کر کے جہنم میں اپنے ٹھکانے کا سامان پیدا کیا۔

## 8.2- مرزا کے پیروکار: کمزور یا طاقتور لوگ؟

نوح علیہ اسلام نے جب اپنی قوم کو دعوت دی تو ان کی اطاعت کمزور لوگوں نے کی۔ اس کو دیکھ کر قوم کے لوگوں نے کہا:

''کیا ہم ایمان لے آئیں حالانکہ (ہم دیکھتے ہیں کہ) آپؑ کے پیچھے وہ لوگ چلے ہیں جو سب سے ذلیل (کمزور) ہیں''۔ (سورۃ الشعراء، آیت 111)

یہی سوال ہرقل نے ابوسفیانؓ سے کیا اور پھر کہا کہ انبیاء کے اصل متبعین غریب اور کمزور لوگ ہی ہوتے ہیں۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے اولین پیروکار کیسے لوگ تھے۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''جس قدر لوگ میری جماعت میں داخل ہیں، اکثر ان میں سے سرکار انگریزی کے معزز عہدوں پر ممتاز ہیں یا اس ملک کے نیک نام رئیس اور ان کے خدام اور احباب ہیں، یا تاجر یا وکلاء یا نوتعلیم یافتہ انگریزی خواں یا ایسے نیک نام علماء اور فضلاء اور دیگر شرفاء ہیں جو کسی وقت سرکار

انگریزی کی نوکری کر چکے ہیں یا اب نوکری پر ہیں یا ان کے اقارب اور رشتہ دار اور دوست ہیں جو اپنے بزرگ مخدوموں سے اثر پذیر ہیں، اور سجادہ نشینان غریب طبع۔ غرض یہ ایک ایسی جماعت ہے جو سرکار انگریزی کی نمک پروردہ اور نیک نامی حاصل کردہ اور مورد مراحم گورنمنٹ ہے اور یا وہ لوگ جو میرے اقارب یا خدام میں سے ہیں، ان کے علاوہ ایک بڑی تعداد علماء کی ہے جنہوں نے میری اتباع میں اپنے وعظوں سے ہزاروں دلوں میں گورنمنٹ کے احسانات جما دیے ہیں''۔

(درخواست بحضور نواب لیفٹیننٹ گورنر بہادر دام اقبالہ پنجاب منجانب مرزا غلام احمد قادیانی مورخہ 24 فروری 1897، مندرجہ تبلیغ رسالت، جز 7، صفحہ 18، مرتبہ قاسم علی قادیانی)

مرزا قادیانی کی مندرجہ بالا عرضی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسکی جماعت کے اولین پیروکار عام لوگ نہیں بلکہ اعلیٰ عہدوں پر فائز گورنمنٹ ملازم ہیں یا انگریزی حکومت کے دلدادہ۔ نیز اس نے خود کو برطانوی حکومت کا نمک خوردہ آدمی لکھا ہے۔ ان وجوہات پر مرزا قادیانی اس سیڑھی کو بھی پار نہیں کر سکا کہ عام یا کمزور لوگ اس کی دعوت کو قبول کرتے۔

## 8.3- حق وباطل کی لڑائی:

ہرقل نے یہ سوال بھی پوچھا تھا کہ تم دونوں فریقین کی لڑائیوں میں کس کا پلڑہ بھاری ہوتا ہے جس پر ابوسفیانؓ نے کہا تھا کہ کبھی ان کا اور کبھی ہمارا۔ اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں:

''دین کی اصل اسلام ہے، اس کا ستون نماز ہے اور اسکے کوہان کی بلندی جہاد ہے''۔

(جامع ترمذی، رقم 2616، حسن صحیح)

صیہونی قوتوں کی تو شروع سے ہی تمنا رہی ہے کہ کسی طرح مسلمانوں کے دلوں سے جہاد کے جذبے کو ختم کر دیں۔ جب تک جہاد کا جذبہ زندہ رہے گا، کفار کے دلوں میں اسلام کا خوف باقی رہے گا۔ سیرت رسول ﷺ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس مختصر عرصہ میں آپ نے کتنے ہی غزوات میں حصہ لیا اور اسلام کی ترویج کیلئے تبلیغ کے ساتھ تلوار کا استعمال جاری رکھا تا کہ ان قوتوں کو شکست فاش دی جائے جنہوں نے اسلام کی دعوت کو قبول کرنے یا بصورت دیگر جزیہ

دینے سے انکار کیا۔ تاہم مرزا قادیانی چونکہ خود ایک انگریزی گورنمنٹ کا نمک خوردہ تھا اور اسے انگریزوں نے کھڑا ہی اسی لیے کیا تھا کہ وہ جہاد کو کالعدم قرار دے، اس نے بخوبی اس کام کو سر انجام دیا اور جہاد کی ممانعت میں مختلف کتابیں لکھیں اور انگریز سرکار کو اس کام کی اطلاعات بھی دیتا رہا۔ چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ مرزا قادیانی لکھتا ہے:

''اللہ تعالیٰ نے بتدریج جہاد کی شدت کو کم کر دیا ہے۔ چنانچہ موسیٰؑ کے زمانے میں بچوں بوڑھوں اور عورتوں کا قتل ممنوع قرار پایا اور اب میرے زمانے میں جہاد کو قطعی طور پر منسوخ کر دیا گیا''۔ (اربعین نمبر 4، صفحہ 15)

''آج کے بعد تلوار کے ساتھ جہاد کو ختم کر دیا گیا ہے، چنانچہ آج کے بعد کوئی جہاد نہیں۔ یہی نہیں جو کوئی اب کفار پر ہتھیار اٹھائے گا اور اپنے آپ کو غازی کہلائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف قرار پائے گا جنہوں نے آج سے تیرہ سو سال پہلے اعلان کر دیا تھا کہ مسیح موعود کے زمانے میں جہاد منسوخ ہو جائے گا (جھوٹ) پس میں مسیح موعود ہوں اور میرے ظہور کے بعد اب کوئی جہاد نہیں، ہم نے صلح اور امن کا پرچم لہرا دیا ہے''۔ (اربعین، صفحہ 47)

مرزائی رسالے ریویو آف ریلیجنز کا مدیر محمد علی لکھتا ہے: ''گورنمنٹ کا یہ اپنا فرض ہے کہ اس فرقہ احمدیہ کی نسبت تدبیر سے زمین کے اندرونی حالات دریافت کرے۔ ہمارے امام (غلام قادیانی) نے عمر کا ایک بڑا حصہ جو 22 برس ہیں، اس تعلیم میں گزارا ہے کہ جہاد حرام بلکہ قطعاً حرام ہے، یہاں تک کہ بہت سی عربی کتابیں بھی مضمون ممانعت جہاد لکھ کر ان کو بلاد الاسلام عرب، شام، کابل وغیرہ میں تقسیم کیا ہے، ان سے گورنمنٹ بے خبر نہیں ہے''۔

(ریویو آف ریلیجنز، 1902، جلد 1، صفحہ نمبر 2)

مندرجہ بالا اقتباسات اس امر کو ثابت کرنے کیلئے کافی ہیں کہ جس شخص نے جہاد کو ختم کرنے کا اعلان کر دیا ہے وہ نبوت کا دعویدار کیسے ہو سکتا ہے۔

## 8.4- کردار کی ایک جھلک:

ہرقل نے کہا تھا کہ جو شخص لوگوں کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا، وہ اللہ کے ساتھ جھوٹی بات کیسے منسوب کرسکتا ہے اور نہ ہی کوئی نبی عہد شکن ہوسکتا ہے۔ ان معیارات سے مراد یہ ہے کہ انبیاء کا کردار بہت ہی بلند ہوتا ہے اور وہ جھوٹ و کذب بیانی جیسی کمزوریوں سے پاک ومنزہ ہوتے ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نبوت سے پہلے بھی مکہ میں صادق وامین کے نام سے مشہور تھے اوران کا کردار ایسا تھا کہ ایک عالم ان کا ثنا خواں ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کردار کی کسوٹی پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔

8.4.1- غلام قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر اپنے باپ کے سوانح میں لکھتا ہے ''بیان کیا مجھ سے میری والدہ صاحبہ نے کہ ایک دفعہ اپنی جوانی کے زمانے میں حضرت مسیح موعود تمہارے دادا کی پنشن وصول کرنے گئے تو پیچھے پیچھے مرزا امام الدین بھی چلے گئے۔ جب آپ نے پنشن وصول کر لی تو آپ کو پھسلا کر اور دھوکہ دے کر بجائے قادیان لانے کے باہر لے گیا اور ادھر ادھر پھراتا رہا۔ جب اس نے آپ کا سارا روپیہ اڑا کر ختم کر دیا تو آپ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے گئے۔ حضرت مسیح موعود اس شرم سے گھر واپس نہیں آئے اور چونکہ تمہارے دادا کا منشاء رہتا تھا کہ آپ ملازم ہو جائیں اس لیے آپ سیالکوٹ شہر میں ڈپٹی کمشنر کی کچہری میں قلیل تنخواہ پر ملازم ہو گئے''۔

(سیرۃ المہدی، جز 1، صفحہ 34، مصنف مرزا بشر قادیانی)

8.4.2- مرزا غلام کا بیٹا اور مرزائیوں کا دوسرا خلیفہ لکھتا ہے: ''حضرت مسیح موعود نے تریاق الہی دوا خدا تعالیٰ کی ہدایت کے ماتحت بنائی اور اس کا ایک بڑا جز و افیون تھا اور یہ دوا کسی قدر افیون کی زیادتی کے بعد حضرت خلیفہ اول کو حضور چھ ماہ سے زائد تک دیتے رہے اور خود بھی وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوروں کے وقت استعمال کرتے رہے''۔

(مضمون میاں محمود، مندرجہ اخبار ''الفضل'' قادیان، 19 جولائی 1929)

8.4.3- مرزا قادیانی نے قران مجید پر بھی جھوٹ بولنے سے دریغ نہیں کیا اور ایسے تراجم پیش

کیے کہ ان کا وجود قران مجید میں ہے ہی نہیں۔ چند جھوٹ ملاخطہ فرمائیں۔

8.4.3.1- ''اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں''۔

(تحفۃ الندوۃ، روحانی خزائن 19، صفحہ 98)

8.4.3.2- ''قرآن شریف اور احادیث اور پہلی کتابوں میں لکھا تھا کہ اس زمانہ میں نئی سواری پیدا ہوگی جو آگ سے چلے گی''۔ (تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن 20، صفحہ 25)

8.4.3.3- ''اور یہ بھی یاد رہے کہ قران شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں طاعون پڑے گی''۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن 19، صفحہ 5)

8.4.3.4- ''پس قرآن شریف میں جس کا نام خاتم الخلفاء رکھا گیا ہے اسی کا نام حدیث میں مسیح موعود رکھا گیا ہے اور اسی طرح سے دونوں ناموں کے متعلق جتنی پیشگوئیاں ہیں وہ ہمارے ہی متعلق ہیں''۔ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 554)

8.4.3.5- '' قرآن بابانگ دہل فرمارہا ہے کہ عیسی ابن مریم رسول اللہ زمین میں دفن کیا گیا ہے، آسمان پر اس کے جسم کا نام ونشان نہیں''۔

(تحفۃ گولڑویہ، روحانی خزائن 17، صفحہ 165)

8.4.3.6- ''میرے فضائل کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ اور میرے ظہور کا ذکر بھی پرآشوب زمانہ میں ہونا لکھا ہے''۔ (خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن 19، صفحہ 170)

8.4.4- جس طرح مرزا قادیانی نے قرآن مجید پر مندرجہ بالا جھوٹ بولے، اسی طرح اس نے احادیث پر بھی کذب بیانی کی۔ چند حوالہ جات ملاخطہ ہوں:

8.4.4.1- ''الہامی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے آخر میں آئے گا اور چودھویں صدی کا مجدد ہوگا''۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ، حصہ پنجم، روحانی خرائن 21، صفحہ 359)

8.4.4.2- ''مجھے معلوم ہے کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنے والے

ٹھہریں گے''۔ (ریویو آف ریلیجز، جلد 6 نمبر 9، ستمبر 1907، صفحہ 365)

8.4.4.3- ''اوراحادیث صحیحہ سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا''۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن 22، صفحہ 209)

8.4.4.4- ''اوراحادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حدتک ہوگا کہ عورتوں پر بھی الہام شروع ہوجائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتوہ ہوگا''۔

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن 13، صفحہ 475)

8.4.4.5- ''کیونکہ احادیث صحیحہ میں پہلے سے فرمایا گیا تھا کہ اس مہدی کو کافر ٹھہرایا جائے گا اور اس وقت کے شریر مولوی اس کو کافر کہیں گے اور ایسا جوش دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہوتا تو اس کو قتل کرڈالتے''۔ (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم، روحانی خزائن 11، صفحہ 322)

لیجئے! قیصر روم کا خیال تھا کہ جو شخص انسانوں پر جھوٹ نہیں بولتا وہ اللہ کے متعلق جھوٹی باتیں کیسے منسوب کرسکتا ہے۔ لیکن مرزا قادیانی تو جھوٹ کی تمام حدیں ہی پار کر گیا۔ اللہ رب العزت کی ذات گرامی کے متعلق بھی ایسی بات لکھی کہ قلم بھی لکھتے ہوئے گھبراہٹ کا شکار ہے۔ اس اقتباس کو پڑھیں اور سوچیں کہ جس کی زبان سے ایسے الفاظ نکلیں کیا وہ نبی ہوسکتا ہے؟

مرزا غلام قادیانی کا ایک مرید اپنے ٹریکٹ ''اسلامی قربانی'' میں لکھتا ہے ''حضرت مسیح موعود نے ایک موقع پر اپنی حالت یہ ظاہر فرمائی کہ کشف کی حالت آپ پر ایسے طاری ہوئی کہ گویا آپ عورت ہیں اور اللہ تعالیٰ نے رجولیت کی قوت کا اظہار فرمایا''۔

(اسلامی قربانی ٹریکٹ، مولف قاضی یار محمد قادیانی، صفحہ 12)

## 8.5- دین سے پھرنا/ارتداد:

ہرقل کا ایک اہم سوال یہ بھی تھا کہ کیا کوئی ایسا بھی ہے جو اس کے دین سے واپس پلٹ گیا ہو۔ جب اسکا جواب نفی میں آیا تو اس نے کہا کہ ایمان کی مٹھاس ایسی ہی ہوتی ہے کہ اگر دل

میں داخل ہو جائے تو پھر نکل نہیں سکتی۔ اگر اس کسوٹی پر ہم مرزا قادیانی کی جماعت کو دیکھیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ نہ صرف لوگ واپس پلٹے بلکہ جماعت کے اکابرین کے کردار کی ایسی منظر کشی کی کہ اللہ کی پناہ۔ جماعت احمدیہ کے چند لوگوں کی اس سلسلہ میں گواہیاں پیش خدمت ہیں جو کہ احسان الٰہی ظہیر صاحب کی کتاب مرزائیت اور اسلام مطبع ادارہ ترجمان السنتہ سے ماخوذ ہیں۔

ڈاکٹر محمد عبداللہ قادیانی کہتے ہیں:

''میں خدا تعالیٰ کو حاضر جان کر، اسی کی قسم کھا کر جسکی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے، یہ شہادت دیتا ہوں کہ میں اس ایمان اور یقین پر ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار بدچلن اور عیش پرست انسان ہے۔ میں ان کی بدچلنی کے متعلق خانہ خدا چاہے وہ مسجد ہو یا بیت اللہ شریف یا کوئی اور مقدس مقام ہو، میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔'' (صفحہ 144)

مستری اللہ بخش قادیانی، خلیفہ قادیان کی پاک بازی کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں:

''میں خدا کو حاضر ناظر جان کر اس کی قسم کھا کر یہ تحریر کرتا ہوں کہ موجودہ خلیفہ مرزا محمود احمد دنیادار، عیش پرست اور بدچلن انسان ہے۔ میں ہر وقت اس سے مباہلہ کیلئے تیار ہوں''۔

(حوالہ مذکور، صفحہ 144)

عتیق الرحمان فاروقی سابق مرزائی مبلغ لکھتے ہیں:

''میری قادیانی جماعت سے علیحدگی کی وجوہات جملہ دیگر دلائل و براہین کے ایک وجہ عظیم خلیفہ صاحب کی سیاہ کاریاں اور بدکاریاں ہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ خلیفہ صاحب مقدس اور پاکیزہ انسان نہیں بلکہ نہایت ہی سیاہ کار اور بدکار ہیں''۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 145)

علی حسین قادیانی اپنی والدہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں، ''بیان کیا مجھے میری والدہ نے کہ میں حضرت خلیفہ مرزا محمود صاحب کے ہاں کام کیا کرتی تھی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت صاحب جوان نامحرم لڑکیوں پر عمل مسمرزم کر کے انہیں سلا دیا کرتے تھے، پھر آپ ان کو کئی جگہ سے ہاتھ سے کاٹتے، پھر بھی انہیں ہوش نہ ہوتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت صاحب کے گھر میں سیڑھیاں

چڑھ رہی تھی کہ اوپر سے حضرت صاحب انہیں سیڑھیوں پر سے اتر تے آ رہے تھے۔ جب میرے مقابل پہنچے تو انہوں نے میری چھاتی پکڑ لی۔ میں نے زور سے چھڑائی‘‘۔

(حوالہ مذکور، صفحہ 146)

عبدالمجید قادیانی جو خدام الاحمدیہ حلقہ مسجد اقصیٰ کا جنرل سیکرٹری رہ چکا ہے، وہ لکھتا ہے:

’’قسم ہے مجھ کو خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی، قسم ہے مجھے قران پاک کی سچائی کی قسم ہے مجھے حبیب کبریا کی معصومیت کی کہ میں اپنے قطعی علم کی بنا پر جناب مرزا بشیر الدین محمود صاحب خلیفہ ربوہ کو ایک ناپاک انسان سمجھنے میں حق الیقین پر قائم ہوں۔ نیز اس بات پر بھی شرح صدر حاصل ہے کہ آپ جیسے شعلہ بیان مقرر سے قوت بیان کا چھن جانا اور دیگر بہت سے امراض کا شکار ہونا مثلاً نسیان، فالج وغیرہ یقیناً خدائی عذاب ہیں جو کہ خدائے عزیز کی طرف سے اس کی قدیم سنت کے مطابق مفتریان کیلئے مقرر کیے گئے ہیں‘‘۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 148)

مندرجہ بالا گواہیوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا غلام قادیانی کی تیار کردہ جماعت کا یہ حال ہے کہ اسکے خلیفہ سے ہی جماعت کی عزت محفوظ نہیں۔ جیسا پیش رو ہوگا، اسکے تیار کردہ لوگ بھی ایسے ہی ہوں گے۔ کیا اللہ کے رسول ﷺ کی تیار کردہ جماعت بھی ایسی تھی؟ اللہ رب العزت ان لوگوں کے عظیم کردار کی گواہی دیتے ہوئے قران کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

’’محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت اور آپس میں رحیم ہیں آپ انہیں اس حال میں دیکھو گے کہ وہ رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضا کو ڈھونڈتے ہیں، سجود کی وجہ سے ان کے چہروں پر نشان پڑ گئے ہیں۔ ان کی مثال تو رات میں بھی ہے اور انجیل میں بھی ہے۔ ان کی مثال ایک کھیتی جیسی ہے

جس نے اپنی کونپل نکالی پھر اسکو مضبوط کیا پھر
وہ موٹی ہوگئی پھر اپنے تنے پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ
وہ کسانوں کو خوش کرتی ہے . . . . . . . ''

(سورۃ الفتح، آیت 29)

کیا ایسا شخص جسکی جماعت کا خلیفہ ہی بدکار و سیاہ کار انسان ہو وہ کس طرح اس قابل ہے کہ اسکو نبی کی حیثیت سے مانا جائے۔

### 8.6- خلاصہ کلام:

قارئین کرام! آپ نے غور فرمایا کہ کس طرح صرف ایک حدیث کی کسوٹی پر پرکھنے سے مرزا قادیانی اور اسکی جماعت کی ساری قلعی کھل جاتی ہے۔ نہ تو وہ عالی خاندان کی شرط پر پورا اترتا ہے، نہ کردار کا شہسوار ہے بلکہ اس کا کردار دگرگوں اور جھوٹ کا پلندہ ہے، جہاد کو منسوخ کرتا ہے اور سلطنت برطانیہ کا نمک خوردہ نوکر ہے جسکی جماعت میں شامل افراد بھی گورنمنٹ آف برطانیہ کے منظورِ نظر ہیں۔ قرآن کریم، احادیث نبویہ اور اللہ رب العزت کی ذات گرامی پر دروغ گوئی کی جسارت کرتا ہے اور اپنے پیچھے ایسے غلیظ لوگوں کو سربراہ چھوڑ گیا ہے جن سے اپنی جماعت کے لوگوں کو اپنی عزتیں بچانی مشکل ہیں۔

لیکن وائے افسوس کہ یہ تقلید ایسی چیز ہے کہ سب کچھ دیکھنے سننے کے بعد بھی یہ مقلد کے دل میں وہ چنگاری ہی پیدا نہیں ہونے دیتی کہ وہ کسی بھی وقت علم بغاوت بلند کر سکے۔ بلکہ اس سب کے باوجود وہ ہر مضحکہ خیز بات کو بھی تبرک کی وجہ سمجھتا ہے۔ مثال کے طور پر قادیانیوں کا چوتھا خلیفہ مرزا طاہر محمود جلسہ سالانہ برطانیہ، سن 1989 کے افتتاحی خطاب کے موقع پر مرزا غلام قادیانی کے ایک صحبت یافتہ بزرگ کو لیکر آتا ہے اور اسے اپنے ساتھ سٹیج پر بٹھاتا ہے اور سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 187 کا حوالہ دیتا ہے جس میں رمضان کی راتوں کو مسلمین کیلئے ان کی بیویوں کے پاس جانا حلال کیا گیا تھا اور شوہر اور بیوی کو ایک دوسرے کی پاکدامنی کا لباس کہا گیا تھا، اور پھر

یوں گویا ہوتا ہے:

''یادرکھیں کہ کپڑوں سے مراد صحابہ بھی ہوا کرتے ہیں،جس طرح قرآن کریم میں بیوی کومرد کے کپڑے اورمرد کو بیوی کے کپڑے کہا گیا ہے،اس لیے یہ خیال نہ کریں کہ اس الہام کا معنی صرف ظاہری کپڑے ہیں۔میرے نزدیک اس کے اول معنی حضرت مسیح موعود کے صحابہ ہیں اوران معنوں میں جب اس الہام کا ترجمہ کریں گے تو مراد یہ ہوگی کہ لوگ ڈھونڈیں گے اورنہیں ملیں گے۔کوشش کریں گے کہ کاش ہمارے نصیب میں یہ ہوتا کہ ہم ان لوگوں سے برکت حاصل کرتے۔جہاں تک ظاہری کپڑوں کا تعلق ہے،ان معنوں میں بھی یہ الہام پورا ہوگا اورایک وقت میں لوگ ان کپڑوں کو بھی ڈھونڈا کریں گے۔تو جب تک حضرت مسیح موعود کے صحابہ زندہ ہیں، کپڑے کہلوانے کا پہلا حق ان کا ہے۔اس لیے اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ آج ایک صدی گزرنے کے بعد جلسہ تشکر کے موقع پر حضرت اقدس مسیح موعود کے ایک صحابی ہم میں موجود ہیں۔'' (youtu.be/1fXxlmHFI6w)

قران مجید کی اس آیت مبارکہ سے غلام قادیانی کے صحابہ مراد لینا بعید از عقل ہے لیکن قادیانی جماعت اس تشریح کو بھی قبول کرنے کو تیار ہے اوران کی یہ روش اس وقت تک چلتی رہے گی جب تک کہ وہ قادیانی مسمرزم کے جادو سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کرتے۔

## 9- فتنہ انکار حدیث :

قرآنی نظام کا دعویدار غلام احمد پرویز 1903 میں بٹالہ ہندوستان میں پیدا ہوا۔ 1927 میں وہ گورنمنٹ آف برٹش انڈیا کی وزارت داخلہ کے سیکرٹیریٹ کے ساتھ منسلک ہوااور 1947 میں پاکستان ہجرت کے بعد بھی وہ اعلیٰ سول سروس کے ایک عہدے پر کام کرتا رہا۔ 1955 میں اپنی تحریک کی تکمیل کی غرض سے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اورادارہ طلوع اسلام سے متعدد کتابیں شائع کیں۔غلام پرویز کارل مارکس اور مارٹن لوتھر کنگ سے متاثر تھااوراسلامی اشترا کی نظام کے نفاذ کا دلدادہ تھا۔فروری 1985 میں لاہور میں فوت ہوا۔اسکے نظریات کی

عمارت بھی مارکسزم کی بنیادوں پر استوار تھی اور اس نے اسلامی تعلیمات کی عجیب و غریب تشریحات کیں۔ منجملہ ان میں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا علی الاعلان انکار اور ان کو عجمی سازش قرار دینا شامل ہیں۔ اس کے نظریات کی ایک مختصر جھلک ذیل میں پیش کی جاری ہے اور اسکے نظریہ انکار حدیث پر تھوڑی روشنی بھی ڈالی جائے گی۔

غلام احمد پرویز لکھتا ہے:

اللہ اور رسول سے مراد ہی ''مرکز ملت'' (Central Authority) ہے اور اولی الامر سے مراد ''افسران ماتحت''۔

(معارف القرآن از پرویز، جز 4 صفحہ 626، شائع کردہ ادارہ طلوع اسلام کراچی)

قران کریم میں جہاں بھی اللہ اور رسول کا ذکر آیا ہے اس سے مراد ''مرکزی نظام حکومت'' ہے (معارف القرآن، جز 4، صفحہ 623)

''اللہ اور رسول کی اطاعت'' سے مراد مرکزی حکومت کی اطاعت ہے جو قرآنی احکام کو نافذ کرے گی (اسلامی نظام از پرویز، صفحہ 82، ادارہ طلوع اسلام)

رسول اللہ کے بعد ''خلیفۃ الرسول'' رسول اللہ کی جگہ لے لیتا ہے اور اب خدا اور رسول کی اطاعت سے مراد یہی جدید مرکز ملت کی اطاعت ہوئی (معارف القرآن، جز 4، صفحہ 686)

اس آیت مقدسہ میں عام طور پر اولی الامر سے ارباب حکومت مراد لیے جاتے ہیں اور اسکی تشریح یوں کی جاتی ہے کہ اگر قوم کو حکومت سے اختلاف ہو جائے تو اسکے تصفیہ کا طریقہ یہ ہے کہ قران (اللہ) اور حدیث (رسول) کو سامنے رکھ کر مناظرہ کیا جائے اور جو ہار جائے فیصلہ اس کے خلاف ہو جائے۔ ذرا غور فرمایئے کہ دنیا میں کوئی نظام حکومت اس طرح قائم رہ بھی سکتا ہے کہ جس میں حالت یہ ہو کہ حکومت ایک قانون نافذ کرے اور جسکا بھی دل چاہے اسکی مخالفت میں کھڑا ہو جائے اور قران و حدیث کی کتابیں بغل میں داب کا مناظرہ کا چیلنج دے دے۔ اس آیت مقدسہ کا مفہوم بالکل واضح ہے، اس میں اللہ اور رسول سے مراد مرکز ملت ہے اور اولوالامر سے مراد

افسران ماتحت۔اس سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی مقامی افسر سے کسی معاملہ میں اختلاف ہو جائے تو بجائے اسکے کہ وہیں مناشقات شروع کردو بلکہ امر متازع فیہ کو مرکزی حکومت کے سامنے پیش کردو۔مرکز کا فیصلہ سب کیلئے واجب التسلیم ہوگا۔ (اسلامی نظام،صفحہ 111-110)

عربی زبان میں اطاعت کے معنی ہی کسی زندہ کے احکام کی تابعداری ہے۔اسلامی نظام میں اطاعت امام موجود کی ہوگی جو قائم مقام ہوگا خدا اور رسول کا یعنی ''مرکز نظام حکومت اسلامی''۔ (اسلامی نظام،صفحہ 112)

''طلوع اسلام'' بار بار متنبہ کرتا رہا ہے اور اب پھر ملت کو متنبہ کرتا ہے کہ خدا کیلئے ان چور دروازوں کو بند کردو۔دین کی بنیاد صحیح قرآن اور فقط قرآن ہے جو ابدلآباد تک واجب العمل ہے۔روایات اس عہد مبارک کی تاریخ ہیں کہ رسول اللہ اور ان کے ساتھیوں نے اپنے دور میں قرآنی اصول کو کس طرح متشکل فرمایا تھا،یہ عہد مبارک کی شریعت ہے۔قرآنی اصول کی روشنی میں کسی فرد واحد کو جزئیات مستنبط کر کے اپنے عہد کیلئے شریعت بنا دینے کا حق نہیں ہے خواہ وہ کتنا ہی اتباع محمدی (بقول مرزا قادیانی) یا کتنا ہی مزاج شناس رسول (بقول مودودی) کا دعویدار کیوں نہ ہو۔بلکہ یہ حق صرف صحیح قرآنی خطوط پر قائم شدہ مرکز ملت اور مجلس شوریٰ کا ہے کہ وہ قرآنی اصول کی روشنی میں صرف ان جزئیات کو مرتب و مدون کر سکے جن کی قرآن نے کوئی تصریح نہیں کی۔پھر یہ جزئیات ہر زمانے میں ضرورت پڑنے پر تبدیل کی جا سکتی ہیں۔یہی اپنے زمانے کیلئے شریعت ہیں۔ (مقام حدیث، جز1،صفحہ 391،شائع کردہ،ادارہ طلوع اسلام کراچی)

جس اصول کا میں نے مضمون میں ذکر کیا ہے وہ قانون اور عبادات دونوں پر منطبق ہوگا۔یعنی اگر جانشین رسول اللہ (قرانی حکومت) نماز کی کسی جزئی شکل (رکن) میں جس کا تعین قران نے نہیں کیا،اپنے زمانے کے کسی تقاضے کے تحت کچھ ردوبدل ناگریز سمجھے تو وہ ایسا کرنے کی اصولاً مجاذ ہوگی۔ (قرانی فیصلے،صفحہ 15-14)

مسلمانوں کو قران سے دور رکھنے کیلئے جو سازش کی گئی اسکی پہلی کڑی یہ عقیدہ پیدا کرنا تھا کہ رسول اللہ (ﷺ) کو اس وحی کے علاوہ جو قران میں محفوظ ہے ایک اور وحی بھی دی گئی تھی جو

قران کے ساتھ بالکل قران کے ہم پلہ ہے۔ یہ وحی روایات میں ملتی ہے، اسلیئے روایاتِ عین دین ہیں۔ یہ عقیدہ پیدا کیا اور اس کے ساتھ ہی روایات سازی کا سلسلہ شروع کر دیا گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے روایات کا ایک انبار جمع ہو گیا۔ اس طرح اس دین کے مقابل جو اللہ نے دیا تھا ایک اور دین مدون کر کے رکھ دیا اور اسے اتباع سنت رسول اللہ قرار دے کر امت کو اس میں الجھا دیا۔

(مقام حدیث، جز1، صفحہ 421)

بہر حال جھوٹ پہلی سازش کے تحت بولا گیا یا بعد میں، ابلہان مسجد کے نیک کاموں نے اس جھوٹ کی حمایت کی، نتیجہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ یعنی یہ جھوٹ مسلمانوں کا مذہب بن گیا۔ وحی غیر متلو اس کا نام رکھ کر اسے قرآن کے ساتھ قرآن کی مثل ٹھہرایا گیا۔

(مقام حدیث، جز2، صفحہ 122)

آیئے ہم آپ کو چند نمونے دکھائیں ان احادیث مقدسہ کے جو حدیث کی صحیح ترین کتابوں میں محفوظ ہیں اور جو ملا کی غلط آگہی اور کوتاہ اندیشی سے ہمارے دین کا جزو بن رہی ہیں۔ دیکھیے کہ ان احادیث کی رو سے وہی جنت جسکے حصول کا قرآنی طریقہ اوپر مذکور ہے کتنے سستے داموں ہاتھ آجاتی ہے؟ لیجیے آپ روایات کی رو سے جنت کے ٹکٹ خریدیے۔ سب سے پہلے السلام علیکم کیجیے اور ہاتھ ملایئے۔ لیجیے جنت مل گئی (ابوداؤد)۔ اب مسجد میں چلیے اور وضو کیجیے۔ جنت حاضر ہے (مسلم) صبح سے شام تک جرم کرتے جاؤ ساتھ نمازیں پڑھتے جاؤ، سب جرم معاف ہوتے جائینگے۔ (مقام حدیث، جز2، صفحہ 96)

حدیث پر ان الزامات نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا اور ایک مصنف ڈاکٹر غلام جیلانی برق نے احادیث کو جھوٹ ثابت کرنے کیلیئے ''دو اسلام'' نامی کتاب لکھی۔ اس کے جواب میں سید مسعود احمد صاحب نے تفہیم اسلام لکھی جس کو پڑھ کر ڈاکٹر صاحب نہ صرف تائب ہوئے بلکہ بعد میں تاریخ تدوین حدیث پر کتاب بھی لکھی۔

مندرجہ بالا اقتباسات یہ ظاہر کرتے ہیں کے کس طرح پرویز کا ذہن کمیونیسٹوں کی طرز پر پروان چڑھا تھا کہ ساری اسلامی تعلیمات کو وقتی قرار دے دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو بھی

ان کی حیات مبارکہ تک کافی گردانا اوران کی وفات کے بعدان کی اطاعت کو کالعدم قرار دے دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ پرویز نے اللہ رب العزت کی ذات اقدس، آخرت، جنت وجہنم ملائکہ وجبرائیل علیہ السلام کی ایسی عجیب وغریب تعریف کی جو عقل سے بالاتر ہے۔ پرویز لکھتا ہے:

اور چونکہ خدا عبارت ہے ان صفات عالیہ سے جنہیں انسان اپنے اندر منعکس کرنا چاہتا ہے اس لیے قوانین خداوندی کی اطاعت درحقیقت انسان کی اپنی فطرت عالیہ کے نوامیس کی اطاعت ہے (معارف القران، ج4،ص420)۔

قران ماضی کی طرف نگاہ رکھنے کے بجائے ہمیشہ مستقبل کو سامنے رکھنے کی تاکید کرتا ہے۔ اسی کا نام ایمان بالآخرت ہے اور یہ بہت بڑا انقلاب ہے جسے رسالت محمدی نے انسانی نگاہ میں پیدا کیا ہے۔ یعنی ہمیشہ نگاہ مستقبل پر رکھنی چاہیئے۔

(سلیم کے نام اکیسواں خط، ج2،ص124)

بہرحال مرنے کے بعد کی جنت اور جہنم مقامات نہیں ہیں، انسانی ذات کی کیفیات ہیں۔

(لغات القرآن، ج1،ص449)

اس سے ظاہر ہے کہ ان مقامات میں ''ملائکہ'' سے مراد وہ نفسیاتی محرکات ہیں جو انسانی قلوب میں اثرات مرتب کرتے ہیں۔ (ابلیس وآدم،ص195)

انکشاف حقیقت کی روشنی کو جبرائیلؑ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

(ابلیس وآدم از پرویز،ص283، ادارہ طلوع اسلام کراچی)

غلام پرویز کی مرکز ملت والی منطق پر التفاتات ضروری نہیں اسلیئے کہ اولوالامر کی یہ تشریح عقلاً ونقلاً باطل ہے۔ تاہم انکار حدیث اور یہ مفروضہ کہ قران کریم اپنی تشریح آپ ہے، ایسا نظریہ ہے جو ہمارے معاشرے میں سرایت کر چکا ہے جس کی وضاحت ضروری ہے۔ چند معروضات اس سلسلے میں پیش خدمت ہیں۔

1- قران مجید کی بہت سی آیات بالکل قابل عمل نہیں ہیں جب تک ان کی وہ تشریح تسلیم نہ کی جائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''

حج کے چند مہینے معلوم ہیں''۔ (البقرہ، 197)

یہ مہینے کون سے ہیں؟ اس سلسلہ میں قران مجید خاموش ہے۔ ان مہنیوں کے ناموں کا تذکرہ احادیث میں ملتا ہے۔

2- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اللہ کے نزدیک آسمان وزمین کی پیدائش کے دن سے مہنیوں کی تعداد بارہ ہے، ان میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں، یہی سیدھا دین ہے''۔ (سورۃ التوبہ 36)

قران مجید اس پر ساکت ہے کہ ان چار مہنیوں کے نام کون سے ہیں۔ یہ احادیث میں ہی ملے گا کہ وہ حرمت والے مہینے کون سے ہیں۔

3- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''معلوم شدہ دنوں میں اللہ کے نام کا ذکر کریں''۔ (الحج، 28)

قران مجید پھر خاموش ہے کہ ان ایام کی تشریح کرے، بتایئے اس پر کس طرح عمل ہو۔

4- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اللہ کیلئے حج وعمرہ کو پورا کرو''۔ (البقرہ 196)

معلوم نہیں حج کیا چیز ہے، عمرہ کیا چیز ہے، اوران دونوں میں کیا فرق ہے؟

5- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''اور جہاں کہیں سے آپ نکلیں، اپنے منہ کو مسجد حرام کی طرف پھیر لیا کریں اور جہاں کہیں بھی تم ہو، اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کرلیا کرو''۔ (البقرہ 150)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر وقت ہر حال میں منہ کعبہ کی طرف رہنا چاہئے، کیا یہ ممکن ہے؟ آخر یہ حکم کس وقت کیلئے ہے؟ کون بتائے، کس طرح اس پر عمل ہو۔

6- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے''جب تم خرید وفروخت کیا کرو تو گواہ کرلیا کرو''۔ (البقرہ 282)

بتائیے یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کیلئے ہر دکاندار و خریدار گواہ کرلیا کریں، کیا یہ حکم قرآنی ممکن العمل ہے؟

7- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اے آدم، ہر نماز کے وقت اپنی زینت کی چیزیں پہن لیا کرو''۔ (الاعراف 31)

اس آیت پر کس طرح عمل کیا جائے؟ زینت تو لباس بھی ہے اور زیورات بھی، کیا اس آیت کی رو سے عورتوں کو زیور پہن کر نماز پڑھنی چاہیئے؟

8- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''جو درخت تم نے کاٹے یا چھوڑ دیے یہ سب اللہ کے حکم سے تھا''۔ (سورۃ الحشر،5)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ درخت اللہ کے حکم سے کاٹے گئے تھے لیکن یہ حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں۔ لہذا ثابت ہوا کہ قران کے علاوہ بھی کوئی وحی تھی جس میں یہ حکم دیا گیا۔

9- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور اس قبلہ کو جس پر آپ اس وقت ہیں، یعنی بیت المقدس کو ہم نے اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم جان لیں کون رسول کی اتباع کرتا ہے۔''

(سورۃ البقرۃ،143)

بیت المقدس کو قبلہ مقرر کرنے کا حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں، لہذا وہ حکم بذریعہ وحی خفی تھا۔

10- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جب نبی نے ایک بات پوشیدہ طور پر اپنی ایک بیوی سے کہی تو اس بیوی نے اس بات کو ظاہر کردیا، اللہ نے نبی کو اس افشائے راز سے مطلع کردیا تو نبی نے بعض بات بتادی اور بعض سے چشم پوشی کی، پس جب نبی نے اس بات کا ذکر کیا تو بیوی نے پوچھا، آپ کو کس نے خبر دی؟ نبی نے کہا کہ مجھے علیم وخبیر نے خبر دی''۔ (سورۃ التحریم،3)

قرآن مجید میں کہیں نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اطلاع نبی کو دی کہ فلاں بیوی نے تمہارا راز ظاہر کر دیا۔

11- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’جس وقت اے نبی تم مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں کہ تمہارا رب تین ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے بلکہ اگر تم صبر کرو گے اور پرہیزگاری اختیار کرو گے اور کافر پورے جوش وخروش سے تم پر حملہ آور ہوں گے تو تمہارا رب پانچ ہزار نشاندار فرشتوں سے تمہاری مدد کرے گا‘‘۔ (سورۃ آل عمران،125-124)

یہ خبر رسول اللہ ﷺ نے جنگ سے پہلے صحابہ کو دی اور جس کا ذکر جنگ کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں کیا ہے، قران مجید میں کہاں ہے؟ آخر آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ تین ہزار بلکہ پانچ ہزار فرشتوں سے مدد فرمائے گا؟

12- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو سرگوشی سے منع کیا گیا تھا لیکن وہ اب بھی وہی کام کر رہے ہیں جس کی ممانعت کی گئی تھی اور وہ برابر گناہ، ظلم و زیادتی اور رسول کی نافرمانی کرتے رہتے ہیں (المجادلہ، 8) ظاہر ہے کہ اس آیت کے نزول سے پہلے انھیں سرگوشی سے منع کیا گیا ہوگا لیکن ممانعت کا حکم قران مجید میں اس آیت کے بعد ہے، لہذا ثابت ہوا کہ پہلے بذریعہ وحی خفی منع کیا گیا ہوگا۔

13- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ’’نمازوں کی حفاظت کرو، خصوصاً بیچ والی نماز کی اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے ہوا کرو، اگر تمہیں خوف ہو تو پھر نماز پیدل یا سواری پر پڑھ لیا کرو، لیکن جب امن ہو جائے تو پھر اسی طریقے سے اللہ کا ذکر کرو جس طریقے سے اللہ نے تمہیں سکھایا ہے اور جس طریقے کو تم پہلے نہیں جانتے تھے‘‘

(سورۃ البقرہ 238-239)۔اس آیت سے ظاہر ہوا کہ نماز پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ ہے جو بحالت جنگ معاف ہے، بحالت امن اسی طریقہ سے نماز پڑھنی چاہیئے ۔اس طریقہ کی تعلیم کو اللہ نے اپنی طرف منسوب کیا ہے لیکن قرآن مجید میں یہ طریقہ کہیں مذکور نہیں، ظاہر ہے اللہ تعالی نے سکھایا ہے اور وحی خفی (حدیث) کے ذریعے سکھایا ہے۔

14- اللہ تعالی فرماتا ہے''اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن نماز کیلیئے تم کو بلایا جائے تو اللہ کے ذکر کی طرف جلدی سے آجایا کرو اور خرید وفروخت چھوڑ دیا کرو'' (الجمعہ -9)۔آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جمعہ کیلیئے بلایا جاتا تھا لیکن کیا طریقہ تھا،قرآن مجید اس سلسلے میں خاموش ہے۔پھر نماز جمعہ کا اہتمام اور دنوں کے مقابلے میں زیادہ درجہ رکھتا تھا پھر جمعہ کی نماز کا کوئی خاص وقت بھی مقرر ہوگا۔ یہ تو نہیں ہوسکتا کہ ہر وقت تیار رہیں، جب بلایا چلے آئیں خواہ دن میں کتنی مرتبہ بلایا جائے۔ یہ سب چیزیں اس آیت کے نزول سے پہلے مقرر ہوچکی تھیں لیکن قرآن مجید اس سلسلے میں خاموش ہے۔ظاہر ہے یہ چیزیں بذریعہ وحی خفی بتائی گئی تھیں۔

15- اللہ تعالی فرماتا ہے''اب تم رمضان کی راتوں میں عورتوں سے مل سکتے ہو''۔ (سورۃ البقرۃ،187)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ پہلے رمضان کی راتوں میں عورتوں سے ملنا منع تھا لیکن ممانعت کا حکم قرآن مجید میں کہیں نہیں جسکا مطلب ہے کہ یہ حکم بذریعہ وحی خفی نازل ہوا تھا لہذا احادیث وحی خفی ہوئی۔

قارائین کرام! مندرجہ بالا مندرجات سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ احادیث رسول ﷺ اسلام کا بنیادی جزو ہیں جن کے بغیر قران مجید پر عمل ناممکن ہے۔لیکن جس طرح ہر فرقے کا وطیرہ ہے کہ وہ حق کے تابع نہیں ہوتا بلکہ حق کو توڑ کر اپنے تابع کر لیتا ہے اور

قرآن مجید کی گواہی کے مطابق جو کچھ اس کے پاس ہوتا ہے بس اسی میں مگن ہو جاتا ہے۔

(سورۃ الروم،33)

اسی طرح غلام پرویز نے قرآن مجید کی آیات کی ایسی تشریح کی کہ عقل ولغت انگشت بدنداں ہیں۔ ذیل میں اسکا لکھا گیا سورۃ الفاتحہ کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے جو تحریف دینی کی مکروہ مثال ہے۔

آیت نمبر1:

زندگی کا ہر حسین نقشہ اور کائنات کا ہر تعمیری گوشہ خالق کائنات کے عظیم القدر نظام ربوبیت کی ایسی زندہ شہادت ہے جو ہر چشمِ بصیرت سے بے ساختہ داد تحسین لے لیتی ہے۔

آیت نمبر2:

وہ نظام جو تمام اشیائے کائنات اور عالمگیر انسانیت کو ان کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما سے تکمیل تک لیا جا رہا ہے۔ عام حالات میں بتدریج اور ہنگامی صورتوں میں انقلابی تغیر کے ذریعے۔

آیت نمبر3:

انسان کو یہ تمام سامان نشوونما بلا مزدو معاوضہ ملتا ہے، لیکن اِس کی ذات کی نشوونما اور اسکے مدارج کا تعین اسکے اعمال کے مطابق ہوتا ہے جن کے نتائج خدا کے اس قانون مکافات کی رو سے مرتب ہوتے ہیں جس پر اسے کامل اقتدار حاصل ہے۔

آیت نمبر4:

اے عالمگیر انسانیت کے نشوونما دینے والے، ہم تیری اسی قانون عدل و ربوبیت کو اپنا ضابطہ حیات بناتے اور اسی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔ تو ہمیں اس کی توفیق عطا فرما کہ ہم تیرے تجویز کردہ پروگرام کے مطابق اپنی صلاحیتوں کی بھرپور اور مناسب نشوونما کر سکیں اور پھر انہیں تیرے ہی بتائے ہوئے طریق کے مطابق صرف کریں۔

آیت نمبر 5:

ہماری آرزو یہ ہے کہ یہ پروگرام اور طریق جو انسانی زندگی کو اسکی منزل مقصود تک لے جانے کی سیدھی اور توازن راہ ہے، نکھر اور ابھر کر ہمارے سامنے آجائے۔

آیت نمبر 6:

یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر پچھلی تاریخ میں سعادت مند جماعتیں زندگی کی شادابی و خوشگواری، سرفرازی وسربلندی اور سامان زیست کی کشادگی وفراوانی سے بہرہ یاب ہوگئی تھیں۔

آیت نمبر 7:

اوران کا انجام ان سوختہ بخت اقوام جیسا نہیں ہوا تھا جو اپنے انسانیت سوز جرائم کی وجہ سے یکسر تباہ و برباد ہو گئیں، یا جو زندگی کے صحیح راستے سے بھٹک کر اپنی کوششوں کو نتائج بدوش نہ بنا سکیں، اوراس طرح ان کا کاروان حیات، ان قیاس آرائیوں کے سراب اور توہم پرستوں کے پیچ و خم میں کھو کر رہ گیا۔ (مفہوم القران از پرویز پارہ اول، صفحہ 1، شائع کردہ میزان پبلیکشیز لاہور)

مندرجہ بالا ترجمے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے جب کوئی شخص کسی مکتبہ فکر کا آغاز کرتا ہے تو راستے میں آنے والی ہر رکاوٹ کی بیخ کنی کرتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اس کی زد سے شعائر اللہ بھی محفوظ نہیں رہتے۔ غلام پرویز کی تحریک اسی قسم کی بیخ کنی کا شاہکار تھی۔

## 10- عصر حاضر کے مکاتیب فکر:

بیسویں صدی میں صرف قران مجید کو ہی بنیادی دستاویز بنانے اور قران مجید سے ہی اس کی تفسیر اخذ کرنے اور اسکی آیات کے اندرونی ربط کو اجاگر کرنے کا ایک مکتبہ فکر اجاگر ہوا جواب ایک پھیلی ہوئی تحریک کی شکل اختیار کر چکا ہے۔ یہ مکتبہ فکر احادیث رسول ﷺ کی من مانی تشریحات کا قائل ہے اور حدیث کی حجت کے متعلق شدید شکوک وشبہات پیدا کرتا ہے۔ ان کے افکار کی بدولت بھی احادیث رسول اپنی اصلی روح میں نافذ العمل نہیں ہوسکیں اور ان کو اپنے مقام سے کم تر درجہ دیا گیا۔

اس سلسلے میں سب سے پہلا کام حمیدالدین فرحی نے کیا جنکا دور 1863 سے 1930 تک کا ہے۔ ان کی تحقیق کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ قران مجید کی ہر آیت وسورۃ میں ایک خاص ربط پایا جاتا ہے اوران آیات کی ترتیب اسی ربط کی آئینہ دار ہے۔ان کے خیال میں چونکہ مفسرین نے اس ربط کی طرف توجہ نہیں دی اوراس پس منظر کے تحت آیات کی تشریح وتفسیر کرنے سے قاصر رہے اوراپنی مرضی کے مطالب اخذ کیے جس کی وجہ سے موجودہ تفرقہ بازی پیدا ہوئی۔انہوں نے اس ربط کو ''نظم'' کا نام دیااوراسی تناظر میں تفسیر نظام القران لکھی۔تاہم ان کا بیشتر کام کسی مجموعہ کی شکل میں نہیں تھا جسکو بعد میں امین احسن اصلاحی اور خالد مسعود صاحب نے یکجا کیا۔

حمیدالدین کے کام سے بہت سے لوگ متاثر ہوئے اوراپنی تحقیق کوان ہی کے نقش قدم پر چلانے کی ٹھانی جن میں ابوالاعلیٰ مودودی، امین احسن اصلاحی، جاوید احمد غامدی، عبدالکلام آزاد اور خالد مسعود سرفہرست ہیں۔ابوالاعلیٰ مودودی صاحب لکھتے ہیں ''جہاں قران مجید کی تفسیر و تشریح کا تعلق ہے تو یہ ایک متفقہ امر ہے کہ عصر حاضر میں بہت کم لوگ اس مقام تک پہنچے ہیں جو کہ اللہ رب العزت نے حمیدالدین فرحی کو عطا کیا ہے۔انہوں نے اپنی زندگی کا بیشتر حصہ اس کتاب کے معانی پر غور وغوص میں گذارا اور ایک ایسی جامع تفسیر لکھی جسکی نظیر متقدمین کے دور میں ملنا بھی مشکل ہے۔ (ترجمان القران، جلد 6، نمبر 6)

جاوید احمد غامدی کہتے ہیں ''حمیدالدین فرحی کا کام امت مسلمہ پر ایک احسان عظیم کی حیثیت رکھتا ہے۔جس طریقے سے انہوں نے قرآن مجید کو سمجھا، جیسے انہوں نے سمجھایا کہ اسے پڑھانا کیسے ہے، جس طرح انہوں نے اسکے علمی پہلو کی ترتیب کی، جس گہرائی میں انہوں نے قرآن کی آیات کو سمجھا اور بتایا کہ یہ کس کو مخاطب کرتی ہیں اور کس طرح کرتی ہیں اور قرآن مجید کس طرح اپنے فیصلوں کو تفصیل سے بیان کرتا ہے، اس سب سے انہوں نے ایک ایسی بنیاد فراہم کی ہے جس پر قرآنی حکومت کی بنیاد قائم ہوسکتی ہے اور وہ میزان مہیا کیا کہ اللہ کی ہدایت کے مطابق کیا قابل قبول ہے اور کیا نا قابل قبول ہے۔ میں امام فرحی کو اس دنیا کیلئے اللہ کی ایک نشانی سمجھتا ہوں۔قارائین کرام! یہ اقتباسات درج کرنے کا مقصد یہ تھا کہ ان دو حضرات کی تحریک کی بنیاد

حمیدالدین فرحی کا نظریہ ہی ہے۔
(http://www.al-mawrid.org/index.php/articles/view/ghamidi-on-farahi)

امین احسن اصلاحی صاحب کا دور 1904 سے 1997 تک کا ہے۔ وہ حمیدالدین فرحی کے قریبی معاونین میں سے تھے اور انہی کی طرز پر انہوں نے قرآن مجید کی تفسیر تدبرالقران لکھی جو 23 سال میں مکمل ہوئی اور اسکی نو (9) جلدیں ہیں۔ اصلاحی صاحب ایک سیاسی جماعت، جماعت اسلامی کے بانیوں میں سے ہیں جوانہوں نے مودودی صاحب کے ساتھ ملکر 1941 میں قائم کی اور سترہ سال اس کے ساتھ منسلک رہے لیکن 1958 میں نظریاتی اختلاف کے باعث جماعت اسلامی سے علیحدہ ہوگئے۔ 1981 میں انہوں نے ادارہ تدبرالقران قائم کیا۔ان کے نامور شاگردوں میں خالد مسعود اور جاوید احمد غامدی شامل ہیں۔

مودودی صاحب کا دور 1903 سے 1979 پر مشتمل ہے۔ 1941 میں انہوں نے جماعت اسلامی کی بنیاد رکھی جو کہ تقسیم پاکستان کی مخالفت پر کمر بستہ تھی۔ہجرت کے بعد جماعت اسلامی سرگرم عمل رہی لیکن ضیاالحق کے دور میں مراعات سے مستفید ہوئی۔مودودی صاحب نے حمیدالدین فرحی سے متاثر ہوکر قران مجید کی تفسیر تفہیم القران لکھی جس میں انہوں نے چار مربوط تصورات پیش کیے جوان کے مطابق قران مجید کو سمجھنے کیلئے ناگزیر ہیں۔ان میں الہ، رب، عبادت اور دین شامل ہیں۔ چونکہ مودودی صاحب جس مکتبہ فکر سے تعلق رکھتے تھے وہ قران مجید کو اصل دستاویز سمجھتا ہے اور حدیث کے متعلق شکوک وشبہات میں پڑا ہے اسلیئے دونوں کے متعلق ان کا نقطہ نظر جداگانہ ہے۔قران مجید کے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں ”قران مجید ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایک پیغام اور ایک دعوت ہے جو ایک تحریک کا پیش خیمہ ہے۔جس لمحے قران مجید نازل ہونا شروع ہوا، اس نے ایک پاکیزہ اور خاموش طبع انسان کو ہمت دی کہ وہ کفر کے خلاف اپنی آواز بلند کرے اور برائی، عدم مساوات اور کفر وشرک کے خداؤں سے ٹکرا جائے۔اس کتاب نے ہر برگزیدہ روح کو سچائی کے جھنڈے تلے جمع کر دیا اور ہر گمراہ شخص کو اُبھارا کہ وہ سچائی کے علمبرداروں کے خلاف نبرد آزما ہو جائیں۔ (تفہیم القران، جز1، صفحہ 334)

بخلاف ازیں حدیث کے متعلق مودودی صاحب فرماتے ہیں کہ ''کثرت مطالعہ اور استغراق سے کوئی بھی شخص ایسا مزاج شناس رسول بن جاتا ہے کہ وہ صرف حدیث کو دیکھ کر ہی بتا دیتا ہے کہ یہ قول رسول اللہ ﷺ کا ہوسکتا ہے یا نہیں''۔ (تفہیمات، لاہور 1965، 1/202)

نیز مودودی صاحب کا نقطہ نظر یہ بھی تھا کہ محدثین کرام نے حدیث کی جانچ پڑتال کے وقت صرف اسناد کے صحیح ہونے پر اکتفا کیا اور متن کی علتوں کو نظر انداز کر دیا۔

(تفہیمات، سولھواں ایڈیشن، لاہور 1989، صفحہ 356)

مزید براں مودودی صاحب نے اصحاب رسول ﷺ (جن کی صداقت کی گواہی میں قرآنی آیات شاہد ہیں) کی ثقاہت پر بھی سوال اٹھایا اور کہا ''اور حتی کہ اصحاب کرامؓ پر بھی انسانی کمزوری غالب آ گئی تھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہوتے تھے''۔ (حوالہ مذکور، صفحہ 359)

اس گمراہ کن نظریہ کی گونج آج تک سنائی دے رہی ہے جس کی ایک جھلک ہم آگے چل کر دیکھیں گے۔

مودودی صاحب کے رفقاء اور جماعت اسلامی کے بانیوں میں ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی شامل تھے جن کا دور 1932 سے 2010 پر محیط ہے۔انہوں نے 1957 میں جماعت اسلامی سے علیحدگی اختیار کی اور اپنی الگ جماعت تنظیم اسلامی کے نام سے قائم کی۔ان کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اسلامی نظام جمہوریت نہیں بلکہ خلافت ہے لیکن فقہی تقلید ہی ان کی جماعت کی بنیاد ہے۔ چونکہ ڈاکٹر اسرار بھی امین احسن اصلاحی اور حمید الدین فرحی سے متاثر تھے، انہوں نے بھی قرآن مجید کو ہی اسلامی نظام کی بنیاد سمجھا ہے اور دورہ قران کا نظریہ پیش کیا جس کی عملی وضاحت انکی جماعت ہر رمضان المبارک میں تراویح کے اجتماعات میں کرتی رہتی ہے۔ان کے نظریات سے متاثر ایک نوجوان مبلغ نعمان علی خان صاحب ہیں جو مختلف مغربی ممالک میں وعظ و نصیحت کرتے ہیں جسکی بنیاد بھی صرف قران مجید ہی ہوتا ہے۔

قرآنی نظام کے مکتبہ فکر کی ایک اور شخصیت جاوید احمد غامدی صاحب ہیں جو 18 اپریل 1951 کو پیدا ہوئے اور اس وقت وہ امریکی ریاست ڈیلس میں مقیم ہیں اور المورید انسٹیٹیوٹ کے بانی صدر ہیں۔اپنے متقدین کی طرح غامدی صاحب بھی قران مجید کو اسلامی نظام

کی اساس مانتے ہیں، اور حمید الدین فرحی کی طرز پر انہوں نے قرآن مجید کی تشریح البیان لکھی۔ غامدی صاحب بھی مودودی صاحب کی طرح جمہوری نظام کو اصل اسلامی نظام گر دانتے ہیں۔ طالبان کے متعلق اپنے مقالے ''اسلام اور طالبان'' طبع 2009 میں رقمطراز ہیں کہ ''میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ طالبان کا یہ نظریہ کہ جمہوریت اسلام میں ایک نئی چیز ہے، وہ قران مجید کے یکسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ شوریٰ میں فرماتا ہے کہ مسلمانوں کے معاملات تو مشاورت سے طے ہوتے ہیں (40:38) ''۔ حدیث کے متعلق غامدی صاحب نے ایک مقالہ لکھا جسکا عنوان ہے ''احادیث کو سمجھنے کے اصول'' جو کہ انکی جماعت کی ویب سائیٹ (al-mawrid.org) پر موجود ہے۔ اس میں انہوں نے کسی بھی ایسی حدیث کو جو سند اور متن کے لحاظ سے ٹھیک ہو، اسکو تطبیق دینے کے بجائے، رد کر دینے کے چند اصول بیان کیے ہیں اور انہی اصولوں کی روشنی میں احادیث کا مقصد سمجھنے کی تلقین کی ہے۔ مثلاً جو حدیث (بظاہر) قران مجید کی تعلیمات کے خلاف ہوگی وہ رد کر دی جائے گی۔ اسی طرح حدیث کا موقع محل دیکھ کر اس پر عمل کیا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ''حکومت کے لوگ قریش میں سے ہوں گے''۔ یہ حدیث صرف اس وقت قابل عمل تھی جب رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خلافت کا تنازعہ تھا۔ اور آج کل جیسے کہ جمہوری نظام رائج ہے، یہ حدیث نا قابل اطلاق ہے۔ اسی طرح کسی ایک حدیث میں جو حکم آیا ہے، اس کو باقی احادیث میں بھی دیکھا جائے گا پھر اس پر فیصلہ دیا جائے گا۔ مثلاً اسلام میں تصویر کشی حرام ہے لیکن جب اس جیسی تمام احادیث کو دیکھا جاتا ہے تو یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ صرف وہ تصویر کشی حرام ہے جو عبادت کی غرض سے بنائی جائے (رسول اللہ ﷺ نے وہ پردہ پھاڑ دیا تھا جو عائشہؓ نے لٹکایا تھا جس پر تصویریں تھیں، اس گھر میں ان تصویروں کی عبادت کا کونسا پہلو تھا؟ (صحیح بخاری 2479)۔

اسی طرح ان کے خیال میں وہ حدیث بھی رد کرنے کے قابل ہے جو عقل و منطق کے خلاف ہو۔
(al-mawrid.org/index.php/articles/view/principles-of-understanding-the-hadith)

جاوید غامدی کے پیروکاروں میں انجینئر محمد علی مرزا بھی شامل ہیں جن کی ساری تبلیغ

انٹرنیٹ کے ذریعے ہے۔ان کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ سورۃ النجم میں جو رسول اللہ ﷺ کی شان میں کہا گیا ہے کہ ''رسول اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتا جو وہ کہتا ہے وہ وحی ہوتی ہے (53:3-4)'' یہ دراصل قران مجید کے متعلق کہا گیا ہے ورنہ تو رسول اکرم ﷺ سے تو اجتہادی غلطیاں بھی ہوئی ہیں جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے متعلق فدیہ لیکر چھوڑنے کا معاملہ ہے، منافقین کا جنازہ پڑھا تھا وغیرہ۔حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ان چیزوں کے اوپر اللہ رب العزت کی طرف سے تنبیہ نازل ہی اس وجہ سے ہوئی کہ امت مسلمہ کو یہ باور کروایا جائے کہ رسول اللہ ﷺ کا ہر معاملہ اللہ کی نظروں کے سامنے ہے اور جیسے ہی کوئی بھی ایسا مرحلہ پیش آیا تو فوراً اسکی اصلاح کر دی گئی تا کہ شریعت محمدیؐ ہر قسم کے شک وشبہ سے پاک ہو،لیکن ان کو بنیاد بنا کر اس قسم کا نتیجہ نکالنا بہت گمراہ کن ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہر دینی بات وحی الہی ہے۔اور چند واقعات اس کا ثبوت ہیں کہ اللہ رب العزت کسی بھی ایسے کام کو فوراً اصلاح کی طرف لیکر جاتا ہے جس نے شریعت کا حصہ بننا ہوتا ہے۔حتی کہ جنگ کے دوران جو درخت بھی کاٹے گئے تھے وہ بھی اللہ کے حکم سے کاٹے گئے تھے جسکا ذکر قران مجید میں کہیں نہیں ہے کہ کونسے کاٹے جائیں اور کونسے چھوڑے جائیں۔ایسی بہت سی مثالیں قران مجید میں ہیں جن میں سے چند کا ذکر پرویزیت کے حوالے سے گذر چکا ہے۔صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر چند لوگوں کے پاس سے ہوا جو کھجور کے درختوں میں پیوند لگا رہے تھے۔آپؐ نے فرمایا کہ مجھے نہیں لگتا کہ اس میں کوئی فائدہ ہے۔لوگوں نے چھوڑ دیا تو پھل کم آیا۔آپؐ نے فرمایا کہ میں نے ایک گمان کا اظہار کیا تھا تو گمان کے حوالے سے مجھے ذمہ دار نہ ٹھہراؤ لیکن جب میں اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ بات کروں تو اسے اپنا لو، کیونکہ میں اللہ عزوجل پر جھوٹ نہیں بولتا۔ (صحیح مسلم، رقم 6126)

اسی طرح انجینئر مرزا صاحب نے ایک کتاب ''واقعہ کربلا کا حقیقی پس منظر: 72 صحیح الاسناد احادیث کی روشنی میں'' شائع کی جس میں امیر معاویہؓ کی سخت کردارکشی کی گئی۔اس کے جواب میں ڈاکٹر حافظ محمد زبیر، پروفیسر کامسیٹس یونیورسٹی لاہور نے ایک کتاب ''انجینئر محمد علی مرزا: افکارو نظریات'' لکھی جو 2019 میں دارالفکر اسلامی سے شائع ہوئی جس میں محمد علی مرزا کے ان

افکارات کورد کیا گیا۔ یہ کتاب انٹرنیٹ پر آسانی سے دستیاب ہے۔

جب قران مجید کی تفسیر وتشریح احادیث مبارکہ کے پس منظر سے ہٹ کر کی جائے گی تو پھر کسی برگزیدہ ہستی کی ذات الزام کی زد سے نہیں بچے گی اور جس کے دل میں آئے گا وہ اس مکتبہ فکر کی طرح رسول اکرم ﷺ کو بھی غلطیوں کا مرتکب کہے گا اور صحابہ پر بھی زبان درازی کرے گا۔ نیز احادیث کی صحت کے بارے میں ایسے شکوک وشبہات پیدا کرے گا کہ قارئین کا دل احادیث سے بدظن ہوجائے۔ قرآن مجید کی وہی تشریح مستند ہے جو صحیح احادیث کی روشنی میں ہوتا کہ ان احکامات کو زندگیوں میں اس منشاء کے مطابق نافذ کیا جاسکے جو اسکے نزول کی وجہ ہے۔ ڈاکٹر صبحی صالح لکھتے ہیں ”احادیث نبوی سے بھی مجملات قرآن کی توضیح کی جاتی ہے کیونکہ قران وحدیث دونوں ایک دوسرے کے موید ہیں۔ اور دونوں کے سوتے ایک ہی چشمہ فیض سے پھوٹتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کے عموم کی تخصیص کرتا ہے اور اس کے اعمال کی توضیح وتشریح کرتا ہے“۔ (علوم القران، صفحہ 446)

رسول اکرم ﷺ کی پیشن گوئی کے مطابق کہ تم لوگ ضرور بہ ضرور یہود ونصاریٰ کی پیروی کرو گے حتیٰ کہ اگر وہ کسی ضب کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے (بخاری، 3456)، اس امت میں فرقہ بندی اور تفریق اتنے عروج کو پہنچ گئی ہے کہ جو مکاتب فکر یا فرقے گزشتہ صفحات میں بیان کیے گئے ہیں ان کے ذیلی فرقوں کا شمار ناممکن ہے۔ اس کتاب کے شروع میں جو یہودیوں کے فرقے بیان کیے گئے ہیں ان میں ہم جنس پرستی کا پہلو بھی تھا جو کہ قارئین کرام کیلئے حیران کن ہوگا لیکن اسلام کے نام پر جو گروہ یورپ میں پائے جاتے ہیں انہوں نے اس غلاظت میں بھی قدم رکھ دیا ہے اور ایسے فرقے بھی وجود میں آچکے ہیں جنکی تعلیمات اسلام کے نام کیلئے خطرناک ہیں۔ مثال کے طور پر امریکہ میں ایک گروہ ہے جسکی مسجد میں خاتون امام ہے۔ خواتین ہی اذان دیتی ہیں، خواتین ہی خطبہ دیتی ہیں اور مرد حضرات اور خواتین ملکر ایک خاتون امام کے پیچھے نماز ادا کرتے ہیں (۱)۔ حال ہی میں امریکی ریاست لاس اینجلیس میں ایک مسجد کھلی ہے جس میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہے اور اس میں تمام اعمال خواتین کی

سربراہی میں انجام پاتے ہیں (۲)۔مزید براں برطانوی نشریاتی ادارے بی بی سی نے آسٹریلیا کے ایک سابق امام کا انٹرویو نشر کیا ہے جو مسلمان بھی ہے اور ہم جنس پرست بھی ہے اور بہت سے لوگ اس سے رہنمائی لیتے ہیں اور خوشی محسوس کرتے ہیں کہ اس امام کے مطابق وہ بیک وقت مسلمان بھی رہ سکتے ہیں اور ہم جنس پرست بھی رہ سکتے ہیں (۳)۔اسی قسم کا ایک انٹرویو افریقہ نیوز نے بھی پیش کیا ہے جہاں ایک ہم جنس پرست آدمی نے علیحدہ مسجد بنائی ہے جس میں ہم جنس پرست مردوخواتین نماز پڑھنے آتے ہیں (۴)۔یہ واقعات رسول اللہ ﷺ کی پیشن گوئی کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ واقعی اگر یہودونصاریٰ کسی ضب کے بل میں گھس جائیں گے تو تم بھی گھس جاؤ گے۔

قارئین کرام! آپ نے دیکھا کہ اس فرقہ پرستی کی لعنت نے امت مسلمہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا ہے۔اسی وجہ سے اللہ رب العزت نے سورۃ روم میں فرقہ بندی کو شرک سے تشبیح دی تھی۔جتنے مکاتب فکر اتنے ہی فرقے اور اتنے ہی اختلافات۔دین اسلام صرف قران وحدیث میں مکمل ہوا تھا،اگر لوگ اسی کو ہی تھامے رکھتے اور ان افراد کی تقلید نہ کرتے جن کو انہوں نے اپنے ذہن میں اتنا بلند مقام دے رکھا ہے جس سے وہ سرموانحراف نہیں کرتے جسکا نتیجہ وہ نکلتا ہے جو صفحات گذشتہ میں بیان ہوا ہے۔آج تقریباً ڈیڑھ ارب سے زیادہ مسلمان جو دنیا میں سب سے زیادہ قدرتی ذخائر کے مالک ہیں،اپنے اس اختلاف کی وجہ سے ذلیل وخوار ہیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’کیا ایمان والوں کیلئے ابھی وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ تعالیٰ کے ذکر کیلئے اور جو حق نازل ہوا ہے اس کیلئے جھک جائیں؟ اور ان لوگوں جیسے نہ ہو جائیں جن کو پہلے کتاب دی گئی تھی،پھر ان پر جب لمبی مدت گذر گئی تو ان کے دل سخت ہو گئے اور ان میں اکثر نافرمان ہیں‘‘۔

(سورۃ الحدید،آیت نمبر 16)

(۱) (youtu.be/X8H_HyFW6PM)
(۲)(youtu.be/BJp-kVsx9Es)
(۳)(youtu.be/U6bLwRmF8EE)
(۴)(youtu.be/IWOp664vukE)

آپ سے التماس ہے کہ اپنے دلوں کو نرم کریں اور فرقہ پرستی کی لعنت سے خود کو چھڑائیں اور اس چیز پر عمل پیرا ہوں جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں دین اسلام کہلاتی تھی کیونکہ جو چیز رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں دین اسلام کا حصہ نہیں تھی وہ آپ ﷺ کے بعد کبھی بھی دین کا حصہ نہیں بن سکتی۔ کتاب کے اگلے اور آخری حصے میں اسی دین اسلام کا مختصر تعارف پیش کیا جائے گا جو خیر القرون میں رائج تھا اور اسکی دعوت قارئین کرام کو دی جائے گی۔ امید ہے کہ امت مسلمہ کی موجودہ حالت سے دلبرداشتہ ہمارے دینی بہن بھائی اس دعوت کی طرف دلجمعی سے التفات کریں گے وگرنہ تو اس فرقہ پرستی کے ماحول کا نقشہ علامہ حالی نے آج سے نصف صدی قبل ان الفاظ میں کھینچا تھا۔

کرے غیر گر بت کی پوجا تو کافر
جو ٹھہرائے بیٹا خدا کا تو کافر
کہے آگ کو اپنا قبلہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جسکی چاہیں
نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں
مزاروں پہ دن رات نذریں چڑھائیں
شہیدوں سے جا جا کے مانگیں دعائیں
نہ توحید میں کچھ خلل اس سے آئے
نہ اسلام بگڑے نہ ایمان جائے

(مسدس حالی)

# دین اسلام کا تعارف

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اسلام جب شروع ہوا تھا تو اجنبی تھا، اور عنقریب ایسا وقت آنے والا ہے کہ وہ پھر اجنبی ہو جائے گا، سو ایسے اجنبیوں کیلئے بشارت ہے''۔ (صحیح مسلم، رقم 372)

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ نے دو دور بتائے ہیں۔ پہلے دور کے قریش مکہ اور دیگر مشرکین خود کو دین ابراہیمی کا ماننے والا سمجھتے تھے۔ حج کا ایک طریقہ ان میں رائج تھا اگر چہ اسکی نوعیت بالکل تبدیل ہو چکی تھی حتی کہ برہنہ ہو کر طواف کرتے تھے۔ تاہم وہ اسکو دین ابراہیمی کا ہی رکن سمجھتے تھے اور قریش تو ان ایام میں خود پر سختی کرتے تھے۔ اس لیے انہیں اہل حمس کہا جاتا تھا۔

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ:

''قریش اور وہ لوگ جو قریش کے دین پر تھے، مزدلفہ میں وقوف کرتے تھے اور خود کو حمس کہتے تھے (ابوالہیثم نے کہا ہے کہ یہ نام قریش کا ہے اور ان کی اولاد کا اور کنانہ اور حدیلہ قیس کا اس لیے کہ وہ اپنے دین میں حمس رکھتے تھے یعنی تشدد و سختی کرتے تھے) اور باقی عرب کے لوگ عرفہ میں وقوف کرتے تھے۔ پھر جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم فرمایا کہ عرفات میں آئیں اور وہاں وقوف فرمائیں اور وہاں سے لوٹیں''۔ (صحیح مسلم 2954)

نیز بخاری کی روایت میں ہے کہ قریش جن کو کپڑے دیتے تھے وہ کپڑے پہن کر طواف کرتے باقی لوگ برہنہ طواف کرتے تھے۔ (صحیح بخاری، رقم 1665)

جب رسول اللہ ﷺ نے اصل دین ابراہیمی پیش کیا تو وہ اسکو اجنبی خیال کرتے تھے کہ یہ کونسا دین آ گیا۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ:

''میں نے اپنا ایک اونٹ کھو دیا، میں عرفہ کے دن اسے تلاش کرنے کیلئے نکلا تو میں

نے رسول اللہ ﷺ کو لوگوں کے ساتھ عرفات میں دیکھا، میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ (محمد رسول اللہ ﷺ) تو اہل حمس میں سے ہیں، آپ کا یہاں (عرفات میں) کیا کام!''۔

(صحیح مسلم 2956)

حج کا واقعہ تو اسلام آنے کے بہت بعد کا ہے، تاہم پھر بھی اسلام کی بہت سے چیزیں ان لوگوں کو اجنبی لگتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام تو اللہ کے مسلم تھے اور (تمہاری طرح) مشرک نہیں تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''پھر ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی کی ہے کہ آپ ابراہیمؑ کی ملت کی پیروی کریں جو ایک اللہ کی طرف رجوع کرنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے''۔

(سورۃ النحل، آیت 123)

اور پھر اللہ رب العزت نے یہ اعلان بھی کیا کہ ابراہیمؑ سے قریب لوگ تو وہ ہیں جو صحیح دین کی پیروی کر رہے ہیں یعنی محمد ﷺ اور ان کے ساتھی نہ کہ کوئی نام نہاد دین ابراہیمی کا دعویدار۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''یقیناً لوگوں میں ابراہیم علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی یعنی نبی اکرم ﷺ اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ تعالیٰ مومنین کا دوست ہے''۔

(آل عمران-68)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو بطور دین پسند کیا اور اسی حیثیت سے رسول اللہ ﷺ اور ان کے تمام پیروکاروں کا نام مسلم رکھا جو کہ اقوام گذشتہ میں بھی دین اسلام کے پیروکاروں کا نام تھا۔

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''اللہ نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند فرمایا''۔ (المائدہ-3)

**اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:**

''(اے ایمان والو) اللہ کے راستے میں کوشش کرتے رہو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق

ہے، اس نے تم کو منتخب کر دیا ہے اور تمہارے دین میں تم پر کوئی سختی نہیں رکھی (اس نے تمہارے لیے وہی دین پسند کیا ہے جو) تمہارے باپ ابراہیمؑ کا دین (تھا)، (اور اے ایمان والو) اسی نے تمہارا نام مسلم رکھا، (اس کتاب سے) پہلے بھی اور اس (کتاب) میں بھی تا کہ یہ رسول تمہارے اوپر گواہ ہوں اور تم (تمام) لوگوں کے اوپر گواہ ہو، تو (اے ایمان والو) نماز کو قائم کرو، زکوۃ دیتے رہو، اور اللہ (کی رسی) کو مضبوطی سے پکڑے رہو (فرقہ فرقہ نہ بنو)، وہی تمہارا کارساز ہے اور مددگار تو (دیکھو) کتنا اچھا کارساز ہے اور کتنا اچھا مددگار''۔ (سورۃ الحج-78)

اللہ رب العزت کے اسی حکم کے مطابق اسلام کے پیروکاروں کو مسلم اور ان کی جماعت کو جماعت المسلمین کہا جاتا تھا۔ حضرت ام اعطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ ہم عیدین کے دن حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو بھی باہر لے جائیں تا کہ وہ جماعت المسلمین کی دعاؤں میں شریک ہوسکیں البتہ حائضہ عورتیں نماز کی جگہ سے علیحدہ بیٹھی رہیں''۔ (صحیح بخاری، رقم 351)

مندرجہ بالا آیات واحادیث سے ثابت ہوا کہ خیر القرون میں اسلام کے پیروکار مسلم اور جماعت المسلمین کا حصہ تھے۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ صفحات میں ان تمام فتنوں کا ذکر کیا گیا جنہوں نے اسلامی وحدت کو منتشر کر دیا اور ان کی پیشگی اطلاع بھی اللہ کے رسول ﷺ نے دی تھی۔ حضرت حذیفہ بن یمان نے بھی ایسی اخبار سن رکھی تھیں جیسا کہ وہ بیان کرتے ہیں کہ: ''قسم اللہ کی ایسا نہیں ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قیامت تک ہونے والے کسی ایسے فتنے کے سردار کا ذکر چھوڑ دیا ہو جس کے ساتھ تین سو یا اس سے زیادہ افراد ہوں اور اس کا اور اسکے باپ کا اور اسکے قبیلے کا نام لیکر آپ ﷺ نے بتا نہ دیا ہو''۔ (سنن ابوداؤد، رقم 4243، حسن)

یہی وجہ ہے کہ حضرت حذیفہ بن یمان رضہ اللہ عنہ ان فتنوں سے بہت زیادہ گھبراتے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ سے شر کے متعلق زیادہ پوچھا کرتے تھے تا کہ اگر وہ اس وقت میں خود کو پائیں تو کیسے اپنا ایمان بچائیں۔

وہ فرماتے ہیں:

''لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر کے بارے میں پوچھا کرتے تھے لیکن میں شر کے بارے میں پوچھتا تھا اس خوف سے کہ کہیں میری زندگی میں ہی شر نہ پیدا ہو جائے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ہم جاہلیت اور شر کے دور میں تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خیر سے نوازا، تو کیا اس خیر کے بعد پھر شر کا زمانہ ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہاں۔ میں نے پوچھا، کیا اس شر کے بعد پھر خیر کا زمانہ ہوگا؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا، ہاں لیکن اس خیر میں کمزوری ہوگی۔ میں نے پوچھا کہ کیا کمزوری ہوگی؟ فرمایا کہ کچھ لوگ ہوں گے جو میرے طریقے کے خلاف چلیں گے، ان کی بعض باتیں اچھی ہونگی مگر بعض میں تم برائی دیکھو گے۔ میں نے پوچھا کہ کیا اس دور کے بعد پھر شر کا دور آئے گا؟ فرمایا کہ ہاں جہنم کے دروازے پر جہنم کی طرف بلانے والے کھڑے ہونگے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے دوزخ میں پھینک دیں گے۔ میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ ان کی کچھ صفات بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ ہمارے ہی جیسے لوگ ہونگے اور ہماری زبان بولیں گے۔ میں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو کیا کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جماعت المسلمین اور اس کے امام کے ساتھ چمٹے رہنا۔ میں نے کہا کہ اگر جماعت المسلمین اور اسکا امام نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا کہ تمام فرقوں سے علیحدہ رہنا خواہ تمہیں درختوں کی جڑیں کیوں نہ چبانی پڑیں اور اس حالت میں تمہیں موت آجائے''۔

(صحیح بخاری، رقم 7084)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو فرقہ پرستی کے پرفتن کے دور میں دو باتوں کا حکم دیا۔

1- جماعت المسلمین اور اسکے امام کو لازم پکڑنا۔

2- اگر وہ نہ ہوں تو تمام فرقوں سے علیحدہ ہو جانا۔

جماعت المسلمین اور اسکے امام سے لزوم ایک مسلم کیلئے ایسا عمل ہے کہ اسکا دل اس میں خیانت کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ کے رسول ﷺ فرماتے ہیں: ''تین باتیں ایسی ہیں جن میں مومن کا دل خیانت نہیں کرتا:

1- عمل کو اللہ کیلئے خالص کرنا۔		2- امیر کی اطاعت کرنا۔

3- جماعت المسلمین سے چمٹے رہنا''۔

(المستدرک علی الصحیحین، حدیث 294، صحیح علی الشرط الشیخین)

اور اسکے برعکس یہ وعید بھی ہے کہ اگر جماعت المسلمین کا پٹہ (بیعت) گلے سے اتار دیا تو جاہلیت کی موت ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

''جو شخص جماعت المسلمین سے ایک بالشت بھر بھی علیحدہ ہوا، اس نے اسلام کا پٹہ اپنے گلے سے اتار دیا''۔ (المستدرک حاکم، حدیث رقم 402، باسنادہ صحیح)

فرقہ پرستی سے علیحدگی کا حکم بھی اسی وجہ سے ہے کیونکہ فرقہ پرستی اور اجتماعیت ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ دین تو رسول اللہ ﷺ کے دور میں مکمل ہو چکا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا، اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کرلیا''۔ (المائدہ-3)

چونکہ فرقے رسول اللہ ﷺ کے دور میں وجود نہیں رکھتے تھے، اس لیے دین کا حصہ نہیں تھے اور جو چیز رسول اللہ ﷺ کے دور مبارک میں دین کا حصہ نہیں تھی وہ ان کے بعد کبھی بھی دین نہیں بن سکتی۔ دوسری بڑی بات یہ ہے کہ جب اسلام آیا تو اس نے تمام متفرق قبائل کو اکٹھا کیا اور ان کے دلوں میں اللہ نے الفت ڈالی اور ایسا اتحاد قائم ہوا جس نے ساری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ اسی وحدت اور اتحاد کو قائم رکھنا ہی اللہ رب العزت کا منشا ہے اور اسی کا اس نے حکم دیا ہے۔ فرقہ پرستی تو اس وحدت کی ضد ہے، اس سے اجتناب کا درس تو دین کے تقاضوں میں شامل ہے۔ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

''اور (اے ایمان والو) تم سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور فرقے فرقے نہ بنو، اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم پر کی وہ یہ کہ ایک وقت وہ تھا کہ تم (ایک دوسرے کے)

دشمن تھے، اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔ تم دوزخ کے گڑھے کے کنارے کھڑے تھے، اللہ نے تم کو اس سے بچالیا۔ اللہ وضاحت کے ساتھ اپنی آیتوں کو بیان کر رہا ہے تا کہ تم ہدایت یاب ہوجاؤ (اور پھر اسی تفرقہ بازی میں مبتلا نہ ہوجاؤ)''۔ (آل عمران-103)

اللہ رب العزت نے ایک دفعہ مسلمین کو اس آگ کے گڑھے سے بچایا اور ان کو ایک جھنڈے تلے جمع کر دیا اور آئندہ کیلئے قران وحدیث کا دستور دے دیا تا کہ دوبارہ تفرقہ بازی میں مبتلا ہوکر دوزخ کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔ اس کے ساتھ اس نے جگہ جگہ مختلف مقامات پر ڈرایا بھی اور فرقہ پرستی کو شرک، اپنا عذاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لاتعلقی کا ذریعہ بتایا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور (اے ایمان والو) اس کی طرف رجوع کرو، نماز قائم کرو اور مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ (یعنی) ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور فرقے فرقے بن گئے، تمام فرقے جو (فرقہ وارانہ مذہب) ان کے پاس ہے اسی مین مگن ہیں''۔

(الروم، 31,32)

مزید فرمایا:

''(اے رسول، آپ) کہدیں کہ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب بھیج دے یا تمہیں فرقہ فرقہ بنا کر ایک دوسرے سے الجھا دے اور آپس کی لڑائی کا مزہ چکھائے۔ آپ دیکھیں کہ ہم کس کس طرح الفاظ بدل بدل کر اپنی آیتوں کو بیان کرتے ہیں تا کہ یہ لوگ سمجھ جائیں''۔ (الانعام-65)

اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ:

''(اور اے رسول) جو لوگ اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالیں اور فرقہ فرقہ بن جائیں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، پھر (قیامت کے دن) وہی انہیں بتائے گا کہ وہ کیا کیا کرتے رہے تھے''۔ (الانعام-159)

چونکہ اللہ رب العزت تمام مسلمین کو ایک جماعت دیکھنا چاہتا ہے اسلیئے ان تمام فرقوں سے علیحدگی اختیار کر کے جماعت المسلمین سے لزوم ضروری ہے۔ اب اگر ذرا غور سے دیکھا جائے کہ جب لوگ فرقہ پرستی کو چھوڑیں گے اور اپنے متقدمین کی تقلید کی پٹی آنکھوں سے اتاریں گے اور تعصب و ہٹ دھرمی کے خول سے باہر آئیں گے تو انہیں احساس ہوگا کہ اس جماعت اور ایک امیر کی اطاعت کے ساتھ ایک عالمگیر مقصد ہے جو اللہ جماعت المسلمین سے لینا چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا تا کہ اس (دین حق) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے (اور اللہ ایسا کر کے رہے گا) خواہ مشرکین کو (کتنا ہی) نا گوار کیوں نہ گذرے''۔ (سورۃالتوبۃ-33)

اور اس مقصد کیلیئے اللہ رب العزت مسلمین کو ابھارتا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے ایمان والو، اللہ کے (دین کے) مددگار بن جاؤ، جیسا کہ (عیسیٰ کے حواری بنے تھے جب) عیسی بن مریم نے حواریوں سے کہا تھا: اللہ کی طرف بلانے کے کام میں کون میرا مددگار ہے، تو حواریوں نے کہا: ہم اللہ کے (دین کے مددگار ہیں) پھر بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت ایمان لے آئی اور ایک جماعت نے انکار کیا، تو جو لوگ ایمان لائے تھے ہم نے ان کی، ان کے دشمن کے مقابلہ میں مدد کی تو وہ (کافروں پر) غالب آ گئے''۔ (الصّف-14)

آپ نے دیکھا قارئین! یہ اللہ رب العزت کا ہم سے تقاضا ہے کہ ہم اسکے دین کو ساری دنیا میں غالب کرنے کی کوشش کریں اور اس کام میں وہ ہمارا مددگار بھی ہوگا۔ جو فرقے اور مکاتب فکر اس دور میں موجود ہیں، گذشتہ صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ وہ سب اپنے فرقہ وارانہ لٹریچر کی ترویج اور اپنے مکتب فکر کی اشاعت تو کرتے ہیں لیکن دین اسلام کی تبلیغ نہیں کرتے اور پھر اپنی عددی برتری پر فخر کرتے ہیں۔ اور پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ قران مجید کی آیات بینات اور احادیث صحیحہ میں فرقہ پرستی کی ممانعت کو جانتے بھی ہیں لیکن تقلید کے پنجرے سے خود کو آزاد نہیں کرا سکتے۔

جماعت المسلمین وہ واحد جماعت ہے جو عملی طور پر فرقوں سے علیحدہ ہوئی ہے اور اپنے عمل کی بنیاد صرف قران مجید اور احادیث صحیحہ کو بنایا ہے۔اس پر تمام فرقہ پرستوں نے اسکی دعوت کو عجیب رنگ دیا اور یہ تاثر دیا کہ یہ جماعت دوسروں کو مسلم تصور نہیں کرتی ، اپنے علاوہ دوسروں کو غیر مسلم سمجھتی ہے۔ یہ جماعت المسلمین کے اوپر بے بنیاد الزام ہے۔ جماعت المسلمین اس نام سے موسوم ہے جو اللہ کے رسول ﷺ کے زمانے میں انکی جماعت کا نام تھا۔فرقہ وارانہ ناموں کی بجائے صرف اللہ کے رکھے ہوئے نام مسلم سے خود کو اور اپنے متبعین کو موسوم کرتی ہے اور دین وہ پیش کرتی ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے پیش کیا تھا اور جو اللہ کا پسند کردہ دین ہے اور اسکی حفاظت کا ذمہ بھی اللہ نے لیا ہے۔ جماعت المسلمین کی تفسیر قران عزیز صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر احادیث صحیحہ سے مرتب کی گئی ہے جس میں حسن درجہ کی بھی کوئی حدیث نہیں۔صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین قران مجید، صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے مرتب کردہ صحیح ترین تاریخ ہے۔مشہور بیوروکریٹ اوریا مقبول جان رقمطراز ہیں" اللہ مسعود احمد بی ایس سی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے جنھوں نے تاریخ الاسلام والمسلمین لکھی جو قرآن وحدیث کی روایتوں پر مبنی ہے۔ یہ انتہائی اہم کام تھا جو مرحوم نے کیا اور یہ ان کی جماعت المسلمین کی ویب سائٹ پر موجود ہے اور ایسی تاریخ ہماری ضرورت ہے۔"

(حرف راز، 4 ستمبر 2015)

جماعت المسلمین اپنی دعوت سے پوری دنیا میں صحیح اسلام کا پرچار کرنا چاہتی ہے اور اسکی منزل خلافت علی منہاج النبوۃ ہے۔ پوری دنیا میں خالص دینی تعلیمات پر مشتمل اسلامی خلافت کا قیام جماعت المسلمین کی آخری منزل ہے اور یہی اللہ رب العزت کا منشاء بھی ہے۔ یہود ونصاریٰ کی نقالی میں جہاں ہم نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا وہاں ایک ظلم یہ بھی ہوا کہ اسلام کا نظام خلافت مغربی جمہوری نظام سے بدل دیا گیا۔ اسلام کے مطابق تو ایک عالم اور ایک جاہل کبھی برابر نہیں ہو سکتے لیکن جمہوریت میں بقول شاعر:

جمہوریت ایک طرز حکومت ہے کہ جس میں
بندوں کو گنا جاتا ہے تولا نہیں جاتا

اس جمہوری نظام نے ایسے مفاد پرست لوگ اسلامی ممالک میں مسلط کیے کہ امت اسلامیہ کی یگانگت کو ہی ختم کر دیا گیا۔ اسلام کے نظام میں نہ تو کوئی خود کو خلافت کے لیے پیش کر سکتا ہے اور نہ ہی اپنے مدمقابل کی برائی کر سکتا ہے لیکن جمہوریت میں یہ سب جائز ہے۔ یہ نظام مغرب کے مادر پدر آزاد معاشروں میں تو چل سکتا ہے لیکن کبھی بھی اسلام کو لوگوں کی زندگیوں میں نافذ العمل نہیں کر سکتا۔ تمام اسلامی ممالک میں اس نظام کی ناکامی آج امت مسلمہ کی تنزلی کا ایک بہت بڑا سبب ہے۔

جماعت المسلمین کا تمام تر لٹریچر ان کی ویب سائیٹ www.aljamaat.org پر موجود ہے۔ قارئین کرام سے درخواست ہے کہ وہ تعصب کی پٹی اتار کر ہماری دعوت کا مطالعہ کریں تو ان شاء اللہ آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارے ہاں فقہی موشگافیاں اور فتویٰ سازی نہیں ہے۔ ہمارا دین وہی ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اور جماعت المسلمین تمام فرقہ بندی سے بیزار ہے۔

جماعت المسلمین کی دعوت مندرجہ ذیل نکات پر مشتمل ہے:

- ہمارا حاکم صرف ایک — یعنی اللہ تعالیٰ
- ہمارا امام صرف ایک — یعنی محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم
- ہمارا دین صرف ایک — یعنی اسلام
- ہمارا نام صرف ایک — یعنی مسلم
- ہماری محبت کی بنیاد صرف ایک — یعنی اللہ تعالیٰ سے تعلق
- ہمارے فخر کا سبب صرف ایک — یعنی ایمان باللہ العظیم

اس وقت کی سب سے اہم ضرورت صرف یہی ہے کہ تمام کلمہ گو لوگ ان فرقہ بندیوں کے چنگل سے آزاد ہوں جو اللہ کا عذاب ہے اور جماعت المسلمین کے جھنڈے تلے جمع ہو کر اپنی زندگوں میں صحیح اسلام کی شمع روشن کریں اور اس روشنی کو تمام دنیا میں پھیلائیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ کے مطابق اجنبی اسلام کا دوسرا دور آج کا زمانہ ہے جس میں اسلام پھر اجنبی ہو چکا ہے۔

جماعت المسلمین اسی اجنبی دین کی تبلیغ کے لیے اٹھی ہے تا کہ تمام عالم اسلام ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوکر اپنی کھوئی ہوئی شان وشوکت پھر سے حاصل کر سکے۔ اقبال نے اس خواہش کا اظہار ان الفاظ میں کیا تھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کیلیئے
نیل کے ساحل سے لیکر تابخاک کاشغر

امید ہے کہ قارئین کرام اس دعوت کو کھلے دل سے قبول کریں گے اور اپنے متقدمین کی اندھی تقلید سے آزاد ہوکر اتحاد و یگانگت کا راستہ اختیار کریں گے۔ بہر حال ہم تو ببانگ دہل اعلان کرتے ہیں کہ:

اشھدوا بانا مسلمون (آل عمران-64)
تم گواہ رہنا کہ ہم تو مسلم ہیں۔

## انتباہ

مؤلف کتابِ ھذا چونکہ خود فرقہ پرستی میں مبتلا رہا ہے اور ایک طویل عرصہ دیوبندیوں، بریلویوں، اہل تصوف اور تبلیغی جماعت کے ساتھ گزار چکا ہے، اسلیے اس کتاب میں پیش کیا گیا مواد مؤلف کا ذاتی مشاہدہ اور تحقیق ہے۔ تاہم یہ امر انتہائی اہم ہے کہ جماعت المسلمین کے اکابرین خصوصاً مسعود احمد رحمتہ اللہ علیہ نے جس عرق ریزی اور تحقیق سے کتب مرتب کی ہیں، اس کتاب کا معیار ان کتب کے اوصاف کے مقابلے میں پرکاہ کی حیثیت بھی نہیں رکھتا۔ اس کتاب کی تمام تر توجیہات مؤلف کی ذاتی ہیں اور انہیں جماعت المسلمین سے منسوب کرنا کسی طور بھی صحیح اور حق بجانب نہیں۔ اسلیئے اگر اس کتاب میں کوئی بھی قابل اعتراض بات یا کوئی ضعیف حدیث نظر آجائے تو اس کیلئے مؤلف کتابِ ھذا ہی قابل مواخذہ ہے نہ کہ جماعت المسلمین اس بارے میں جوابدہ ہے۔ آپ سے التماس ہے کہ کسی بھی قسم کی تجویز، رائے یا تبصرے کیلیے مؤلف سے اسکے واٹس اپ نمبر 0333-5080756 یا ای میل ایڈریس k_umer@live.com پر رابطہ فرمائیں۔